اک ستارہ جو کہکشاں ہو گیا



ربیعہ امجد

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

اک ستارہ جو کہکشاں ہو گیا



ربیعہ امجد



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

ایک ستارہ جو کہکشاں ہو گیا



کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ جو لوگ وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے،

سپر موڈز: صبا گل، تتلی، ٹیم لیڈر: ایم وائے صائم، مینجمنٹ: حسیب یا وقار سے رابطہ کریں، شکریہ







یہ جو مسافر ہیں
انہیں گھر سے نکلے ہوئے
ایک زمانہ بیت گیا ہے
سرحد کی پگڈنڈیوں پر دوڑتے دوڑتے
ان کے پاؤں گرد آلود ہیں
مگر ان کے پُر عزم چہرے
فرطِ شوق سے چمک رہے ہیں
تھکن کے کوئی آثار نہیں
یوں دکھائی دیتا ہے کہ
زندگی اپنے جوبن پر ہے
اِک جستجو جو بیٹھنے نہیں دیتی
اِک طلب جو رگ و جاں کے
ہر ریشے میں سما گئی ہے

اس عجب موڑ پہ آ کہ
موت بھی زندگی سے گھبرا گئی ہے
رات بھی جاگتے جاگتے سو جاتی ہے
مگر گردشِ دوراں کی
نبض تھامے ہوئے یہ گمنام چہرے
برسوں سے جاگ رہے ہیں
وقت کوئی بھی کھیل کھیلے
بازی جو بھی رُخ بدلے
اِک بات تو طے ہے
اگر اِن مسافروں کے چلتے قدم رُک گئے
اِن کا سفر تھم گیا
تو اِس دھرتی پہ شاید
ہر ایک کو سفر پہ نکلنا ہو گا
کہیں یہ حادثہ نہ ہو
اِسی لئے تو جاگ رہے ہیں

یہ جو مسافر ہیں

****

"جب کسی انسان کے ارادے پختہ ہوں تو وہ پہاڑوں سے بھی ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا ہے اس کی راہ میں آنے والے وہ تمام پتھر جن کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

راستے پر قدم جتنے مضبوطی سے جمائے ہوں اتنا ہی منزل تک پہنچنے کے چانسز ذیادہ ہوتے ہیں کیونکہ اس راستے میں آنے والی رکاوٹیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔۔۔۔۔ بہادر لوگ طوفانوں کو اپنے پیروں کی ٹھوکروں پر رکھتے ہیں وہ ان سے ڈر کے بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ان کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔جب طوفان آتا ہے تو ہمیشہ کمزور درخت زمین بوس ہوتے ہیں کیونکہ ان کی جڑیں اتنی گہری نہیں ہوتی اس لئے طوفان ان کو ایک ہی جھٹکے سے اکھاڑ دیتا ہے اور زمین بوس کر دیتا ہے ۔۔۔مگر جو درخت مضبوطی سے زمین میں اپنی جڑیں جمائے کھڑے ہوتے ہیں وہی طوفان ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے وہ طوفان کے جھٹکوں سے لڑ کھڑاتے ضرور ہیں مگر گرتے نہیں ہیں بلکہ اپنے قدم اور مضبوطی سے جما لیتے ہیں ،اس طرح جب کسی کمزور ارادے والے انسان پر مصیبت آتی ہے تو وہ اس کے سامنے ہتھیار ڈال

دیتا ہے خود کو جھکا لیتا ہے۔۔۔اس کا مقابلہ نہیں کرتا ایسے لوگوں کو مصیبتوں کا ایک ہی طوفان ختم کر دیتا ہے ،مگر وہ انسان جن کے ارادے پختہ ہوتے ہیں وہ اسی مصیبت کا ڈٹ کر سامنا کرتے ہیں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کھڑے رہتے ہیں کبھی ہار نہیں مانتے اور نا ہی اس کے سامنے ہتھیار ڈال کے بے موت مرتے ہیں بلکہ اپنے اندر مزید ہمت اور حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔

وقت کسی کے لئے نہیں رکتا مگر لوگ وقت کے ساتھ رک جاتے ہیں۔۔۔وہ تھک کر آرام کی خاطر ستانے بیٹھ جاتے ہیں اور ایسے میں وقت بہت آگے نکل جاتا ہے اور ان کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے زندگی اسی مسلسل جدوجہد کا نام ہے جو اس کے ساتھ چلتا رہا کامیاب ہوا اور جو رک گیا وہ ناکام ہو گیا۔"

لویل آفتاب ربانی کی خوبصورت آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا ہر کوئی تقریباً سانس روکے اس کی باتوں کو سن رہا تھا۔وہ کچھ دیر سانس لینے کو رکی تھی۔

"حالات ہی انسان کو کمزور بناتے ہیں اور حالات ہی انسان کو مظبوط بناتے ہیں۔ اگر حالات پر انسان کی گرفت کمزور ہوتو وہ ہار جاتا ہے اس کے اندر زندگی سے لڑنے کی طاقت ختم یو جاتی ہے۔لیکن اگر حالات پر گرفت مضبوط ہو تو زہر اگلنے

والے بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے -انسان بڑے سے بڑے طوفان کا بڑی بہادری سے مقابلہ کر سکتا ہے اس کے بلند حوصلے اسے کبھی بھی شکست نہیں کھانے دیتے-
زندگی میں ہمیشہ آگے کی جانب دیکھو -اس کی فکر کرو جو ہونے جا رہا ہے اس کی فکر میں مت گھلتے رہو جو ہو چکا ہے اور پیچھے گزر گیا -پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے والوں کو اور جو ہو چکا اس کی فکر کرنے والوں کو زمانہ بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے -جو شکار چھوٹ گیا اس کا غم نا کرو بلکہ جو سامنے ہے اس پر فوکس رکھو کیونکہ وہ آج ہے اور جو گزر گیا وہ کل تھا اور کل کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔۔۔اگر انسان گزرے ہوئے کو دیکھتا رہے تو ہو سکتا ہے کہ جو آج ہے وہ بھی گزر جائے اور ایسا کرنے والے انسان ہمیشہ خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔۔۔ان کے ہاتھ ناکامی اور ہار کے سوا کبھی کچھ نہیں آتا "- اس کی سپیچ ختم ہو چکی تھی پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا - وہ بڑی تمکنت اور وقار سے سب کا شکریہ ادا کرتی ہوئی اسٹیج سے نیچے اتری - کئی لوگوں نے رشک اور کئی نے حسد بھری نگاہوں سے اس کا پیچھا کیا مگر وہ بنا کسی کی طرف دیکھے اپنی نشست پر آن بیٹھی-
"ویل ڈن لویل۔۔۔۔"- فاطمہ نے اس کے چمکتے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ایک مدھم سی ہنسی اس کے ہونٹوں پر آئی-

****

کبھی رنگوں کے کہکشاں میں
کبھی بہاروں کے موسم میں
مجھے بارش بلاتی ہے
مجھے ہر پل سناتی ہے
کسی نے یاد کیا تم کو
کوئی ہر پل بلاتا ہے
ہوا کی ہر اک شوخی میں
اس کی باتوں کی شرارت ہے
نرم بوندوں کی سنگت میں
اس کی چاہت کی آہٹ ہے
مجھ سے ہر پل ہر لمحے
حسین موسم یہ کہتا ہے
برستی بوندوں میں دیکھو
وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے

ابر رحمت کھل کے برس رہی تھی-آسمان آج زمین کی ساری پیاس بجھانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا- مگرزمین کی تشنگی تھی کہ بڑھتی جارہی تھی- اس کے سینے پر اگے درخت بھی جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے- ہرابھرا سبزہ دھل کر کسی نئ نویلی دلہن کی طرح نکھرتا جارہا تھا ٹہنیاں کسی نوخیز دوشیزہ کی طرح لہرا رہی تھیں- ہواکے چلنے سے پتوں کی سرسراہٹ اور گرتی بوندوں کے شور نے ایک عجیب سا ارتعاش برپا کر رکھا تھا-

فریال نے کھڑکی میں سے ہاتھ پھلا کر بارش کی بوندوں کو اپنی ہتھیلی پہ جمع کیا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی دل کو سکون دینے لگا اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس سکون کو محسوس کرنے لگی اس کی چوٹی میں سے چند آوارہ لٹیں ہوا کی وجہ سے اڑنے لگیں، ہوا میں موجود نمی اس کے چہرے کو بگھونے لگی، اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی، مسکراتے وقت دونوں گالوں میں دو ننھے ننھے گھڑے ابھرے، صاف شفاف چہرہ یوں کھل گیا جیسے رات بھر اوس میں نہانے کے بعد گلاب کی کلی کھلتی ہے- ہوا نے یہ حسین منظر دیکھا تو مہبوت رہ گئی، وہ کھلی ہوئی کلی اس وقت ہر چیز سے زیادہ حسین لگ رہی تھی- ہوا مسکراتے ہوئے کھلی کھڑکی سے دوبارہ اندر آئی اور

اس کے چہرے سے اٹھکلیاں کرنے لگی ایک عجیب سا فسوں پیدا ہوتا جارہا تھا- جس میں ہر گزرتے لمہے کے ساتھ اضافہ ہوتا جارہا تھا -

"فریال بیٹا ناشتہ کر لو آکے"-ماما کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ چونکی، جھٹ سے آنکھیں کھولیں ساتھ ہی ہاتھ بھی کھینچ کر کھڑکی سے اندر کر لیا، سارا فسوں ختم ہو چکا تھا- ہوا نے ناراضگی سے یہ منظر دیکھا- وہ اس فسوں سے نکل کر اداس نظر آرہی تھی- فریال نے کھڑکی کے دونوں پٹ بند کیے، اور دوپٹہ درست کرتی کمرے سے نکل آئی، ہوا غصے سے کھڑکی کے بند کواڑوں سے ٹکرائی تو فضا میں برپا شور میں اضافہ ہوا -

وہ نیچے لاؤنج میں آ گئی-

"گڈ مارننگ پاپا"- فریال نے چہرے کے سامنے اخبار پھیلائے حسن صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھ گئی -

"گڈ مارننگ ٹو یو ٹو پاپا کی جان"- حسن صاحب نے اس کی آواز پر فوراً اخبار چہرے کے آگے سے ہٹایا اور مسکراتے ہوئے بولے- لاڈلی بیٹی کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر ان کا سیروں خون بڑھ گیا تھا -انہوں نے اخبار رول کر کے ایک طرف رکھ دیا اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئے -

"کیسی ہے پاپا کی پری؟"- وہ دوبارہ محبت سے چور لہجے میں فریال سے مخاطب ہوئے، فریال اب مینگو جوس سے بھرے جگ میں سے جوس گلاس میں انڈیل رہی تھی- بچپن سے اس کی عادت تھی، کہ وہ ناشتہ کرنے سے پہلے جوس لیتی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ یہ عادت اس قدر پختہ ہو چکی تھی کہ اگر ٹیبل پر جوس نا ہوتا تو وہ منہ بنا کہ بیٹھ جاتی -

"اے ون پاپا"- وہ مسکراتے ہوئے بولی اور جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا حسن صاحب نے پیار سے اس کی طرف دیکھا

"اگئیں تم۔۔۔۔؟کتنی بار کہا کہ جلدی آیا کرو ناشتے کی ٹیبل پہ"-آسیہ بیگم کچن سے پراٹھوں والی ٹرے لیے برآمد ہوئیں تو اسے ناشتے سے پہلے جوس پیتے دیکھ کر ڈانٹ دیا- اُن کو اُس کی یہ عادت سخت ناپسند تھی کہ وہ ناشتے سے پہلے جوس لیتی تھی -اب بھی فریال نے مسکراتے ہوئے ان کی ڈانٹ پر کان کھجایا، انہوں نے الو والا گرم خستہ پراٹھا اس کے سامنے رکھا- پراٹھوں کی اشتہاانگیز مہک پورے لاؤنج میں پھیل گئی تھی -

"ارے واہ بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے "-حسن صاحب نے پراٹھوں کو دیکھ کر ایک دم خوشی کا اظہار کیا -

"آپ کے لئے نہی ہیں"-آسیہ بیگم نے ان کو مصنوعی گھوری سے نوازا تو وہ حیرت سے انکی طرف دیکھنے لگے -

"کیوں بھئی میں نے کیا غلطی کر دی؟"- حسن صاحب نے شرارت سے بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا -

"کیوں کہ آپ کو ڈاکٹر نے منع کیا ہوا ہے"- آسیہ بیگم ان کے برابر ہی کرسی پر بیٹھ گئیں تو وہ منہ بنا کہ اپنے سامنے رکھے پرہیزی کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے فریال اس دوران خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مگن تھی، مگر سارا دیہان ماما پاپا کی باتوں پر تھا -

"گڈمارننگ اپی"- شبنم کچن سے جیم والی بوتل لے کے آئی تو فریال کو بیٹھا دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی ،اس نے جیم والی بوتل میز پر رکھ دی اور اس کے سامنے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئ -

"سیم ٹو یو جانی" فریال نے پراٹھے کا لقمہ توڑتے ہوئے منہ میں رکھا شبنم اب بریڈ پہ جیم لگانے میں مگن تھی -

"فریال بیٹا یونیورسٹی جانا ہے کہ نہی؟"- آسیہ بیگم نے چائے پیتے ہوئے پوچھا- پوچھنے کی وجہ موسم کا خراب ہونا تھا -

"جانا ہے ماما مگر تھوڑا لیٹ جاؤں گی اور شاید تب تک موسم بھی ٹھیک ہو جائے"- وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کیوں پوچھ رہی ہیں- اپنے سامنے رکھا الو والا پراٹھا وہ ختم کر چکی تھی ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولی -

"چلو ٹھیک ہے لیکن اگر موسم ٹھیک نا ہو تو چھٹی کر لینا"- انہوں نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا تو فریال نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ٹیبل سے اٹھ گئی -

****

وہ چاروں یونیورسٹی کے وسیع لان میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں- جابجا بکھری ہوئی کتابیں اور نوٹس اپنی بے قدری پر ماتم کناں تھے ان کی قدر صرف امتحانات کے دنوں میں ہوتی تھی تب ان کو ایسے سنبھال کر رکھا جاتا جیسے روئے زمین پر ان سے زیادہ قیمتی کوئی دوسری شے ہو ہی نا مگر امتحانات ختم ہوتے ہی ان کے ساتھ پہلے والا سلوک کیا جاتا -

پاس ہی پڑے چپس اور نمکو کے کاغز جو کچھ دیر پہلے خالی کیے گئے تھے ہوا کے ساتھ ادھر ادھر اڑرہے تھے- پیپسی کے کین البتہ انکے ہاتھوں میں ہی تھے جن سے وہ وقتاً فوقتاً گھونٹ بھر لیتیں چہروں سے بے فکری چھلک رہی تھی، کوئی پریشانی کوئی دکھ نہی تھاوہ ایک دوسرے کی باتوں پر بلند و بالا قہقہے لگا رہی تھیں- جن پر

کبھی کبھی دوسرے سٹوڈنٹس حیرانگی سے انکی طرف دیکھتے ،مگر پھر اگلے ہی لمحے سر جھٹک کر اپنی باتوں میں مگن ہو جاتے، ہر ایک کے پاس باتوں کا اتنا اسٹاک جمع تھا کہ کسی دوسرے کی طرف زیادہ دیر متوجہ رہنے کا وقت ہی نہی تھا- زیادہ تر سٹوڈنٹس لان میں ہی موجود تھے، جسکی وجہ موسم کا خوشگوار ہونا تھا -

"وجیہہ یہ سوال دیکھنا پلیز مجھے سمج نہیں آرہا کب سے سر کھپا رہی ہوں اس کے ساتھ "-فریال نے رجسٹر وجیہہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جو خود بھی سوال کرنے میں مصروف تھی-

فریال کے بلانے پر اس کی طرف متوجہ ہوئی-

"فری یہ سوال تو مجھے بھی سمجھ میں نہیں آرہا "- وجیہہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا-

"ایک کام کرتے ہیں ہلپینگ بک سے دیکھ لیتے ہیں "- اس نے زنیرہ کے سامنے کھلی ہلپینگ بک اٹھا لی-

وہ دونوں اب سر جوڑے سوال کرنے میں مصروف ہو گئیں-

"میتھ کا ٹیسٹ دینا آج کے نہیں "- افشاں نے زنیرہ سے پوچھا جو ہاتھ میں پکڑی بال پوائنٹ سے زمین پر کوئی نقش و نگار بنانے میں مگن تھی مگر گھاس کی وجہ سے وہ بن نہیں رہا تھا یا پھر اس کو نظر نہیں آرہا تھا-

"مجھے تو نہیں آتا ویسے "- وہ بنا اس کی طرف دیکھے بولی اپنے کام میں اس کی دلچسپی اس قدر زیادہ ہوتی تھی ہمیشہ کہ دورانِ کام اسے کسی چیز کا ہوش نا رہتا خواہ وہ کام کتنا ہی غیر ضروری یا فضول کیوں نا ہو-

"تمہیں کبھی آتا بھی ہوتا ہے کچھ "- وجیہہ نے طنزیہ کہا اس کا کام ختم ہو چکا تھا فریال اب اس سوال کو دوبارہ سے حل کرنے میں لگ گئی تھی-

"میں نے پڑھ کہ کیا کرنا بھلا۔۔۔تم ہو نا مجھے چیٹنگ کروانے کے لئے۔۔۔تمہاری طرف دیکھ کے کاپی کر لوں گی "- اس نے سنجیدگی سے جواب دیا دیکھنے کی زحمت اب بھی نہیں کی تھی اس کے لئے ہر چیز سے زیادہ ضروری اس کا کام تھا-

وجیہہ نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا-

"نالائق عوام۔۔۔۔"- وہ زیرِ لب بڑبڑائی تو افشاں کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آگئی -

"ویسے آج تو میں بھی تمہاری طرف دیکھ کہ ہی لکھوں گی "- افشاں نے اسے چھیڑا تھا-

"ہاں پہلے تو جیسے بڑا تم خود لکھتی ہو۔۔۔آج تو میں بلکل نہیں دکھاوں گی تم دونوں کو۔۔۔خود پڑھ کے آیا کرو "- اس نے ان کو پہلے ہی وارنگ دے دی-

"میری پیاری بہن نہیں ہو پھر تم "- افشاں نے اسے مسکا لگایا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا رجسٹر کھینچ کے اس کے بازو پہ دے مارا تو وہ غصے سے اسے گھورتی بازو سہلانے لگی تھی وجیہہ کے دو کلو بھارے رجسٹر نے اس کا کاندھا اچھا خاصہ ہلا ڈالا تھا-

"چلو اٹھو کمپیوٹر کی کلاس لینے چلیں صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں اور ابھی کلاس روم بھی ڈھونڈنا ہے پانچ منٹ تو اسی میں لگ جانے ہیں"-زنیرہ نے پیپسی کے کین میں سے آخری گھونٹ بھرا اور اسے دور اچھال دیا-

"یار تھوڑا سا ویٹ کر لو ابھی چلتے ہیں۔۔کلاس میں جا کر بھی تو بور ہی ہونا ہے سر ارسلان کی کونسا سمجھ اتی ہے"- افشاں نے منہ بناتے ہوئے کہا وہ شروع ہی سے پڑھائی کے معاملے میں چور تھی، کلاس سے زیادہ اس کالان کیفے ٹیریا اور لائبریری میں دل لگتا تھا، وہ پڑھائی سے زیادہ ہلے گلے کی شوقین تھی، جب کہ اس کی نسبت

وجیہہ خاصی پڑھاکو تھی، اس کا دل کتابوں نوٹس اور رجسٹروں میں لگتا تھا زنیرہ کو بس لیکچر نوٹ کرنے کی جلدی ہوتی تھی۔

"اٹھ جاؤ نالائقو سر نے کلاس میں نہی آنے دینا۔۔۔بعد میں ان کی منتیں کرنے سے بہتر ہے ابھی عقلمندی کا مظاہرہ کیا جائے"۔ فریال نے بکھرے نوٹس اور کتابیں سمیٹتے ہوئے کہا تو ان تینوں کو بھی چاروناچار اٹھنا پڑا۔

"چلو جلدی سے ہمیں ٹریٹ دو اور وہ بھی فائیو سٹار میں اور خبردار جو پیسوں کا بہانہ کیا اس دفعہ کوئی چولیں نا مارنا کیونکہ ہم تمہیں کسی بھی حال میں نہی بخشنے والے"۔ فارس نے حیدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بلکل اور بے شک اس دفعہ بھیک مانگ کہ پیسے اکھٹے کرو ہمیں کوئی کنسرن نہی کسی بات سے ہمیں بس ٹریٹ چاہئے تگڑی سی " فرحان نے بھی لقمہ دیا۔

"یار تم لوگ یہ بھی توبتاو نا کہ ٹریٹ کس بات کی دوں میں تم لوگوں کو، ایسا کونسا معرکہ میرے ہاتھوں انجام پایا ہے، جس کی خوشی میں تم لوگ مجھ جیسے غریب بندے کی جیب خالی کروانے کے چکروں میں ہو"۔ حیدر نے حیران ہونے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو غصے سے گھورا۔

"اوئے گنجے خبردار جو خود کو غریب کہا تو پانچ سو روپے جس بندے کی روزانہ کی پاکٹ منی ہو وہ کس اینگل سے غریب ہے اور اگر معرکے کی بات کر رہے ہو تو وہ تین دن پہلے ہونے والی تمہاری منگنی ہے"- آکاش جو پہلے فون کے ساتھ لگا ہوا تھا، حیدر کے معصومیت سے کہنے پر پھٹ پڑا، اس کی اداکاری اسے ایک آنکھ نہی بھائی تھی -

"آکاش تم بھی ان کے ساتھ مل گئے ہو بہت افسوس ہوا دیکھ کہ "- حیدر نے آکاش کے بولنے پر مصنوعی افسوس کا اظہار کیا-

"بلکل میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔۔۔بلکہ یوں کہو کہ یہ میرا ہی مشورہ ہے "- آکاش نے اس کے علم میں مزید اضافہ کیا-

"افففف ظالم تم سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔تم مجھے دھوکا دے سکتے ہو یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا "-وہ آنکھوں میں شرارت سموئے بولا تھا انداز اسے تپانے والا تھا-

"چپ ابے ایکٹر۔۔۔یہ فضول ڈائلاگز بھابی کے سامنے بولنا تاکہ کچھ اثر بھی ہو ۔۔۔یہاں بولنے کا کوئی فائدہ نہیں "- اس نے اس کی حیدر کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا-

تم کنجوس انسان کبھی خوشی سے بھی ہاں کر دیا کرو۔۔۔اللہ بخشے میری دادی کو کہا کرتی تھیں کہ کم بالوں والے لوگ بہت کنجوس ہوتے ہیں "- فارس نے اس کو چھڑتے ہوئے کہا جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ کی طرح بھڑک اٹھے گا-

"اوئے تمہاری یہ مرحوم دادی کتنے فرمان جاری کر کے گئیں تھی ایک ہی بار سنا دے۔۔۔اور ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ہر فرمان میرے حوالے سے ہی کیوں ہوتا۔۔۔حالانکہ مجھے تو اتنی نیک روح سے ملنے کا کبھی اتفاق بھی نہیں ہوا "- حیدر نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تھا -آکاش اور فرحان کا ہنس ہنس کہ برا حال ہو گیا تھا ان دونوں کی کھٹی میٹھی باتوں پر وہ اور فرحان ہمیشہ ہنس ہنس کے بیک گراؤنڈ میوزک دیتے تھے بقول حیدر کے-

"بس یار اپنی اپنی قسمت۔۔۔۔۔تمہاری قسمت اتنی اچھی نہیں ہے کہ تمہیں ان سے ملنے کا شرف حاصل ہوتا "- فارس نے مصنوعی افسوس کا اظہار کیا-

"مجھے ان سے ملنے کا کوئی شوق بھی نہیں تھا۔۔۔مجھ سے ملے بغیر اتنا کچھ کہہ گئیں میرے بارے میں اگر ملاقات ہو جاتی تو ان کا کیا بھروسہ تھا مجھ پر دو تین کتابیں ہی لکھ جاتیں "- حیدر کا انداز صاف مزاق اُڑانے والا تھا-

اللہ بخشے میری دادی کو کہا کرتی تھیں کہ منہ پھٹ اور بدتمیزوں کے منہ کبھی مت لگا کرو اپنا ہی وقت ضائع ہوتا "- فارس بھی کہاں ہار ماننے والوں میں سے تھا وہ جب تک اُس کو مکمل زچ نا کر لیتا تھا اس کو چین نہیں ملتا تھا-

"تمہاری دادی اگر مر نا گئی ہوتی تو آج میں ان کا قتل ضرور کر دیتا۔۔۔پھر چاہے مجھے پھانسی ہی کیوں نا ہو جاتی "- حیدر کی برداشت جواب دیتی جارہی تھی-

"بس کر دو یار کیا فضول کی ہانکتے رہتے ہو تم لوگ۔۔۔آکاش نے بمشکل اپنی ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے کہا-

"یہ ہانکتا ہمیشہ۔۔۔میں تو بولتا بھی نہیں "-فارس نے حیدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا-

"تم پہلے بکواس کرتے ہو تو میں بولتا ہوں نا"-حیدر نے فارس کے شانے پہ ایک مکا مارتے ہوئے کہا-

"یار تیرا ہاتھ ہے کہ ہتھوڑا۔۔۔اتنی زور سے مارتے ہو۔۔۔لگتا کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی "- فارس نے اسے گھورتے ہوئے اپنا شانہ سہلایا-

"چپ کرو تم لوگ۔۔۔ہاں تم بتاو کب دے دی ہو ٹریٹ؟ "- آکاش نے ان دونوں کو ڈپٹا اور حیدر سے پوچھا جو بڑے ریلکس انداز میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا-

"ابھی میں نے سوچا نہیں "- وہ شان بے نیازی سے کہتا ہوا وہاں سے اٹھنے لگا-

"بیٹھ ادھر چپ چاپ۔۔ٹریٹ تو تیرا باپ بھی دے گا "- فارس نے اسے کھینچتے ہوئے پھر بیٹھا لیا-

"تو پھر میرے باپ سے ہی لے لو میں تو نہیں دینے والا"- وہ بھی اُن کا ہی دوست تھا-

"میں اپنی گن کی ساری کی ساری گولیاں تم پہ ویسٹ کر دوں گا یاد رکھنا"- آکاش نے اُسے دھمکی کی-

"ہاہاہاہا یہ اچھا طریقہ بلیک میل کرنے کا۔۔مگر میں ایمپریس نہیں ہوا زرا بھی "- حیدر نے قہقہ لگاتے ہوئے کہا-

"ہمممم تو تم نہیں دو گے"- اُن تینوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کا کچھ اشارے کیے-

"کیا کرنے لگے ہو تم لوگ"- حیدر نے فوراً مشکوک نظروں سے اُن کو دیکھا-

"تیری بینڈ بجانے لگے ہیں "- وہ اُس کی طرف بڑھے-

حیدر نے ٹریٹ سے بچنے کے لئے ہزاروں عضر پیش کیے،مگر وہ تینوں بھی ایک نمبر کے ڈھیٹ تھے، انہوں نے اس سے ہاں کروا کر ہی دم لیا

"آکاش تم واپس کب جا رہے ہو؟"- فارس نے آچانک آکاش سے سوال کیا تو وہ چونک پڑا موبائل کی سکرین سے نظریں ہٹا کر دیکھا-

"پرسوں جا رہا ہوں" آکاش نے مختصر جواب دیا وہ کچھ افسردہ نظر آرہاتھا-

"تمہاری چھٹی اتنی مختصر کیوں ہوتی ہے یار؟ اور اس بار تو تم بس ایک ہفتے کے لئے آئے ہو"- حیدر نے اس کے اداس چہرے کی طرف کھوجتی ہوئی نظروں سے دیکھتے پوچھا وہ خود بھی کچھ افسردہ ہو گیا تھا-

"بس ڈئیر حالات بہت خراب ہیں میجر صاحب کا فون آیا جانا تو پڑے گا،شاید کسی مشن پہ جانا ہے"- وہ فون کو پاکٹ میں رکھتے ہوئے بولا-

"اللہ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور اسے دشمنوں کی بری نظر سے محفوظ رکھے"- فارس نے کہا تو بے ساختہ ان تینوں کے منہ سے آمین نکلا-

****

کچھ خاص دِلوں کو عشق کے الہام ہوتے ہیں

محبت معجزہ ہے اور معجزے کب عام ہوتے ہیں

وہ سب اِس وقت یونیورسٹی سے بنے کچھ فاصلے پر بنے ریسٹورنٹ میں جمع تھے- حیدر نے ان کو اپنی منگنی کی ٹریٹ دی تھی ، آکاش کے علاوہ وہ تینوں خوب ہلاگلا

کر رہے تھے- آکاش کا سارا دیہان اپنے فون کی جانب تھا، جہاں وقفے وقفے سے فاطمہ کے مسجز آرہے تھے- فاطمہ اس کی کزن ہونے کے ساتھ ساتھ منگتر بھی تھی- چند مہینے پہلے گھر والوں کی رضا سے دونوں کی منگنی ہوئی تھی- فاطمہ اس کو پسند بھی کرتی تھی، مگر آکاش کے دل میں ابھی تک اس کے لئے کوئی خاص جزبہ نہیں تھا، مگر پھر بھی وہ سارا دن اس سے بات کرتا تھا، وہ اگر اسے پسند نہی تھی تو نا پسند بھی نہیں تھی -

اس وقت بھی وہ دونوں اِ سی بات پر بحث کر رہی تھی- فاطمہ اس سے بار بار پوچھ رہی تھی کہ وہ اس سے پیار کرتا ہے کہ نہیں وہ اسے شادی کے لئے بھی فورس کر رہی تھی،مگر آکاش کا ابھی شادی کا کوئی پلان نہیں تھا- اس لیے وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا، جس پر وہ ناراض ہو رہی تھی -آکاش کے پاس اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا -

"یار بس بھی کر دے چھوڑ بھی دے اِ س سیل فون کی جان جب دیکھو اِ سی میں گھسے رہتے ہو"- حیدر نے اس کے ہاتھ سے سیل فون چھینتے ہوئے کہا تو وہ جو بڑا مگن سا بیٹھا تھا ، ہڑبڑایا اور پھر اسے گھورنے لگا تو جواباً حیدر نے دانتوں کی نمائش

کی، باقی دونوں بھی ہنسنے لگے تو آکاش نے ان کو مکمل نظرانداز کرتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی -

"چلو کیپٹن گانا سناو"- فارس نے نئ فرمائش کی تو باقی دونوں نے بھی اس کی تائید کی وہ اس کے فورس کرنے لگے مگر وہ ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا -

"نا تنگ کرو پلیز میں پہلے ہی پریشان ہوں، مزید موڈ نا خراب کرو میرا"- وہ ان کو ٹالنے والے انداز میں بولا -

"خدا کے فضل سے آپ کا موڈ تو ہمیشہ ہی خراب رہتا یہ کونسی نئ بات ہے،اب شرافت سے سناو"- حیدر نے طنزیہ کہا مگر وہ زرا بھی ٹس سے مس نا ہوا -

"کیپٹن پلیز سناو"- حیدر نے ضدی لہجے میں کہا

"تمہاری شادی پر سناوں گا وعدہ رہا"- اس نے حیدر کو چھیڑتے ہوئے کہا انداز جان چھڑانے والا تھا -

"تم سنا رہے ہو یا نہی"- وہ تینوں غصے سے اس کی طرف بڑھے، تیور خاصے جارجانہ تھے -

فریال نےشور کی آواز پر گردن موڑ کر ان کی طرف دیکھا، تو دیکھتی رہ گئ اپنے فرینڈز سے بچتا ہوا وہ بہت معصوم نظر آرہا تھا- وہ یک ٹک اس کی طرف دیکھنے لگی

آکاش کو اپنے چہرے پر کسی کی نگاہوں کی تپش محسوس ہوئی تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگا سامنے ہی وہ بیٹھی تھی ،دونوں کی نگاہیں ملی فریال گڑبڑا گئی، اگلے ہی لمہے وہ سیدھا ہو کہ بیٹھ گیا،فریال کو مکمل نظر انداز کر دیا فریال کتنی ہی دیر اس کی طرف دیکھتی رہی، اس کی سیاہرات سی گہری آنکھوں میں اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا، محبت کے ننھے سے پودے نے زمین سے اپنا سر باہر نکالا اور اردگرد کی گیلی اور زرخیز زمین نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا- فریال نے خود کو ایک عجیب سے احساس سے دوچار پایا، اپنےاردگرد اسے جگنو چمکتے ہوئے محسوس ہوئے،دل نے ایک الگ ہی لے میں دھڑکنا شروع کر دیا تھا ، محبت کے میٹھے احساس نے اسکے دل میں گدگدی کی جس سے ایک الگ ہی قسم کا سرور اور لطف حاصل ہوا -

فریال نے ڈرتے ڈرتے پیچھے مڑ کہ دیکھا تو ساکت رہ گئی، وہ ٹیبل خالی تھے جہاں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا- اس کے دل کو کچھ ہوا،ابھی تو ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں تھا، دل کو قرار بھی نہی ملا تھا، دل ملے بھی نہیں تھے اور جدا ہو گئے تھے، فاصلے کم ہونے سے پہلے ہی بڑھ گئے تھے- وہ چلا گیا تھا، ناجانے کہاں وہ کیسے ڈھونڈے گی اسے کچھ بھی تو نہیں جانتی تھی اس کے بارے میں، کون تھا، کہاں سے آیا اور کہاں گیا -

"او ہیلو محترمہ کن مراقبوں میں گم ہو، اٹھو کلاس نہیں لینی کیا؟"- وہ جو سوچوں کی وادی میں ناجانے کہاں بھٹک رہی تھی، ایک دم چونکی افشاں نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا-

"چلو جلدی میم کلاس میں اگئی ہیں"- ابھی ندا کا میسج آیا زنیرہ نے سیل فون بیگ میں رکھتے ہوئے کہا، تو وہ بے دلی سے ان کے ساتھ چل پڑی-

"دو بج گئے ہیں بہن زرا جلدی چلو"- وجیہہ نے چلتے ہوئے اسے ٹوکا دیا تو وہ رک کر اسے دیکھنے لگی-

"اچھا کب۔۔۔۔۔؟"- بے ساختہ ہی منہ سے نکلا-

"جب تم اپنے خیالوں کی دنیا میں لینڈ کر چکی تھی، اب جلدی چلو "- افشاں نے طنزاً کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی-

****

اے چاند

جب وہ تیری طرف دیکھیں

توانہیں کچھ یاد دلانا

مدھر سے کچھ گیت سنانا

اور کہنا۔۔۔۔۔ !

تمہیں کوئی یاد کرتا ہے

تیری آرزو

تیری امید کرتا ہے

کوئی آج بھی تجھے دیکھ کر

سانس لیتا ہے

رات دھیرے دھیرے بھیگتی جا رہی تھی- وہ لان میں لگے جھولے پر بیٹھی سوچوں میں مگن تھی- دل میں دور دور تک یرانی اور یاسیت نے ڈھیرے جمائے ہوئے تھے- اسے ہر چیز بھی اپنی طرح اداس اور چپ چپ لگی اس نے پاؤں گھاس پہ رکھے تو ایک عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہوا مگر دل میں جلتی بھڑکتی آگ پر اس ٹھنڈک نے کوئی اثر نا کیا- ایک انسو کا قطرہ چپکے سے پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر آیا جسے اس نے بڑی بے دردی سے صاف کیا ابھی تو ٹھیک طرح محبت کو محسوس بھی نہی کیا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ کے لئے دور چلا گیا -

کیا ایسا ہوتا کہ ایک انسان کو ہم ایک دفعہ دیکھیں اور اس کی محبت میں گرفتار ہو جائیں، ہر پل ہر لمہہ ہم اس کو یاد کریں اس کے سوا کسی اور کا خیال تک نا آئے

مگر وہ انسان ان سب سے بلکل بے خبر ہو سے کچھ بھی پتہ نا ہو کتنے خوش نصیب ہوتا ہیں وہ لوگ جن سے کوئی پیار کرتا ہے، جن کو کوئی یاد کرتا ہے ہر پل ہر لمہہ ان کو سوچتا ہے اور وہ ہر پل ہی اس بے خبر رہتے ہیں، کس قدر بے بسی کا عالم ہوتا یہ انسان چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا وہ اپنے خیالات اپنے اظہارات اس سے شئیر بھی نہیں کر سکتا۔

ہم تیرے وہم و گمان میں بھی نہی

اور تو لفظ لفظ ہمیں یاد ہے

فریال نے ایک نظر چاند پر ڈالی جو اپنے پورے جوبن پر تھا روشنی اس قدر تیز تھی کہ اس کی آنکھیں چندھیا گئیں ان میں پانی بھر آیا،چاند کتنا خوبصورت تھا، یا شاید پیار کرنے والوں کو چاند یونہی خوبصورت لگتا، وہ ان کے دل کی باتیں ایک دوسرے تک پہنچاتا۔

"پلیز اسے کہو کہ میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں، تم مجھے ایک بار بس ایک بار مل جاؤ،میں تم سے وہ ساری باتیں کروں گی جو میرے دل میں ہیں اور تمہیں بتاوں گی کہ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں، میں تمہیں بتاوں گی کہ تمہاری سیاہ طلسمی آنکھوں نے مجھے تنا تڑپایا ہے، میرا چین قرار سب چھین لیا، تمہارے چہرے کی

معصومیت نے مجھے دیوانہ بنا دیا اور تم سے ملنے کے بعد ایک بھی پل ایسا نہیں جس میں تمہیں میں نے یاد نہیں کیا پلیز تم اس سے کہو" وہ چاند سے مخاطب تھی- اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ یہ سب یوں کہہ رہی تھی جیسے اسے لگا کہ چاند جا کہ یہ سب اس کو بتائے گا اور وہ واقعی اس سے ملنے آجائے گا

وہ کچھ دیر چاند سے اس کی باتیں کرتی رہی، اور پھر نا جانے کب نیند کی دیوی نے اسے اپنے بانہوں میں بھر لیاوہ وہیں جھولے سے ٹیک لگائے نیند کی آغوش میں خوابوں کی دنیا میں اتر گئی، جہاں وہ اس کے ساتھ تھا پلیکں بچھائے اس کا منتظر کتنا خوبصورت لگ رہا تھا- وہی سیاہ طلسمی آنکھیں جو مقابل کو زیر کرنے کا ہنر رکھتی تھیں- وہ بڑی محویت سے اسے تکنے لگی تو وہ ایک دم مسکرایا، مسکراتے ہوئے دائیں گال میں ایک ننھا سا گھڑا ابھرا سیاہ طلسمی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی کتنی خوبصورت تھی اس کی ہنسی، وہ کھو سی گئی -

"تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟"- فریال نے اس کی سیاہ طلسمی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اداسی سے سوال کیا ،مگر وہ بنا کوئی جواب دئے چپ چاپ اس کے صبیح چہرے کو تکتا رہا -

****

آکاش نے گھڑی کی جانب دیکھا رات کے دو بج رہے تھے لیپ ٹاپ پر مسلسل کام کرنے سے اس کی آنکھیں درد کرنے لگیں تھی- اس نے زور سے ان کو میچا، اور ایک بھر پور انگڑائی لی

لیپ ٹاپ کشٹ ڈاؤن کرنے کے بعد لائٹ آف کرنے لگا، تو ناجانے دل میں کیا آیا وہ بیڈ سے اتر کر کھڑکی کی طرف آیا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اس کا منتظر ہو اس نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کا ایک پٹ وا کیا تو نظریں سیدھی چاند سے ٹکرائیں، اور کب سے اس کا منتظر چاند اسے دیکھ کر مسکرایا اور اس مسکراہٹ میں کسی کے کئی پیغامات تھے- ایک جاندار سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی، آنکھوں کی چمک اس حد تک بڑھ گئی کہ یوں محسوس ہوا جیسے ان میں دیے جلائے ہوں کسی نے اسے یاد کیا تھا، دل کی گہرائیوں سے، کبھی کبھی ہم اس چیز کو حقیقت مان لیتے ہیں جس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہی ہوتا اور جس کا وجود ہوتا وہ اس غیر حقیقی چیز کے پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہے اور بظاہر اپنا وجود کھو جاتی ہے - آکاش کے دل میں ایک خوشگوار سا خیال آیا اور ایک نام بڑے پیار سے اس کے ہونٹوں سے جدا ہوا تھا -

"فاطمہ۔۔۔۔۔ -"

فریال کی آنکھ کھلی اس کا تنفس تیز تیز چل رہا تھا- سارا جسم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا دل کی دھڑکنیں بھی منتشر ہو چکی تھیں- ایک درد اٹھا تھا دل میں یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے نیزہ چھبو دیا ہو وہ حیران پریشان سی سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ آخر کیا ہوا تھا-

****

"ہاں بھئی شہباز خان کیا بنا رہے ہو ہر طرف دھواں پھیلا رکھا ہے؟"- صوبیدار فاروق خیمے کے پچھلے حصے کی طرف آئے تو فضا میں چہار سو پھیلا دھواں دیکھ کر پوچھنے لگے- ان کو کھانسی شروع ہو گئی تھی- دھوئیں کے زہریلے مادے جونہی سانس کے ذریعے اندر گئے تو فوراً اپنا اثر دکھانے لگے- صوبیدار فاروق نے دھوئیں کے وسط میں لکڑیوں پر کچھ پکاتے شہباز خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا جو خود بھی مسلسل کھانس رہے تھے-

"سر جی چائے بنانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر ابھی تک قہوہ بھی نہیں بن پایا، لکڑیاں گیلی ہیں جس کی وجہ سے آگ جلانے میں دقت ہو رہی ہے"- شہباز خان نے اپنے مخصوص پٹھانوں والے لہجے میں جواب دیا- ان کا تعلق خیبر پختونخواہ تھا-

اس لئے ان کا لہجہ اور ہلیہ دونوں پٹھانوں والے تھے- آرمی یونیفارم میں ان کا حلیہ تو چھپ گیا تھا مگر لہجہ چھپانے میں وہ ناکام تھے -

"خان صاحب اتنی دیر میں تو پائے بن جاتے ہیں جتنی دیر آپ چائے بنانے میں لگا رہے"- ہیں صوبیدار فاروق نے کھانستے ہوئے کہا شہباز خان اٹھ کر ان کے پاس آن کھڑے ہوئے -

"سر جی لکڑیاں گیلی تھیں سوکھی لکڑیاں نہیں مل رہی تھیں تو گیلی ہی کاٹ کر لانی پڑیں اسی لئے آگ نہیں جل رہی"_ شہباز خان صوبیدار فاروق کے ساتھ چلتے ہوئے خیمے کے اگلے حصے کی طرف اگئے، جہاں دوسرے سپاہی ٹولوں کی صورت میں ادھر ادھر خوش گپیوں میں مگن تھے -

"سر جی آپ چائے پئیں گے؟"- شہباز خان نے سر پر پہنی کیپ کو ہاتھ میں لیتے ہوئے صوبیدار فاروق سے پوچھا، جن کے ہاتھ میں دور بین تھی جس کی مدد سے وہ ارد گرد کا جائزہ لے رہے تھے -

یہ سوات کا علاقہ تھا چاروں طرف بلند پہاڑوں میں گرا ہوا کیا، پتہ دشمن کہاں گھات لگائے بیٹھا ہو اور کسی بھی وقت حملہ آور ہو جائے اسی لئے چوکنّا رہنا ضروری تھا -

"ارے خان صاحب ہم چائے ضرور پئیں گے، مگر بنے تب نا اور ہم اکیلے نہی پئیں گے، کپتان صاحب کے ساتھ پئیں گے"- صوبیدار فاروق نے دور بین سے نظریں ہٹا کر مسکراتے ہوئے جواب -

ہاں سر جی کپتان سر کو بھی باہر بلائیں نا وہ تو ہر وقت اکیلے ہی رہتے ہیں، ویسے میں نے غور کیا جب سے ان کی منگنی ہوئی ہے وہ ایسے ہی چپ چپ رہتے ہیں کوئی ہلہ گلہ بھی نہی کرنے دیتے پتہ نہیں کیا بات ہے؟"- شہباز خان کو اچانک یاد آیا تو پوچھنے لگے -

"یہ بات تو میں نے بھی آبزرور کی ہے کہ کپتان صاحب منگنی کے بعد سے کچھ بدل گئے ہیں خیر تم چائے بناو میں دیکھتا ہوں ان کو"- صوبیدار فاروق نے ان کا دیہان چائے کی طرف مبزول کروایا تو وہ بھی چونکے چائے کو تو وہ بھول ہی گئے تھے چائے کے چکروں میں کہیں قہوے سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں وہ فوراً پیچھے کی طرف بھاگے- صوبیدار فاروق ان کی اس حالت پہ مسکرائے اور خیمے کا پردہ اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہوئے سامنے ہی کیپٹن آکاش ربانی خیمے کی اندرونی دیوار سے ٹیک لگائے ٹانگیں پھلائے نیم دراز تھے- ہاتھ میں موبائل تھام رکھا تھا- جس پر انگلیاں بڑی تیزی سے متحرک تھیں- چہرے پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ تھی

ان کے پاس ہی چٹائی پر کارڈلیس رکھا تھا ساتھ ہی چند کتابیں اور موبائل کا چارجر بھی پڑا ہوا تھا -صوبیدار فاروق نے شرارتی نظروں سے ان کی طرف دیکھا ہ سمجھ گئے تھے- کہ کپتان صاحب اس وقت کس سرگرمی میں مصروف ہیں -

"اسلام و علیکم سر"-صوبیدار فاروق نے سلیوٹ مارتے ہوئے کہا تو کیپٹن آکاش نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا -

"وعلیکم سلام.! جی صاب کیا سیچو ئشن ہے؟"- انہوں نے صوبیدار فاروق کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا -

"سب ٹھیک ہے سر"- وہ مودب لہجے میں بولے کچھ دیر تک دونوں طرف خاموشی چھائی رہی صوبیدار فاروق ان کی طرف دیکھتے رہے -

"آپ ایسے کیا دیکھ رہے ؟"- کیپٹن آکاش نے مصنوعی غصے سے پوچھا -

"سر میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جب سے آپ کی منگنی ہوئی ہے آپ موبائل میں ہی گم ہو گئے بھلا آپ کی منگنی اور موبائل کا کیا کنکشن"- صوبیدار فاروق شرارتی لہجے میں بولے -

"صاب"-۔۔۔۔کیپٹن آکاش نے ان کو گھورا-

"حاضر جناب"-۔۔۔وہ فوراً مودب ہوئے نگاہیں جھک گئیں مگر ان میں شرارت ہنوز قائم تھیکیپٹن آکاش نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی -

"باز آجائیں آپ۔۔۔میری منگنی اور فون کا کوئی کنکشن نہی ہے میں تو ویسے ہی گوگل پر کچھ سرچ کر رہا تھا"- کیپٹن آکاش نے فون کو سائیڈ پر رکھتے ہوئے ان کو مطمئن کرنا چاہا -

"ویسے سر گوگل بھی ایسی کونسی فنی ایڈز اتی ہیں؟ جو آپ اتنا مسکرا رہے تھے"- ان کی رگ شرارت دوبارہ پھڑکی تو کپتان صاحب نے اب کی بار سچ میں ان کو گھورا جس پر وہ فوراً سر جھکا گئے -

"صوبیدار صاحب یہ باہر شور کیوں ہے اتنا کیا ہو رہا ؟"- کیپٹن آکاش کا اشارہ باہر سے آنے والی آوازوں کی طرف تھا -

"وہ سر آپ کی منگنی کی خبر ہمارے جوانوں کو کچھ دن پہلے ملی ہے تو وہ اس خوشی میں ہلا گلا کر رہے ہیں -"

"اور یہ ڈھول کہاں بج رہا ہے؟" وہ حیران ہوئے -

"وہ سر یہ ڈھول نہی صندوق بج رہا ہے"- صوبیدار فاروق نے مسکراتے ہوئے ان کو خبر دی -

"کون بجا رہا یہ ؟" انہوں نے دلچسپی سے پوچھا –

"لیفٹیننٹ شہریار بجا رہے ہیں"- سر صوبیدار فاروق نے باہر کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا

شہریار کو کوئی ایسا بھی کام ہے جو نہی آتا کیپٹن آکاش کے چہرے پر بہت گہری مسکراہٹ تھی –

"سر آپ بھی آئیں نا باہر کچھ انجوائے منٹ ہو جائے گی اور ساتھ ہی چائے بھی پئیں گے ، شہباز خان چائے بھی بنا رہا ہے"- صوبیدار فاروق نے ڈرتے ڈرتے پوچھا مبادا کپتان صاحب غصہ ہی نا ہو جائیں کیونکہ جب سے وہ واپس آئے تھے تنہائی پسند ہو گئے تھے، اور شورو غل سے چڑنے لگے تھے –

"ہاں ہاں کیوں نہیں میں بھی آ رہا ہوں"- کیپٹن آکاش نے فون کو اٹھاتے ہوئے کہا جہاں بار بار بپ ہو رہی تھی –

"آجائیں سر جوان آپ کا انتظار کر رہے ہیں وہ آپ کو منگنی کی مبارک باد بھی دینا چاہتے ہیں"- صوبیدار فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا اور خود باہر نکل گئے جہاں محفل جمی ہوئی تھی –

کچھ دیر بعد کیپٹن آکاش بھی باہر نکل آئے تو سب جوانوں نے ان کو دیکھتے ہی ہوٹنگ کرنا شروع کر دی- ارے یہ کیا کپتان صاحب تو شرما رہے تھے- یہ معجزہ کب ہوا کپتان صاحب کو شرم بھی اتی تھی منگنی ہوتے ہی یہ کرشمہ ہو گیا شادی کے بعد اب پتہ نہی کیا کیا ہونا تھا-

****

پہلے ماں سے کچھ پوچھا تھا
پاؤں میں باپ کا جوتا تھا
کیا چال میں خوب روانی تھی
کاندھے پہ نئ جوانی تھی
جس کام سے چلے ہیں چہرے سے
وہ کام ضروری لگتا ہے
آنکھوں میں دیکھا جب اس نے
وہ پیغام ضروری لگتا ہے
کتنا پیارا ہو گا وہ بھی
جس کے لئے سارا کرتا ہے

تیرا ہی سہارا ہے اس کو
باقی کو سہارا کرتا ہے
یہ بندے مٹی کے بندے
یہ جھنڈے مٹی کے جھنڈے
یہ جائیں اونچے تارے تک
چاند کے پار کنارے تک
یہ بندے مٹی کے بندے
یہ جھنڈے مٹی کے جھنڈے
یہ بندے مٹی کے بندے

کیپٹن آکاش کانوں میں ہینڈ فری لگائے بڑے مگن انداز میں یی نغمہ سن رہے تھے- اس وقت ان کا دل وطن کی محبت سے لبریز تھا- ویسے تو وہ ہر وقت وطن کی محبت میں ڈوبا رہتا مگر اس وقت کچھ الگ ہی احساسات تھے- ان کا چہرہ جزبات کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا- وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اپنے وطن سے عشق تھا- وہ وطن سے محبت عبادت سمجھ کر کرتے تھے جن کی زندگی کا نصب العین ہی شہادت تھی- وہ غازی بن کر جینا چاہتے تھے یا شہید ہو کر مرنا چاہتے تھے -

باز پروں سے کب اڑتا ہے

باز کا دل ہے جو اڑتا ہے

تیز ہوا سے ڈرنا کیسا

دل ہے ایسے کب مڑتا ہے

ان کا دل اب زور زور سے دھڑک رہا تھا- ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی پورے جسم، میں سچ ہے وطنی کی محبت سے بڑھ کر کسی اور محبت میں اتنا دم نہیں -

ان کے اپنے کوئی نام نہیں

اک نام کے سارے پکے ہیں

ہر گھر میں انکے رہتی ہے

اک ماں ہے جس کے بچے ہیں

جب رات اکیلی ہو آئی

یہ تب سورج کے ساتھ رہے

جب مشکل بھی ہو گھبرائی

ان کے ہاتھوں میں ہاتھ رہے

نغمے کے اگلے بول ان کے کانوں میں گونج رہے تھے

یہ بندے مٹی کے بندے
یہ جھنڈے مٹی کے جھنڈے
یہ جائیں اونچے تارے تک
چاند کے پار کنارے تک
یہ بندے مٹی کے بندے
یہ جھنڈے مٹی کے جھنڈے

نغمہ اب ختم ہو چکا تھا- انہوں نے ہینڈ فری اتار کر سائیڈ پر رکھ دیے- اس وقت وہ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے شہادت کی خواہش ایک بار پھر شدت سے ان کے دل میں ابھری دور آسمانوں پر خدا اپنے بندے کے اس پاگل پن پر مسکرایا-

****

فاصلوں کی فکر میں کیوں کروں بھلا
بہت دور رہ کر بھی میرے پاس ہے کوئی
اس سوچ میں ڈوبا ہے بہت دیر سے میرا دل
کیا اُس کے دل میں بھی ایسا احساس ہے کوئی
اُس کی نظروں سے بنا میری سانسوں کا تسلسل

اِس طرح میری زندگی کی آس ہے کوئی
اُس کا اگر جو پوچھنا تو بس اتنا ہی جان لو
بہت خاص بہت خاص ہے میرے لئے کوئی
جو جا رہا ہو تو یہ بھی اسے جا کہ کہنا کہ
اس کے بنا اس شہر میں بہت اداس ہے کوئی

وہ گم سم سی سامنے رکھی ڈائری پہ نظریں ٹکائے بیٹھی تھی- دیہان ان لفظوں میں کہیں اٹک گیا تھا- جو کچھ دیر پہلے اس نے ڈائری پہ اتارے تھے- زنیرہ نے نوٹس بناتے ہوئے اچانک اس کی طرف دیکھا جو جسمانی طور پر تو وہیں تھی مگر اس کی سوچ کا پنچھی ناجانے کہاں محوِ پرواز تھا-

"اے زندہ ہو کیا۔۔۔؟"- زنیرہ نے اسے ہلایا تو وہ چونکی غائب دماغی سے اس کی طرف دیکھنے لگی- کچھ دیر ایسے ہی دیکھنے کے بعد وہ بنا کچھ کہے نظریں پھر سے ڈائری پر جما لیں تو ان سب نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا- زنیرہ نے اس کے سامنے رکھی ڈائری اٹھا لی اور زیر لب اس پہ لکھی پوئٹری پڑھنے لگی وہ چپ چاپ میز کی چمکتی سطح کو گھورتی رہی-

"تو یہ پڑھائی ہو رہی ہے۔۔۔؟"- زنیرہ کا اشارہ اس کی اس سرگرمی کی طرف تھا جس کو وہ کافی دیر سے انجام دے رہی تھی -

وجیہہ نے زنیرہ کے ہاتھ سے ڈائری لی اور پڑھنے لگی -

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا یہ کیا فضول کام کر رہی ہو۔۔۔؟پیپر سر پہ ہیں اور یہ محترمہ شاعری کرنے میں مصروف ہیں حد ہوتی ہے لاپرواہی کی بھی یار۔۔۔"- وجیہہ کو تو اس کی یہ حرکت گہرے صدمے میں مبتلا کر گئی تھی-بھلا پیپرز کے دنوں میں ایسے چونچلے کس کو سوجھتے ہیں -

اس نے کسی کی بات کا کوئی جواب نہی دیا تھا-اس کی پوزیشن میں بھی کوئی فرق نہی آیا تھا-نا ہی نگاہوں کا ارتکاز کہیں ادھر ادھر ہوا تھا- فرق بس اتنا تھا کہ اس کی آنکھوں سے انسو نکل کر ٹیبل کی چمکیلی سطح پر گر رہے تھے اور اس کو داغ دار کر رہے تھے- اس کا سر ابھی بھی جھکا ہوا تھا -

"فری کیا ہوا؟۔۔۔۔رو کیوں رہی ہو۔۔۔؟"۔افشاں کو اسے روتے دیکھ کر فکر لاحق ہوئی باقی بھی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں -

وہ بنا کچھ کہے رونے لگی تو ان تینوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ،لائبریری میں موجود کچھ سٹوڈینٹس نے گردنیں موڑ کے ان کی طرف دیکھا تھا - تو زنیرہ کو ماحول کی

گھمبیریت کا احساس ہوا اس نے فورا اٹھتے ہو فریال کا بازو پکڑا تو وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھنے لگی اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سمجھ گئی- اٹھ کہ اس کے ساتھ باہر اگئی باقی دونوں بھی اپنی چیزیں سمیٹ کہ ان کے پیچھے لپکیں -

"کیا ہو گیا تمہیں۔۔۔؟کیوں اس طرح رو رہی ہو؟"- زنیرہ نے لان میں اتے ہی پوچھا تو وہ وہیں گھاس پر بیٹھ گئی رونے میں شدت اگئی -

"فری بتاو تو سہی ہوا کیا آخر اس طرح رونے کی کوئی تو وجہ ہو گی نا؟"- وہ پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی -

"فری بولو بھی کیوں پریشان کر رہی ہو ہم سب؟"- کووجیہہ نے غصے سے پوچھا جو تب سے لب سیئے بیٹھی تھی -

"کچھ نہیں ہوا۔۔۔"- وہ اتنی دیر بعد بولی بھی تھی تو کیا ان تینوں نے سر پیٹ لیے -

"تو رونے کا شغل کس خوشی میں فرما رہی ہیں؟"-آپ افشاں نے دانت پیستے ہوئے پوچھا- دل تو چاہ رہا تھا دو تین رکھ کے لگائے

اور پھر اس نے ہچکیوں کے درمیان بمشکل جو بات ان کو بتائی اس نے ان تینوں کو سن کر دیا وہ ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں جو اب ٹشو سے اپ ا چہرہ صاف کر رہی تھی انسو ایک تواتر سے اس کی آنکھوں سے رواں دوا ں تھے -

"لو کر لو بات یہ رہ گیا تھا"- افشاں کی حیرت سب سے پہلے ٹوٹی تھی-وہ طنزیہ انداز میں گویا ہوئی تو وہ مزید رونے لگی -

"چپ کرو پلیز۔۔۔۔"-زنیرہ نے افشاں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا -

"کون ہے وہ؟ کیا نام ہے اس کا؟ کہاں رہتا ہے؟ سب کچھ تفصیل سے بتاو"-زنیرہ نے اس کی بھیگی پلکو ں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا -

"مجھے کچھ بھی نہیں پتہ یار۔۔۔۔"- وہ سر کو گھٹنوں میں رکھتے ہوئے بولی -

"تو دیکھا کدھر تھا کچھ تو کا بتاو نا؟"- وجیہہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا- وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں ان گنت سوالات تھے جن اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ بے بسی کی حدوں کو چھو رہی تھی -

"اس دن ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا۔۔۔۔"-وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولی -

"پھر۔۔۔"-وجیہہ نے بے چینی سے پوچھا لہجے میں اب اشتیاق بھی تھا

"پھر وہ چلا گیا۔۔۔"-بتانے کا انداز اس قدر معصومیت لئے ہوئے تھا کہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فدا ہو ں یا اسے دو لگائیں- کوئی اتنا بھولا اور معصوم کیسے ہو سکتا -

"حیرت ہے ویسے نا کوئی اتا پتامعلوم اور تو اور نام تک نہیں معلوم اور پیار ہو گیا ۔۔۔۔لو کر لو بات۔۔۔۔۔"-وہ تینوں جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھیں سارا جوش کہیں اڑن چھو ہو گیا تھا -

"اچھا چھوڑو اب یہ سب جو کارنامہ انجام دینا تھا وہ یہ محترمہ دے چکی ہیں اب یہ سوچو کہ اسے کیسے ڈھونڈنا ہے۔۔۔"-زنیرہ کو نئی فکر لاحق ہوئی -

دیکھنے میں کیسا لگتا ہے؟"-۔۔۔وجیہہ نے تجسس سے پوچھا -

"اس کی آنکھیں بہت زیادہ بلیک تھیں۔۔۔۔۔"-وہ اب تک اس کی آنکھوں کے سحر سے ہی نہیں نکل پائی تھی -

"یہ لو۔۔۔۔۔او بہن پاکستان کی پچانوے فیصد عوام کی آنکھیں کالی ہی ہیں اب اس نشانی سے تو ہم ڈھونڈنے سے رہے۔۔۔۔۔"-وجیہہ کا لہجہ صاف مزاق اڑانے والا تھا -

"کچھ اور بھی تو بتاو نا یار۔۔۔۔۔"-زنیرہ کو اب کوفت ہوتی جا رہی تھی -

"اس کا رنگ سفید تھا ، ہائٹ بھی اچھی تھی فرنچ کٹ داڑھی رکھی ہوئی تھی ۔۔۔۔۔"-وہ اپنے حساب سے اندازہ لگاتے ہوئے ان کو بتانے لگی -

"فری۔۔۔۔۔"-زنیرہ نے دانت پیسے -

"تو اور کیا بتاوں یہی دیکھا تھا میں نے۔۔"۔معصومیت کی انتہا تھی -

"تم کچھ مت بتاو۔۔۔۔۔بس چپ چاپ بھول جاو۔۔۔۔۔۔"-افشاں نے آسان سا حل بتایا تو وہ اسے گھور کہ رہ گئی -

"یہ بتاو اس کی کس چیز کو دیکھ کہ پیار ہوا تمہیں؟"- زنیرہ نے دوبارہ پوچھا -

"یہ نہیں مجھے پتہ۔۔۔۔۔"-ازلی معصومیت پھر اڑے اگئی -

"تو مرو پھر نہیں پتا تو۔۔"-وہ از حد تنگ ہوتے ہوئے بولی -

"اچھا میری بات سنو اب۔۔۔۔۔۔"-وجیہہ نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کیا -

"ہم اس ریسٹورنٹ کا گاہے بگاہے چکر لگاتے رہیں گے کیا پتہ وہ پھر آجائے۔۔۔۔۔۔"-اس کی بات بہت ذیادہ تو نہیں مگر کسی حد تک ٹھیک ہی تھی ۔وہ قائل ہو گئیں اب اور کوئی حل بھی نہیں تھا -

فریال چپ چاپ گھاس پہ نظریں جمائے بیٹھی رہی دل خون کے انسو رو رہا تھا -

****

فریال یونیورسٹی سے گھر لوٹی تو سوا تین ہو رہے تھے-آج دو کلاسز تھی اس لئے وہ جلدی آگئی تھی- ورنہ تو پانچ بجے سے پہلے آنا ناممکن تھا- اس نے اتے ہی کپڑے چینج کیے کیونکہ ماما کو اس کی یہ حرکت سخت ناپسند تھی کہ وہ اتے ہی کچن میں بنا چینج کئے گھس جاتی، بقول ان کے یہ اخلاقیات کے خلاف ہے- اس لئے اس نے اب اپنی روٹین بنا لی تھی شروع شروع میں اس کو غصہ اتا تھا مگر اب عادت بن چکی تھی- وہ چینج کر کے نیچے آئی تو لاؤنج بلکل خالی تھا-ماما اور شبنم شاید کچن میں تھیں- کیونکہ وہاں سے کھٹ پٹ کی آوازیں آرہی تھیں- وہ دوپٹے کو سنبھالتی کچن میں ہی چلی آئی- اسے دیکھتے ہی شبنم کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی اس نے اسے فوراً سلام کیا تو آسیہ بیگم بھی اس کی طرف متوجہ ہوئیں جو پہلے برتن دھونے میں مصروف تھیں -

"کتنی بار سمجایا کہ جو باہر سے آئے وہ سلام کرے مگر میری یہاں سنتا کون ہے ہر کوئی اپنی مرضی کا مالک ہے"-آسیہ بیگم کو ہمیشہ کی طرح شبنم کا سلام میں پہل کرنا سخت ناگوار گزرا تھا- اس لئے فوراً بول پڑیں تو فریال نے شرمندگی سے سر جھکا لیا- آسیہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئیں -

"آج بڑی جلدی آگئیں آپ۔۔۔؟"-شبنم نے ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے پوچھا تو وہ اسے گھورنے لگی -

"بدتمیز لڑکی۔۔۔۔۔اتے ہی میری انسلٹ کروا دی۔۔۔۔کیا تھا اگر تم اپنی اخلاقیات اس وقت نا جھاڑتی"- فریال نے منہ بناتے ہوئے کہا شبنم ڈھیٹ بنی مسکراتی رہی - فریال شیلف پہ رکھے برتن دیکھنے لگی- برتنوں کے ڈھیر سے لگ رہا تھا کہ کافی کچھ بنا اس کے ذہن میں پہلا خیال کسی مہمان کا آیا -

"ویسے اگر میں نا سلام کرتی تو بھی کونسا آپ نے کر لینا تھا، ہمیشہ کی طرح آپ کو بھول جانا تھا"- شبنم نے اسے شرمندہ کرنا چاہا مگر وہ اس کی بات کو سرے سے ہی نظر انداز کر گئی- شرمندہ تو کیا ہونا تھا -

"ویسے ماما کو کیا ہوا....؟اتنے غصے میں کیوں ہیں؟ خیر تو ہے نا"-فریال اچھل کر شیلف پہ ہی بیٹھ گئی- شبنم نے حیرت سے اس کی یہ بلیوں والی حرکت دیکھی مگر کچھ بولی نا -

"نبیلہ پھوپھو آئی تھیں دوپہر میں بمعہ اپنے لاڈلے سپوت"- شبنم نے اسے اطلاع دی تو اس کے چہرے کے زاویئے بگڑنے لگے-ماما کے خراب موڈ کی وجہ سمجھ میں

اگی تھی- شبنم نے اس کی بیزاریت صاف نوٹ کی وہ چپ چاپ اس کے لئے کھانا نکالنے لگی -

"کیوں آئیں تھی وہ ؟"-فریال نے غصے سے پوچھا، تو شبنم نے ایک بے تاثر نگاہ اس پہ ڈالی- اس کی سمجھ میں نہیں اتا تھا کہ ماما اور فریال کو نبیلہ پھوپھو سے اتنی چڑ کیوں ہے وہ ہمیشہ ان کی آمد سے ناخوش کیوں ہوتی تھیں- اس نے کئی بار سوچا کہ وہ اس کی وجہ دریافت کرے مگر ہر بار فریال کے غصے سے خائف ہو جاتی جو ان کا نام سنتے ہی عود آتا تھا -

"پاپا سے ملنے آئیں تھی، مگر پاپا نہیں اسکے کسی میٹنگ میں تھے، شاید تو کچھ دیر رک کر چلی گئیں"- شبنم نے بریانی پلیٹ میں ڈال کر اس کی طرف بڑھائی جو کچھ دیر پہلے اس نے اوون میں رکھی تھی -

"کہہ رہی تھیں پھر آئیں گی کسی دن آج زرا جلدی میں ہیں"- شبنم اس کو مختصراً اگاہ کر کے خود کٹنگ بورڈ پہ رات کے لئے سبزیاں کاٹنے میں مصروف ہو گئی, ماما کی ہدایت تھی کہ آج سبزیوں کی بجیا پکا لے وہ, اس نے ساتھ ہی چولہے پہ چائے کے لئے پانی بھی رکھ دیا-اس کا سارا دیہان اب کٹنگ بورڈ کی جانب تھا- پانی کچھ ہی دیر میں ابلنے لگا مگر وہ اس کیطرف متوجہ نہیں تھی -

"ہونہہ۔۔۔۔پھر آئیں گی"- فریال نے زور سے پلیٹ میں چمچ پھینکا- اس کا موڈ بری طرح تباہ ہو چکا تھا-شبنم نے حیرت سے بہن کی طرف دیکھا جس نے ابھی بمشکل چند ہی لقمے لئے تھے اور اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ مزید کھانے کا ارادہ نہیں رکھتی-اسے ملال نے آن گھیرا وہ اسے کیوں بتا بیٹھی تھی کم از کم وہ کھانا تو کھا لیتی -

"اپی پلیز۔۔۔۔۔"- وہ کام چھوڑ کے بہن کی طرف متوجہ ہوئی جس کا چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا -

"ضرور کسی خطرناک ارادے سے آئی ہوں گی کیونکہ اُن کی آمد کبھی بھی کسی مطلب کے بنا نہیں ہوتی"- وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گئی کچن سے شبنم حیرت اور صدمے سے بت بنی دروازے کی طرف دیکھتی رہی جہاں سے وہ ابھی ابھی نکل کے گئی تھی -

"کیا ہوا اسے اتنے غصے میں کیوں گئی ہے؟"- آسیہ بیگم نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے ہقا بقا کھڑی شبنم کو مخاطب کیا وہ بھی شاید اسے جاتے ہوئے دیکھ چکی تھیں -

"وہ پھوپھو کا سن کے۔۔۔"-شبنم نے لڑکھڑاتی زبان میں بتایا وہ خود کو مجرم تصور کر رہی تھی کیا تھا اگر وہ اتے ہی اُسے یہ بات نا بتاتی -

"پاگل ہے وہ کہہ دو اس کو کہ اب یہ آمد اور روز روز ہونے والی ہے، عادت ڈال لے اب"-آسیہ بیگم نا جانے کیا کہہ رہی تھیں- مگر شبنم کا دیہان روز روز میں ہی اٹک گیا تھا- وہ ماما سے پوچھنا چاہتی تھی کہ ایسا کیوں ہے،ان سب کے پیچھے کیا وجہ ہے مگر ماما کے پتھریلے تاثرات دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کی بجائے لب سیئے کھڑی رہی-چولہے پہ رکھا پانی اب بھاپ بن کر اُڑ چکا تھا-وہ بے دلی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی ماما دوبارہ کچن سے جا چکی تھیں-

****

"ایکسکیوز می سر۔۔۔"- زنیرہ نے میز کو ہاتھ سے بجاتے ہوئے لائبریرین کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا-

"جی فرمائے۔۔۔"- لائبریرین نے ہاتھ میں پکڑی کتاب جو پہلے چہرے کے سامنے تھی نیچے کی اور ساتھ ہی ناک پہ آیا چشمہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگی کی مدد سے زرا اوپر کسکایا اور سوالیہ نظروں سے اُن کی طرف دیکھنے لگے -

"سر کل ہماری ڈائیری لائبریری میں ہی رہ گئی تھی اگر آپ کو ملی ہو تو کائنڈلی ہمیں دے دیں۔۔۔"-زنیرہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا- کیونکہ ان سے کوئی بعید نا تھا کہ وہ انسلٹ ہی کر دیتے- وہ کم ہی کسی کی سنتے تھے- پوری یونیورسٹی میں کسی کی

بھی اتنی ہمت نا تھی کہ وہ ان سے کانفیڈینٹلی بات کر سکتا- سٹوڈینٹس تو سٹوڈینٹس ٹیچرز بھی اُن سے دبتے تھے- ان کی پرسنالٹی تھی ہی ایسی رعب والی اور اوپر سے چہرے پہ بڑی بڑی مونچھیں اُن کو کسی حد تک خوفناک بھی بناتی تھیں-جب اپنی بڑی بڑی اندر کو دھنسی آنکھوں سے وہ کسی کو گھورتے تو سامنے والے کی جان ہلق تک آجاتی -

"مجھے یہاں کوئی ڈائری نہیں ملی"- انہوں نے کہتے ساتھ ہی کتاب دوبارہ سے چہرے کے سامنے کر لی- صاف مطلب تھا کہ تم لوگ اب دفعہ ہو جاؤزنیرہ کو شدید انسلٹ فیل ہوئی- اس کا دل چاہا کہ ہاتھ میں پکڑی ساری کتابیں اس گنجے لائبریرین کے سر پہ دے مارے جو کسی کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا-وہ خون کے گھونٹ بھر کے رہ گئی بمشکل خود کو روکا -

"چلو آو چلتے ہیں۔۔۔۔۔وہ نہی ملنے والی اب۔۔۔"۔فریال نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اس کا بازو کھینچا -

چپ چاپ کھڑی رہو ادھر ہی سمجھی تم۔۔۔۔،پہلے چیزیں گم کر لیتی ہو اور بعد میں روتی ہو بیٹھ کہ"- زنیرہ نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئےاسے کہنی ماری تو وہ کراہ کر رہ گئی -

وہ فریال کی لاپرواہ طبیعت سے سخت نالاں تھی- وہ اپنی کسی بھی چیز کی حفاظت نہیں کر سکتی تھی -جہاں جاتی کچھ نا کچھ وہیں چھوڑ آتی جس میں سے زیادہ تر چیزیں بعد میں نہیں ملتی تھیں -

"سر پلیز آپ ایک دفعہ دوبارہ چیک کر لیں"- زنیرہ نے ہمت کر کے پھر کہا اندر ہی اندر ڈر بھی رہی تھی اگر وہ غصے میں اگئے سب کے سامنے ہی شروع ہو جائیں گے کسی کا لحاظ تو وہ کرتے نہیں تھے -

"بی بی آپ کو ایک دفعہ کا کہا سمجھ میں نہیں آتا کیا میں کہہ رہا ہوں نا کہ مجھے کوئی ڈائری نہیں ملی تو کیوں بحث کر رہی ہیں، پہلے اپنی چیزوں کی حفاظت کرنا سیکھیں بعد میں آکہ ہمارا سر کھائے گا"-حسبِ توقع وہ بھڑک چکے تھے -

"سوری سر۔۔۔لیکن ایک دفعہ آپ دوبارہ دیکھ لیتے تو۔۔وہ ہماری بہت اہم ڈائری تھی۔۔۔"-زنیرہ نے اتنی عزت افزائی کے بعد دوبارہ پھر ڈھیٹوں کی طرح کہا تو فریال اس کی ہمت پر عش عش کر اُ ٹھی وہ واقی شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال سکتی تھی -

"چھا ٹھیک ہے کر لوں گا چیک۔۔۔شام کو پتہ کر لیجیے گا۔۔۔۔"-اب کی بار شاید ان کو ترس ا ہی گیا تھا اس لئے جان چھڑانے والے انداز میں بولے -

"تھینک یو سو مچ سر۔۔۔"-ان کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اتنے آرام سے کہہ رہے تھے- چلو جو بھی تھا دوبارہ دیکھنے کی حامی تو بھری تھی یہی غنیمت تھا -
وہ ان کا شکریہ ادا کرتی ہوئی باہر نکل آئیں -
فری تم اپنی چیزوں کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتی جب دیکھو کچھ نا کچھ گم کر دیتی ہو اور بعد میں ہم پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں آج تمہاری وجہ سے اُس گنجے لائبریرین کے منہ بھی لگنا پڑا"-زنیرہ نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا -
"زونی اگر ڈائری نا ملی تو۔۔۔"-فریال کی سوئی اب وہیں اٹک گئی تھی- کل رات جب اُسے پتہ چلا تھا کہ ڈائری بیگ میں نہیں ہے تو وہ رونے کو ہو گئی تھی پھر یاد آیا کہ وہ تو وہیں لائبریری میں ہی رہ گئی تھی اور اب وہ صبح صبح یہاں موجود تھیں -
"تو اچھا ہے نا کہ نا ملے اور تمہیں بھی زرا عقل آئے۔۔۔کس نے کہا تھا کہ اُسے ہر وقت ساتھ لئے گھومتی رہو۔۔۔"-زنیرہ غصے سے بولی -
"آئندہ نہیں رکھوں گی۔۔۔اب کی بار مل جائے بس۔۔۔"-فریال از حد پریشان تھی اور اس کی پریشانی اس کے چہرے سے چھلک رہی تھی -

"اچھا چل ٹینشن نا لے مل جائے گی انشااللہ۔۔۔۔"-زونیرہ کو اس کی اداس شکل دیکھ کر ترس آیا تو اسے تسلی دینے لگی- فریال نے اس کی بات پر سر اثبات میں ہلا دیا مگر پریشانی جوں کی توں تھی -

"زونی اس میں تمہارا سیل نمبر بھی لکھا ہوا تھا "-فریال نے ڈرتے ڈرتے بتایا-

"شاباش ہے تم پہ یار۔۔۔میں تمہیں اتنی بری لگتی تھی تو صاف صاف بتا دیتی یہ ظلم کرنے کی کیا ضرورت تھی "-زنیرہ کو اس کی بات سن کے گہرا شاک لگا تھا - ناجانے کس کے ہاتھ لگی تھی-

"آئی ایم سوری۔۔۔۔لیکن میں نے جان بوجھ کہ ایسا نہیں کیا "- وہ شرمندگی سے بولی اس کو اصل ٹینشن بھی اسی بات کی تھی-

"اب اگر ڈائری نا ملی نہ تو پھر دیکھنا تم "- کچھ دیر پہلے والی ہمدردی کہیں اُڑن چھو ہو گئی تھی اب صرف اسے غصہ آرہا تھا-

****

اِک عہد کیا تھا لاکھوں نے
اِس پاک وطن کی مٹی سے
وہ عہد ہمیں پھر کرنا ہے

اِس دیس کی خاطر جینا ہے
اِس دیس کی خاطر مرنا ہے
وہ عہد ہمیں پھر کرنا ہے

سوات کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبصورتی سے نوازا ہے یہ علاقہ جہاں پہاڑوں وادیوں اور آبشاروں سے گرا ہوا ہے وہیں قدرتی پھلوں کا بھی ذریعہ ہے ہر طرف پھیلے پھلوں کے درخت اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتے ہیں آبادی کے لحاظ سے یہ علاقہ اتنا گنجان آباد نہیں ہے مگر اس کا رقبہ بہت بڑا ہے

کیپٹن آکاش کی پسندیدہ جگہ تھی سوات،، وہ یہاں آکر عجیب سا سکون محسوس کرتے تھے اِس دفعہ بھی وہ سوات آپریشن کے سلسلے میں یہاں موجود تھے

یہ دوپہر کا وقت تھا سورج سوا نیزے پر تھا مگر اس کی تپش اتنی زیادہ نہیں تھی اوائل سردیوں کے دن تھے سردیوں کی آمد آمد تھی وہ دوربین ہاتھ میں لئے سامنے کئی مربع کلومیٹر پھیلے پہاڑ کا جائزہ لینے میں مصروف تھے کتنی ہی دیر یونہی گزر گئی وہ ٹہلتے رہے اور ساتھ ساتھ اپنا کام بھی کرتے رہے پھر تھک ہار کر ایک پتھر پر بیٹھ گئے دوربین گلے میں لٹکا لی آج اُن کو یہاں آئے دو مہینے اور چار دن ہو گئے تھے

"السلام علیکم سر۔۔۔!"۔لیفٹیننٹ شہریار نے اُن کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔!"۔کیپٹن آکاش نے پیچھے مڑ کے اُن کو دیکھا۔

"Sir I have a bad news "

لیفٹیننٹ شہریار کے چہرے پر ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں۔

What happened shehr yar ?

کیپٹن آکاش کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا وہ فوراً کھڑے ہو گئے۔

"سر ابھی ابھی ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ جو سامنے پہاڑ ہے اس کے پیچھے تقریباً دس بارہ کلومیٹر دور دہشت گردوں کا گروہ ہے انہیں ہماری پوزیشن کی بھی خبر مل چکی ہے۔۔"۔لیفٹیننٹ شہریار نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو بتایا۔

کیپٹن آکاش نے فوراً دوربین کی مدد سے جائزہ لیا۔

"سر پہاڑ کے پیچھے جو ائیریا ہے وہ اُن کے انڈر ہے وہاں کے سارے بچوں کو انہوں نے حراصت میں لے رکھا ہے "۔لیفٹیننٹ شہریار دوبارہ بولے۔

"او مائی گاڈ۔۔۔تم نے ہیڈ کوارٹر اطلاع کی "

کیپٹن آکاش فوراً پریشان ہو کر اٹھے۔

"یس سر!۔۔۔اور میجر بابر آن لائن ہیں وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔

"اوکے تم جاؤ"۔۔۔

وہ تقریباً بھاگتے ہوئے خیمے تک آئے

"Helo sir Akash speaking "

فون اٹھاتے ہی وہ بے تابی سے بولے۔

"آکاش آئی تھنک تمہیں خبر مل چکی ہے "

۔۔۔آئیر پیس میں میجر بابر کی بھاری کرخت آواز گونجی۔

"Yes sir,and I am leaving my position"

انہوں نے ٹیبل پہ رکھی اپنی کیپ پہن لی۔

"No Akash no, "

"تم ایسی کوئی بے وقوفی نہیں کرو گے '

میجر بابر کو اُس کی بات فوراًغصہ دلا گئی

"سوری سر۔!۔۔بٹ ہم ان کے حملہ آور ہونے کا ویٹ نہیں کر سکتے "

"Sir we have to stop them "

انہوں نے اونچی آواز میں کہا۔

"آکاش تم ایسا کچھ نہیں کرو گے "

"I am sending you some instructions ,just follow them".

میجر بابر کی آواز دوبارہ آئیر پیس میں گونجی۔

"سر اتنا ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس ہمیں اُن کے پاؤں جلد سے جلد اکھاڑنا ہوں گے "

'آکاش! تم بھول رہے ہو کہ ہمارا ایک فیوچر اُن کے ہاتھ میں ہے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔۔۔تمہاری ایک چھوٹی سی بے وقوفی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے "

میجر بابر کا اشارہ ان بچوں کی طرف تھا جو ان دہشت گردوں کے قبضے میں تھے۔

"سر میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں میں اپنی جان پر کھیل کر بھی اُن کو بچاؤں گا آپ بس مجھے پرمیشن دیں "

۔۔۔کیپٹن آکاش بضد تھے وہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھے ان کے ارادے پختہ تھے وہ پرعزم تھے اور ڈٹ جانے والوں میں سے انہیں اپنے خدا پر پورا بھروسہ تھا اور جب انسان اپنے خدا کا بھروسے کوئی کام کرتا ہے تو وہ ضرور کامیاب ہوتا کیونکہ خدا کبھی بھی اپنے بندوں کو ناامید نہیں کرتا۔

"آکاش پلیز ٹرائی ٹو انڈر سٹینڈ۔۔آگے جانا خطرے سے خالی نہیں ہے "

۔۔۔میجر بابر نے آکاش کو سمجھانا چاہا وہ ناجانے کیوں ڈر رہے تھے -

"سر خطروں کا سامنا تو ہمیں ہر قدم پر کرنا پڑتا ہے اُن کے ڈر سے ہم پیچھے نہیں ہٹ سکتے سر آپ مجھ پہ ٹرسٹ رکھیں میں ضرور کامیاب ہوں گا میں اُن تمام ناپاک قدموں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر آؤں گا جنہوں نے میرے وطن کی پاک سر زمین کو گندا کرنے کی جرات کی ہے میں انہیں یہ بات بتا کر آؤں گا کہ اس وطن پر بری نظر ڈالنے والوں کی ہم آنکھیں نکال لیا کرتے ہیں سر آپ بس مجھے آگے جانے کی پرمیشن دیں پلیز سر۔"

۔۔۔کیپٹن آکاش بضد تھے اُن کی آواز میں جوش تھا لہجہ پرعزم تھا

"No Akash no,I can't give you permission".

"ہم پہلے سِچوئشن کو دیکھیں گے اس کے بعد کوئی فیصلہ لیں گے میں تم سے کچھ دیر بعد دوبارہ کانٹیکٹ کرتا ہوں" میجر بابر نے صاف انکار کر دیا-

"Sorry sir,but I can't wait. I am leaving ."

کہتے ساتھ ہی کیپٹن آکاش نے فون بند کر دیا

"Akash no ."

میجر بابر چلائے مگر رابطہ منقطع ہو چکا تھا انہوں نے غصے سے ٹیبل پہ مکا دے مارا
۔

****

زندگی جینا ہے تو پھر حالات سے ڈرنا کیسا
جنگ جو لازم ہو تو مقابل نہیں دیکھا کرتے

کیپٹن آکاش ریڈی ہو کہ باہر آئے سب جوان تیار کھڑے تھے۔ لیفٹیننٹ شہریار کے ذریعے سب کو خبر مل چکی تھی۔ اور اصلی مجاہد وہی ہوتا جو ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتا ہو جس کا مقصد صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو۔ ہمیں فخر ہے اپنے پاک وطن کے محافظوں پہ جو اُس کی خاطر ہر وقت لڑنے پر تیار رہتے ہیں وہ اس کی خاطر بخوشی اپنی جانوں کے نظرانے پیش کر کے اپنا نام شہدا کی فہرست میں لکھواتے ہیں۔اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ اپنی راہ میں قربان ہونے کے لئے چنتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں سلیکشن ہوتا الیکشن نہیں وہ جس کو مرضی اس کام کے لئے منتخب کر لیتا ہے ۔

"Are you ready guiz?"

کیپٹن آکاش نےاُن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جو ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔

"Yes sir we all are ready" .

سب جوانوں نے بیک زبان کہا۔

"نعرہ تکبیر۔۔۔"۔صوبیدار فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

"اللہُ اکبر۔۔۔"۔یہ نعرہ جوش و خروش سے ایک ساتھ لگایا گیا تھا جس میں کیپٹن آکاش کی آواز بھی شامل تھی۔

"میں آپ سب سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔۔"۔کیپٹن آکاش نے کہا تو سب جی جان سے ان کی بات کے منتظر ہو گئے۔ ان کا رواں رواں اپنے بہادر سپہ سلار کی بات سننے کے لئے کان بن گیا۔

"ہم جس میدان میں قدم رکھنے جا رہے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہاں سے ہم سب کی واپسی ہو بلکہ خوشنصیب ہیں وہ لوگ جو واپس نہیں آئیں گے اور اللہ کی جنت کے مہمان بنیں گے۔۔۔۔اور جو واپس آئیں گے ہو سکتا ہے اللہ نے اُن کو کسی ضروری کام سے روک لیا ہو۔۔۔ہمیں ہر حال میں ثابت قدم رہنا ہے دشمن کو نیست و نابود کر کے لوٹنا ہے تا کہ وہ آئندہ ایسی جرات کرنے سے پہلے ہزار بار

سوچے دشمن نے ہمیں للکارا ہے اور ہمیں اس کو منہ توڑ جواب دینا ہے۔۔۔۔میں امید کرتا ہوں کے آپ سب اپنے وطن کی حفاظت کے لئے آخری حد تک جائیں گے اور انشااللہ کامیاب ہو کے لوٹیں گے۔۔۔۔"۔کیپٹن آکاش سانس لینے کو رکے تھے۔

"دشمن کبھی بھی طاقتور نہیں ہوتا اس لئے وہ موقع تلاش کر کے پیچھے سے وار کرتا اور یہ سب سے بڑی بزدلی ہے مگر ہم سب بہادر ہیں ہم سامنے سے وار کریں گے اور ان کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ ان کی اگلی کئی نسلیں یہ یاد رکھیں گے۔۔۔آپ لوگوں کو شاید پتہ نہیں اس بات کا کہ آگے جانے کا فیصلہ میں نے اپنی مرضی سے لیا ہے مجھے باربار کہنے پر بھی اس بات کی اجازت نہیں دی گئی مجھے نہیں پتہ کہ اس بات کا کیا انجام ہو گا مگر مجھے آپ سب کے ساتھ ہوتے ہوئے پوری امید ہے کہ میں کامیاب ہو کہ واپس آوں گا اور اپنے اللہ پہ پورا بھروسہ کہ وہ اس میں میری مدد کرے گا۔۔۔۔"۔کیپٹن آکاش کی آواز جوش سے بھرپور تھی۔

"سر آپ ہر قدم پر ہمیں اپنے ساتھ پائیں گے انشااللہ۔۔۔۔"۔شہباز خان نے اُن کو امید دلائی تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اوکے لیفٹیننٹ شہریار آپ اور صوبیدار فاروق اس آبیریا پر پیچھے سے اٹیک کریں گے اور میں آگے سے جاؤں گا لیفٹیننٹ عبداللہ آپ میرے ساتھ آئیں گے اس کے علاوہ چند لوگ اور ہمارے ساتھ آجائیں اور باقی اُ ن کے ساتھ جائیں گے ۔۔۔"- انہوں نے سب کو باری باری ہدایت کیں سب کے سر اثبات میں ہل گئے -

"ور ہاں ہمارے پہنچنے تک اِ س بات کی خبر اُ ن کو نہی ہونی چاہئے۔۔۔۔"-وہ دوبارہ بولے -

"لیفٹیننٹ شہریار آپ مجھ سے کانٹیکٹ میں رہیں گے اور سچوئشن سے باخبر کرتے رہیں گے۔۔"- اُ نہوں نے آخر میں لیفٹیننٹ شہریار کو ہدایت کی -

"رائٹ سر۔۔۔۔"-شہریار نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا -

" Best of luck you all brave peoples"

****

کتنی دیر ہے ابھی کھانے میں۔۔۔بھوک کی وجہ سے چوہوں نے میرے پیٹ میں فائنل بھی کھیل لیا۔۔۔مگر آپ کا کھانا ابھی تک تیار نہیں ہوا۔۔۔۔"-حیدر کچن

میں داخل ہوتے ہی فارس پر برس پڑا جو صبح سے کچن میں گھسا ناجانے کونسے پائے گلانے میں مصروف تھا۔

"کھانا ضرور ملے گا لیکن تب جب بنے گا۔۔۔"۔فارس نے ایک نظر اُس کی طرف مڑ کے ڈالی لیکن پھر اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"۔ ابھی کھانا نہیں بنا کیا حیدر کی آواز معمول سے زیادہ اونچی تھی۔ اس نے صدمے اور حیرت کے ملے جلے جذبات لہجے میں سموئے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔"۔بڑے آرام سے جواب آیا تھا۔

"ہاہ۔۔۔۔تو تم صبح سے کیا ر رہے ہو کچن میں۔۔۔۔"۔حیدر کی آنکھیں اور منہ دونوں کھل گئے۔

"میں بیسن کے لڈو بنا رہا ہوں۔۔۔"۔فارس ہنوز اپنے کام میں لگا ہوا تھا حیدر کی جانب اُس کی پشت تھی اِس لئے حیدر ابھی تک یہ نہیں دیکھ پایا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

"کیوں تمہارے کونسے سسرالی تشریف لا رہے ہیں؟ جن کو پیش کرنے ہیں۔۔"۔ حیدر نے چبا چبا کر لفظ ادا کئے تھے۔

"یہ میرے نہیں تمہارے سسرال والوں کے لئے ہیں۔۔۔"-جوابی کاروائی فوراً ہوئی تھی

فارس۔۔۔حیدر چیخا تھا-

"کمینوں صبح سے پورے گھر کی صفائی کی ہے میں نے تم دونوں تو گدھے گھوڑے بیچ کر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے تو پھر کسی نے تو کام کرنا تھا نا۔۔۔۔اور کچن کی جو حالت رات کو کر کے سوئے تھے وہ تمہارے باپ نے سمیٹنی تھی جانوروں کی طرح تو کھاتے ہو۔۔۔۔بے ہودہ لوگ۔۔۔۔اب آ کہ مجھ پہ چڑ رہے ہو۔۔۔کوئی کھانا نہیں بنا خود بناو اور کھاو میں نوکر نہیں ہوں تم لوگوں کا۔۔۔"- فارس تو پھٹ ہی پڑا تھا ایک دم سے پریشر کوکر کی سیٹی کی طرح جو صبح سے گیس بنا رہی تھی اور اب گیس ذیادہ ہونے پر پھٹ ہی گئی تھی اور اس کی باتیں سن کے حیدر کا تو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والا حساب تھا- وہ منہ کھولے حیرت سے اُس کی شعلے اُگلتی زبان کو دیکھ رہا تھا یہ صدمہ ہی اُس کی بولتی بند کروا گیا تھا کہ کھانا نہیں بنا-

"کوئی بات نہیں بچو آنے دو میری باری گِن گِن کے بدلے لوں گا۔۔۔"-وہ اُس پر ایک کٹیلی نگاہ ڈال کہ آگے بڑھا-

"ہنہہہ۔۔۔۔۔پہلے تو جیسے کبھی نہیں لئے تم نے۔۔۔۔"-فارس نے بڑبڑاتے ہوئے اُسے جگہ دی وہ خود سائیڈ پہ ہو گیا تھا-

حیدر اب سارا غصہ برتنوں کو پٹخ پٹخ کے نکال رہا تھا فارس نے مزید پیچھے ہوتے ہوئے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے-

"وہ اللہ میاں کی گائے بھی اٹھی ہے کہ نہیں ابھی۔۔۔؟"- وہ کچھ ہلکا ہوا تو فارس نے آگے اتے ہوئے پوچھا اُس کا اشارہ فرحان کی طرف تھا-

"ٹھ گیا ہے اور اب تمہاری ڈائری حفظ کرنے میں لگا ہوا۔۔۔۔"-حیدر نے انڈے توڑ کے باول میں ڈالتے ہوئے اُسے اطلاع دی-

"اِس کی تو۔۔۔۔۔"-وہ کچھ غلط بولتے بولتے رہ گیا تھا حیدر کی گھوری پر اُس نے اگلی بات منہ میں ہی دبا لی-

"ویسے تم نے ڈائری کب سے لکھنا شروع کر دی ہے۔۔۔۔"-حیدر نے سرسری انداز میں پوچھا اور ساتھ ہی چولہے پر فرائنگ پین میں آئل ڈال کے گرم ہونے کے لئے رکھ دیا-

"وہ میری نہیں ہے یار۔۔۔ تین دن پہلے مجھے لائبریری میں ملی تھی فزکس ڈیپارٹمنٹ کی کوئی لڑکی ہے فریال حسن اُ سکی ہے۔۔۔۔"- فارس نے دوسرے چولہے پر چائے کے لئے پانی رکھ دیا-

"تم نے ابھی تک واپس نہیں کی۔۔۔۔؟"-حیدر نے پھینٹے ہوئے انڈے فرائنگ پین میں ڈالتے ہوئے پوچھا آئل گرم ہو چکا تھا کچھ چھینٹے باہر اُ ڑے-

"یاد نہیں رہا۔۔۔ کل تو چھٹی ہے پرسوں دے دوں گا۔۔۔۔"- پانی اُ بل رہا تھا اُ س نے پتی ڈالی -

"ہمممم۔۔۔۔۔پڑھی ہے تم نے ڈائری۔۔۔۔۔؟"-حیدر نے ایک لمبا ہنکار بھرتے ہوئے پوچھا -

"پاگل ہوں میں۔۔۔۔۔کسی کی پرسنل ڈائری ہے وہ میں کیسے پڑھ سکتا ہوں ۔۔۔۔"- وہ اُس کو گھورتے ہوئے بولا -

"خود نہیں پڑھی تو دوسروں کے پڑھنے کے لئے کیوں چھوڑی ہے۔۔۔۔"- سنبھال کے نہیں رکھ سکتے تھے کیا-

انڈے فرائی ہو چکے تھے حیدر نے فریج سے جیم کی بوتل نکالی اور بریڈ پہ لگانے لگا- فارس حیرت سے اُس کی یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا کسی سگھڑ خاتون کی طرح وہ ناشتہ تیار کرنے میں لگا ہوا تھا-

"میں نے اُس دن تکیے کے نیچے رکھی تھی تو پھر بھول گیا۔۔۔اِس فرحان کے بچے کو تو میں پوچھتا ہوں۔۔۔"-اس نے فرحان کے نام کو دانتوں تلے چبایا اور اگر وہ سامنے ہوتا تو وہ شاید اسے ہی چبا ڈالتا -

"ویسے اُس لڑکی نے پوئٹری بہت اچھی لکھی ہوئی ہے۔۔۔کتنا خوش نصیب ہے وہ بندہ جس کے ہجر میں وہ بیچاری تڑپ رہی ہے۔۔۔"- حیدر نے ایک اور انکشاف کیا ناشتہ تیار ہو چکا تھا-

"کیا۔۔۔۔؟تم بھی پڑھ چکے ہو۔۔۔۔حد ہے یار آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ۔۔۔۔کچھ تو شرم کی ہوتی۔۔۔"-حیدر کی بات پہ فارس نے اپنا سر پیٹ لیا-

"سوری لیکن میں نے ایک دو پیج ہی پڑھے ہیں البتہ فرحان اُسے حفظ کر کے ہی اُٹھے گا۔۔۔۔"-حیدر نے تیار کی ہوئی چائے کو کپوں میں انڈیلتے ہوئے کہا کیونکہ فارس کا دیہان چائے سے ہٹ چکا تھا اُس نے برنر آف کر دیا-

"اور آجاو اب ناشتہ کر ہو۔۔۔تم نے تو بنا کہ دیا نہیں۔۔۔اور یہ سب بعد میں سوچ لینا پورا دن پڑا ہوا۔۔۔"- وہ اپنا کام ختم کر کے کچن سے نکل گیا اور جاتے جاتے فارس کو ناشتے کی دعوت بھی دے ڈالی مگر طعنہ مارنا نہیں بھولا تھا-

فارس کتنی ہی دیر پرسوچ انداز میں دروازے کو دیکھتا رہا اُس نے ابھی یہ یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود بھی اُس ڈائری کا ایک ایک لفظ پڑھ چکا ہے-

****

وہ آنکھیں کیسی آنکھیں تھیں
میں اب تک محوِ حیرت ہوں
عجب شیشہ گری تھیں وہ
عجب جادو گری تھیں وہ
بڑی حیرت سے تکتے تھے
یہ میری ذات کے ذرے
کہ اُس کی ایک نگاہ خاص نے
ایسی تجلی کی
کہ میری ذات جو کوہِ گراں تھی

ریزہ ہو گئی

وہ آنکھیں کیسی آنکھیں تھیں

سیاہ طلسمی آنکھوں کے سحر نے کچھ اِس طرح سے جھکڑا تھا اُس کی ذات کو کہ وہ چاہ کر بھی پیچھا نہیں چھڑا پارہی تھی- عجیب بے بسی کا عالم تھا اس کو ہر وقت لگتا کہ وہ ان طلسمی آنکھوں کے حسار میں ہے وہ جانتی تھی کہ یہ صرف اس کا وہم ہے مگر دل کو کون سمجھائے جو بلاوجہ ہی خوش فہمیاں پال لیتا ہے اور پھر ان سے باہر نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا

کیا وہ کبھی دوبارہ اسے دیکھ پائے گی

کیا اس سے کبھی بات کر پائے گی

پیار ہوا بھی تو کس سے تھا

جس کو جانتی ہی نہی تھی وہ

جس کا نام تک نہیں پتہ تھا

وہ ہر وقت اس کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہمہ تن وہ اس کی سوچ کے ساتھ پرواز کرتا تھا جہاں جاتی وہ ساتھ ہوتا تو اس کے سوا اسے کچھ اور سوجھتا ہی نا وہ اس

سے ڈھیروں باتیں کرتی مگر وہ آگے سے کبھی جواب نہیں دیتا تھا بس چپ چاپ اس کو سنتا۔

وہ آج کل ہر کام سے منہ موڑے ہوئے تھی حتیٰ کہ نماز کا بھی دیہان نہیں رہتا تھا آذان ہوتی وقت گزر جاتا مگر وہ پڑھتی نہیں تھی اگر کبھی بھولے سے پڑنے لگ بھی جاتی تو دیہان پھر اس کی طرف چلا جاتا اور وہ بھول جاتی کہ کیا پڑھا تھا اور کیا پڑھنا تھا کئی گھنٹے یونہی گزر جاتے۔

"اس نے فیل ہو جانا اس دفعہ لکھوا لو مجھ سے بے شک۔۔۔۔"۔وجیہہ کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں لے کے آئی۔

"مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا۔۔۔۔"۔افشاں نے بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اظہارِ خیال کیا۔

"فری کیوں اپنا فیوچر تباہ کر رہی ہو۔۔۔۔۔"۔ زنیرہ نے افسوس سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے نہیں پڑھا جاتا تو کیا کروں۔۔۔۔زبردستی کیسے کچھ یاد کروں۔۔۔"۔وہ اپنے بارے میں ان کے کمنٹس سن کے پھٹ پڑی۔

'اتنی کوشش کرتی ہوں نہیں پڑھا جاتا۔۔۔اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔"- آنکھوں سے موٹے موٹے انسو نکل آئے-

"تو ایسے کیسے اور کب تک چلے گا پھر۔۔۔"۔وجیہہ کو اس کی حالت دیکھ کر گہرا صدمہ لگا وہ واقعی بہت زیادہ سیریس تھی-

"پتا نہیں۔۔۔"-انسووں کی ندیاں گالوں پہ رواں دواں تھی -

"اچھا کچھ تو بتاو نا کہ کیا چاہتی ہو۔۔؟"- وجیہہ نے سامنے کھولی کتاب بند کرتے ہوئے پوچھا وہ اب مکمل اس کی طرف متوجہ تھی -

"مجھے اس سے بات کرنی ہے۔۔۔۔"اس نے انسو صاف کرتے ہوئے کہا

"کیسے۔۔۔؟"-وجیہہ نے الٹا اسی سے پوچھا-

"جیسے مرضی لیکن مجھے بات کرنی ہے۔۔"۔"اگر میں نے بات نا کی تو میں گھٹ گھٹ کر ہی مر جاؤں گی۔۔۔"-وہ ضدی لہجے میں بولی-

"کوئی اتا پتہ نمبر وغیرہ ہے اس کا۔۔۔۔؟"-زنیرہ نے طنزیہ پوچھا-

"نہیں۔۔۔"- اس کے پاس ہر بات کا بس یہی جواب تھا-

"تو پھر کیسے کرو گی بات۔۔۔؟"- وجیہہ نے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کی طرف دیکھا جو بار بار انسو صاف کرنے سے ہو گئیں تھی -

"مجھے نہیں پتا۔۔۔"-پھر وہی جواب -

"کچھ پتا بھی ہے تمہیں۔۔۔؟"- افشاں نے اب کی بار زچ ہوتے ہوئے اسے گھورا -

"نہیں۔۔۔۔"-افف پھر وہی جواب وہ تینوں سخت عاجز آگئیں اس کے نہیں والے ڈرامے سے -

"اچھی بات ہے روتی رہو پھر بیٹھ کہ۔۔۔"-وجیہہ نے کہتے ساتھ ہی دوبارہ کتاب کھول لی-

****

" Sir Akash has left his position"

میجر بابر نے کرنل عباس کو اطلاع دی -

"واٹ یہ کیا بے وقوفی کی آکاش نے آپ نے منع کیوں نہیں کیا اُس کو۔۔۔۔"- کرنل عباس کو حیرت ہوئی اُنہیں آکاش سے اِس پاگل پن کی اُمید ہرگز نہیں تھی- وہ اُس کی جزباتی طبیعت سے واقف تھے مگر وہ ایسی کوئی بے وقوفی کر سکتا اُنہیں ہر گز اُمید نہیں تھی -

"سر میں نے بہت منع کیا تھا مگر آکاش نے میری بات سُنے بغیر ہی فون کاٹ دیا"۔ میجر بابر پہلے سے ہی آکاش سے سخت نالاں تھے۔

"او نو۔۔۔یہ کیا کر دیا اُس نے۔۔۔وہ بہت بڑا گرو ہے وہ پورا آئیریا اُن کے انڈر ہے وہ لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں آکاش نے ہم سب کے لئے بہت بڑا پرابل کری ایٹ کیا۔۔۔آپ فوراً بات کریں اُس سے اور اُسے کہیں کہ وہ واپس آئے۔۔۔"۔ کرنل عباس کو شدید غصہ آرہا تھا۔

"سر اُس سے کانٹیکٹ نہیں ہو پارہا میں نے لیفٹیننٹ شہریار سے بھی کرنے کی کوشش کی ہے مگر کامیاب نہیں ہوا۔"

"او مائی گاڈ۔۔۔۔اب کیا ہو گیا۔۔۔۔۔۔"۔کرنل عباس سخت پریشان ہو گئے تھے۔

"سر میٹنگ فائنل کر کے کوئی فیصلہ لیتے ہیں۔۔۔"۔میجر بابر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اوکے فائن۔۔۔بٹ جو بھی کرنا جلدی کریں زیادہ ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس ۔۔۔۔اور ساتھ ساتھ آکاش سے کانٹیکٹ کرنے کی بھی کوشش کریں۔۔۔چاہے جیسے بھی اور میری بات کروائیں اُس سے۔۔۔۔"۔کرنل عباس کی ہدایات پر میجر

بابر سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے۔کرنل عباس پریشانی سے پیچھے کمرے میں ٹہلنے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نبیلہ آپا آئیں تھی۔۔تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں "۔حسن صاحب سونے کے لئے کمرے میں آئے تو دھلے ہوئے کپڑے تہہ کرتی آسیہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

آسیہ بیگم کے کام کرتے ہاتھ ایک لمحے کے لئے تھمے تھے مگر اگلے ہی پل وہ دوبارہ سے اپنے کام میں مشغول ہو گئیں۔

"یاد نہیں رہا مجھے آپ کو بتانا "۔ انہوں نے سرسری سا جواب دیا اور تہہ شدہ کپڑوں کو آلماری میں رکھنے کی نیت سے ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

"یاد نہیں رہا یا بتانا نہیں چاہتی تھی تم "۔ انہوں نے اپنا چشمہ اور گھڑی اتار کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

$جو مرضی سمجھ لیں آپ "۔وہ بے نیازی سے کہتی ہوئی کپڑے آلماری میں رکھنے لگیں۔

"تم عورتوں کا یہی تو مسئلہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو دل میں رکھ کے بغض پال کے بیٹھ جاتی ہو اور پھر قسم کھا لیتی ہو کہ مرتے دم تک اس بات کو دل سے نہیں نکالنا چاہے کچھ ہو جائے "- حسن صاحب کو ان کے رویئے سے کافی دکھ پہنچا تھا-

"آپ کے لئے وہ چھوٹی بات ہو گی اور آپ اسے بھول سکتے ہیں۔۔۔مگر میری لئے نا تو وہ بات چھوٹی ہے اور نا ہی میں اسے بھول سکتا ہوں "- وہ تمام کپڑوں کو آلماری میں رکھ چکی تھیں-

"انہوں نے ہاتھ جوڑ کہ تم سے معافی مانگی تھی۔۔حالانکہ وہ بڑی ہیں تم سے ۔۔۔پھر بھی تمہارے دل سے وہ بات نہیں جاتی "- وہ بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے بولے-

"معافی غلطیوں کی دی جاتی ہے گناہوں کی نہیں دی جاتی "- وہ ان کے برابر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں -کھلے لمبے بالوں کو کیچر میں جکڑ کر ان کو سمیٹا-

"اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔۔جب وہ اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہ بھی معاف کر دیتا ہے تو ہم تو پھر اس کے گناہ گار سے معمولی بندے ہیں ہماری کیا اوقات پھر۔۔۔۔اب تک تو وہ بھی ان کو معاف کر چکا ہو گا۔۔اور

اللہ نے رشتہ داروں سے صلح رحمی کا حکم دیا "- انہوں نے ٹھرے ہوئے لہجے میں رسان سے ان کو سمجھایا-

"اللہ حقوق اللہ ضرور معاف کر دیتا ہے مگر حقوق العباد نہیں معاف کرتا "- وہ ان کی بات کے جواب میں بولیں تو حسن صاحب کتنے ہی لمحے ان کی طرف دیکھتے رہے-

"کب تک چلے گا یہ سب۔۔۔"- وہ ان کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ بولے-

"جب تک میری میرے جسم میں جان ہے تب تک میں ان کو معاف نہیں کروں گی کبھی بھی۔۔۔۔"- انہوں نے کہتے ساتھ ہی لائٹ اف کردی-حسن صاحب نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور ان کی طرف سے رخ موڑ کے لیٹ گئے - یہ ان کی طرف سے ناراضگی کا اظہار تھا مگر آسیہ بیگم کو اس کی پروا نہیں تھی -وہ چپ چاپ لیٹی رہیں دوبارہ انہیں مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی - وہ سونے کی ناکام سعی کرنے لگیں مگر دونوں نفوس میں سے اب نیند کسے انی تھی - دونوں کی نیندیں اڑ چکی تھیں-

****

"سر یہ اُس آئیریا کی ویڈیو ہے - یہ وہ پہاڑ ہے اور اِس تقریباً بارہ کلومیٹر دور شمال کی جانب یہ کئی سال پرانی بلڈنگ ہے کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں سکول ہوا کرتا تھا - مگر اب یہ بلکل تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے - کسی بھی وقت گر سکتی ہے -اس بلڈنگ کے دو پورشنز ہیں - سر آبادی سے اِس کا فاصلہ دو کلومیٹر ہے اِس کے اردگرد جنگل کا علاقہ ہے اور ان میں یہ تقریباً چھپی ہوئی ہے" - میجر کاشف نے اُن کو مختصر سیچوئشن سے اگاہی دی-

" ہمممم۔۔۔۔"- کرنل عباس نے ایک لمبا ہنکار بھرا-

" sir this is junaid khan.he is the head of territorist group.he is our first target."

دیوار میں لگی سکرین پہ ایک تصویر دکھاتے ہوئے میجر کاشف نے اُن کو بتایا-

And this is shehryar khan,he is right hand of junaid khan,he is our second target."

اِس کا تعلق افغانستان سے ہے ، سر یہ پاکستان سے نوعمر بچوں کو افغانستان پہنچاتا ہے جہاں انہیں ٹریننگز دی جاتی ہیں اور پھر واپس پاکستان لایا جاتا ہے غلط کام کروانے کے لئے اِس کے علاوہ یہ جنید خان کے ساتھ مل کے بلاسٹ پلانگز کرتا

ہے یہ دونوں پچھلے پانچ سال سے ساتھ کام کر رہے ہیں ، اِس دفعہ اِن کا ٹارگٹ سوات کا یہ آئیریا ہے اور جو بچے انہوں نے انہوں نے حراصت میں لئے ہیں جن کی تعداد تقریباً پچیس کے قریب ہے اور کل شام یہ ان کو افغانستان لے کے جائے گا ہمیں جو بھی کرنا اس سے پہلے کرنا-"

Sir our third target is a shehroz ali.he is a mechanical engineer.

میجر کاشف سانس لینے کے لئے رکے-

سر یہ ان لوگوں کو تمام قسم کی انفارمیشن دیتا اس کی عمر ستائیس سال ہے اور اس کا تعلق پاکستان سے ہی ہے یہ پچھلے دو سالوں سے ان کے ساتھ ہے

یہ لوگ ہماری ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہیں ہمیں ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہے کیونکہ ایک زرا سی غلطی بھی نقصان دہ ہو سکتی ہے میجر کاشف نے وہ ساری انفارمیشن انہیں بتا دی جو لیفٹیننٹ شہریار کے ذریعے انہیں ملی تھی-

میں نے منع بھی کیا تھا آکاش کو مگر وہ کسی کی ہو تب نا ہمیشہ اپنی مرضی کرتا ہے-

میجر بابر کا غصہ سوا نیزے پہ پہنچ گیا تھا اگر وہ سامنے ہوتا تو وہ ناجانے کیا کر دیتے

-

سر آکاش اپنی مرضی صرف وہیں کرتا جہاں اُسے امید ہو کہ وہ کر لے گا میرا خیال ہے کہ اگر اس نے ایسا کوئی فیصلہ لیا تو سوچ کر ہی لیا ہو گا اور ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ

He is a brave man.

کیپٹن علی نے کرنل عباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو ناجانے کس سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے چہرے پر فکر کی لہریں واضح تھیں۔

Sir captain akash will handle the situation. I think you have to give him one chance.

کیپٹن علی دوبارہ بولے۔

I think you are wright.

آکاش جیسے بہادر نوجوانوں سے ہم ایسی توقع کر سکتے ہیں کیپٹن علی کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں ۔"

کرنل عباس نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

but sir,how that's possible, without any guidness ,

میجر بابر ابھی بھی شش و پنج میں مبتلا تھے ناجانے انہیں کیوں یقین نہیں آرہا تھا۔

Don't worry sir Akash will handle the situation.

اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جیتنے کے لئے گائیڈ نیس سے زیادہ ہمت حوصلے اور ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے باہمت لوگ کبھی نہیں ہارتے نا زندگی کے میدان میں اور نا ہی جنگ کے میدان میں۔۔۔آکاش کے پاس یہ سب ہیں سر انشااللہ وہ کامیاب ہو کے لوٹے گا۔۔۔کیپٹن علی نے ان کو امید دلائی وہ پچھلے چھ سالوں سے کیپٹن آکاش کے ساتھ تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے ان کو وہ اپنی جان دے سکتے تھے مگر ہار نہیں مان سکتے تھے انہیں پوری امید تھی کہ وہ کامیاب ہو کہ ہی لوٹیں گے

وار کرتے ہیں تو ہوش اُڑا دیتے ہیں
ہم نے سیکھا ہی نہیں دشمن کو سنبھلنے دینا

سر میرا خیال ہے کیپٹن علی کی بات درست ہے ہمیں آکاش کو یہ موقع دینا چاہئے ۔۔۔پچھلے سال بھی وہ ضد کر کے گیا تھا وزیر آباد اپریشن کے لئے اور الحد اللہ کامیاب ہو کہ واپس آیا تھا اب کی بار بھی یہی ہو گا انشا اللہ میجر کاشف نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا

بٹ سر۔۔۔میجر بابر کچھ بولنے ہی والے تھے مگر کرنل عباس نے ہاتھ اٹھا کہ ان کو روک دیا تو وہ خاموش ہو گئے

Can i see the live video of that area .

کرنل عباس نے میجر کاشف سے پوچھا

ok sir ,i try .

میجر بابر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا

کرنل عباس نے میٹنگ ختم ہونے کا سگنل دیا تو سب باری باری اٹھ کہ باہر نکل گئے

****

اداسیاں ہیں مگر وجہِ غم نہیں معلوم
دل پہ بوجھ ہے شاید بکھر گیا ہوں میں

لاہور میں دھماکا۔۔۔پانچ افراد جاں بحق۔۔۔پندرہ سے زیادہ زخمی۔۔۔ڈاکٹر آفتاب ربانی نے اخبار کھولا تو پہلے سرخی یہی پڑھنے کہ ملی۔

"پتہ نہیں اس ملک کے حالات کب ٹھیک ہوں گے۔۔۔"۔ انہیں یہ خبر پڑھ کہ سخت افسوس ہوا۔۔۔ہر محب وطن کی طرح یہ خبر انہیں بھی صدمے سے دوچار

کر گئی تھی -کیونکہ وہ خود بھی ایک محب وطن تھے- مگر یہ تو روز کا معمول ہے اخبارات ایسی خبروں سے بھرے پڑے ہیں -

کہیں خود کش دھماکے۔۔۔

کہیں کھلے عام قتل و غارت۔۔۔

اور کہیں دوسرے جرائم جو معاشرے کے امن و امان کو تباہ کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں - افسوس تو اس بات کا کوئی بھی ان پر توجہ نہیں دے رہا جب کوئی بڑا حادثہ رونما ہوتا تو ایسی خبروں کو چند دن اخبارات کی زینت بنایا جاتا - میڈیا والوں کو ایک دلچسپ سا ٹاپک مل جاتا اور وہ اس کو خوب اچھالتے ہیں - اس کے منفی پہلوؤں کو خوب اجاگر کرتے ہیں- کبھی بھی ان لوگوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش نہیں کرتے جو اس سارے فساد کی جڑ ہیں جن کی وجہ سے یہ سب ہو رہا- پولیس بھی کچھ دن کے لئے متحرک ہو جاتی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ جیسے ان جرائم کو واقعی روک لیا جائے گا -وہ اس کیس کو سٹڈی کرتے ہیں۔۔۔ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔۔۔مگر یہ سب بس وقتی ہوتا ،جونہی چار دن گزرتے ہیں اور بات زرا پرانی ہوتی ہے تو پھر تم کون اور میں کون والا حساب۔۔۔۔وہی حالات۔۔۔۔

عوام اپنے کاموں میں مگن اور حکومت اپنے کاموں میں۔۔۔اور ایسے حالات پیدا کرنے والے پھر ایسی سرگرمیوں میں میں لگ جاتے ہیں بس چند لوگ ایسے ہیں جو ایسے حالات پر کڑھتے رہتے ہیں- مگر وہ بھی کیا کر سکتے ہیں ان کے ہاتھ میں کونسا کچھ ہے وہ بس تماشائی بنے دیکھتے رہتے ہیں-

"چھوڑیں ابو۔۔۔نا پڑھا کریں اخبار۔۔۔ان میں ہوتا ہی کیا سوائے ایسی خبروں کے ۔۔-"

دانش ربانی نے ان کے گہری سوچ میں مبتلا افسردہ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا-

"یہ میڈیا والے ایسی خبریں ناجانے کیوں چھاپتے ہیں۔۔۔"-انہوں نے اخبار رول کر کہ سائیڈ پہ رکھتے ہوئے کہا -

"ان کا تو یہ بزنس ہے۔۔۔وہ تو ہر حال میں چھاپیں گے ہی نا۔۔"۔دانش کو ان سب میں کوئی دلچسپی نہیں تھی

کیا بنے گا اس ملک کا۔۔۔انہوں نے افسوس کا اظہار کیا

"جو بننا ہو گا بن جائے گا۔۔آپ ٹینشن نہ لیں۔۔۔ناشتہ کریں آرام سے دانش نے ان کی بات کو چٹکیوں میں اڑاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا "-وہ ایسا ہی تھا بے فکر اور لاپرواہ سا۔۔۔کسی بھی چیز کی ٹینشن کو کم ہی اپنے سر پر سوار کرتا تھا

ڈاکٹر ربانی خاموشی سے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے

"کیا کر رہے ہو آج؟ "- انہوں نے ناشتے سے بھر پور انصاف کرتے دانش سے چھا کچھ خاص نہیں۔۔۔وہی روز والا معمول۔۔۔دانیال نے سرسری سا جواب دیا اس کا سارا دیہان ناشتے پر تھا

"ابو آج جانے سے پہلے اماں کا چیک اپ کر کے جائے گا کل رات ان کا بی پی بہت لو ہو گیا ہوا تھا دانش کو اچانک یاد آیا تو فوراً بولا

ڈاکٹر ربانی نے ایک نظر خاموش بیٹھی بیوی پر ڈالی جو ناجانے سوچوں کے ساتھ کہاں محوِ پرواز تھیں وہ جسمانی طور پر تو وہاں تھیں مگر دیہان ناجانے کہاں بھٹک رہا تھا آج کل وہ خلاف معمول کافی چپ چپ رہتی تھیں اور وجہ سے وہ کسی حد تک واقف ہی تھے

کیا ہوا بھئی ان کو۔۔۔انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں دانش کو اشارہ کرتے ہوئے مدھم سے لہجے میں پوچھا وہ ان کی خاموشی کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے تھے

"اماں کو کاشی کی یاد آرہی ہے۔۔۔ہیں نا اماں۔۔۔دانش نے شرارت سے پوچھتے ہوئے تصدیق چاہی

آکاش سے بات ہوئی تمہاری۔۔۔ڈاکٹر ربانی بھی بیٹے کی فکر ہوئی وہ بھی آکاش کو یاد کرتے تھے مگر کسی سے اظہار نہیں کرتے تھے انہیں اپنے جذبات چھپانا خوب آتا تھا مہینوں آنکھوں سے دور رہنے والا لاڈلا انہیں بھلا کب بھولتا تھا

جی ہوئی تھی۔۔۔کہہ رہا تھا کہ جلدی چکر لگاوں گا دانیال نے بڑے دھڑلے سے جھوٹ بولا تھا وہ ان کو مطمئن کرنا چاہتا تھا ورنہ سچ تو یہ تھا کہ وہ خود بھی اندر سے کافی پریشان تھا کئی دنوں سے اس کا آکاش کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں تھا اس کی بات نہیں ہوئی تھی آکاش کا فون بند تھا اور وہ کہاں تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا کیونکہ آکاش نے اسے بس اتنا بتایا تھا کہ وہ کہیں مشن پہ جا رہا واپس آکہ رابطہ کرے گا نیٹ ورک پرابلم کے وجہ سے شاید بات نا ہو سکے وہ یہ بات بتا کہ کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اِس لئے جھوٹ بول گیا مگر وہ یہ بھول گیا تھا کہ اگر

بیٹا سات سمندر پار بھی مصیبت میں ہو تو بھی ماں کے دل کو خبر ہو جاتی ہے آکاش تو پھر اسی ملک میں تھا اسی فضا میں سانس لے رہا تھا ان کا دل ہر وقت اس کی یاد میں بے چین رہتا کچھ غلط ہونے کا احساس دل میں کنڈلی مارے بیٹھا رہتا مگر وہ کسی سے کچھ کہتی نہیں تھیں بس اندر ہی اندر گھلتی رہتیں

ہمممم۔۔۔۔۔ڈاکٹر ربانی نے ایک لمبا سا ہنکار بھرا

اب اس کا فون آیا تو میری بات کروانا اس سے وہ بیٹے کا جھوٹ جان گئے تھے مگر نظر انداز کر گئے جانتے تھے کہ اس نے کیوں جھوٹ بولا

جی ضرور کرواوں گا وہ سعادت مندی سے بولا کن آکھیوں سے ماں کی طرف دیکھا جو اب بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھی

"اماں لویل نظر نہیں آرہی آج۔۔۔کہاں ہے یہ ؟ دانش نے اب کی بار براہ راست ان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا وہ کسی طرح ان کی چپ توڑنا چاہتا تھا ان کو باتوں میں لگا کر ان کا دیہان بٹانا چاہتا تھا

مسز ربانی نے ایک ایک نظر باری باری دونوں باپ بیٹے پر ڈالی ان نظروں میں سوائے اداسی اور خالی پن کے کچھ بھی نہیں تھا ایک تڑپ تھی پیاس تھی کسی کے دید کی پیاس۔۔۔۔وہ خاموشی سے اٹھ گئیں اس وقت وہ کسی سے بات نہیں کرنا

چاہتی تھیں دل کی بے چینی حد سے بڑھ گئی تھی آکاش کی آواز سنے ناجان کتنے دن بیت گئے تھے کوئی اس وقت اس ماں سے پوچھتا اس کے دل کا حال جس نے کئی مہینوں سے اپنے بیٹے کی شکل تک نہیں دیکھی تھی کتنی مجبور ہوتی ہیں وہ مائیں جن کے بیٹے ان کی نظروں سے دور ہوتے ہیں وہ ان کو دیکھ نہیں سکتیں ان سے بات نہیں کر سکتیں اپنے بیٹوں کو وطن کا محافظ بنا کر بڑے صبر اور حوصلے سے جیتی ہیں ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتی ہیں اور ایسا حوصلہ صرف میرے وطن کی ماوں کا ہی ہو سکتا ہے-

****

جب ساز سلاسل بجتے تھے ہم اپنے لہو میں سجتے تھے
وہ ریت ابھی تک باقی ہے وہ رسم ابھی تک جاری ہے

ہر طرف ایک سناٹا قایم تھا -اندھیرے میں درخت کسی دیو ہیکل کی طرح معلوم ہو رہے تھے پاس جانے پر یوں لگتا تھا کہ ابھی نگل لیں گے - وہ مرد مجاہد آگے بڑھ رہے تھے - ان کے قدموں میں راستے میں انے والی رکاوٹوں نے بھی کوئی خلل نہیں ڈالا تھا - یہ وہ مسافر تھے جو ہمیشہ سفر میں رہتے .....ہر وقت جدو جہد کرتے رہتے -کئی زمانے بیت گئیے تھے ان کو اس سفر کو شروع ہوئے مگر یہ سفر

اختتام کو نہیں پہنچ رہا ے تھا - یہ وہ سفر تھا جو ازل سے شروع تھا اور ابد تک رہنا تھا - کچھ مسافر اس دوران راستے میں ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملتے - شہادت کے رتبے پر فائز ہو کر بڑی شان سے مقتل کو چھوڑ جاتے مگر جاتے جاتے اپنے خون سے اس راستے میں ایسے شجر اگا جاتے جو تاقیامت مہکتے رہنے تھے جن کہ خوشبو ہمیشہ قائم رہنی تھی -جن کی تازگی کبھی ختم نہیں ہونی تھی - رات کے وقت بھی دن بھر کی تھکن کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے - ان کے چہرے عزم اور فرط شوق سے چمک رہے تھے -,زندگی کی رمق صاف دکھائی دے رہی تھی - حالانکہ وہ لحہ بہ لحہ موت کے منہ میں جارہے تھے -ان سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑی موت بھی حیرانی سے ان نوجوانوں کو دیکھ رہی تھی - جو اس کے سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کھڑے تھے حتی کہ موت بھی ایسی زندگی سے گھبرا گئی تھی - زندگی موت کو شکست دے رہی تھی-

لمحوں بعد کیا ہونے والا تھا کوئی نہیں جانتا تھا .....بازی کیا رخ پلٹنے والی تھی .....وقت کیا کھیل کھیلنے والا تھا .....سب ہی اس سے انجان تھے - جو بھی ہونے والا تھا انہیں اس سے مطلب نہیں تھا انہیں بس چلتے جانا تھا اپنے سفر پر گامزن

رہنا تھا ....اپنی منزل کو پانا تھا - اس سفر پر انے والی تمام رکاوٹوں کا بہادری سے سامنا کرنا تھا -

"Sher yar every thing is fine or not ?"

کیپٹن آکاش نے وائر لیس کے ذریعے لیفٹیننٹ شہریار سے رابطہ کیا -ان کی آواز اتنی مدھم تھی کہ دوسری جانب بمشکل سنا ئی دی تھی-

"yes sir every thing is fine" .

شہریار نے بھی جوابا اسی مدھم لہجے میں جواب دیا - وہ پہاڑ سے نیچے اتر چکے تھے اور اس وقت ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے اردگرد کا جائزہ لے رہا تھے مگر اندھیرے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا آگے دیکھنے میں بہت مشکل ہو رہی تھی-

"OK fine"

رابطہ منطقع ہو چکا تھا-

****

وہ تینوں اردو کی کلاس لے کہ لان میں آگئیے - ایک گھنٹے کی کلاس نے ہی تھکا دیا تھا- صبح سے یہ تیسری کلاس تھی -

"فارس تم نے اس لڑکی کی ڈائیری واپس کر دی ہے "- حیدر نے گھاس پر چوکڑی مار کر بیٹھتے ہوئے فارس سے پوچھا جو اس سے زرا فاصلے پر بیٹھ گیا تھا -ہوا چل رہی تھی- موسم خوشگوار تھا -اس لئے وہ کینٹین جانے کی بجائے لان میں آگئے تھے -

"افففف یار یہ مرزا غالب کا لیکچر کتنا بورنگ تھا- توبہ میں نے تو پورا گھنٹہ جمائیاں لیتے اور اونگھتے ہوئے گزارا- مجال ہے میں نے لیکچر کا ایک لفظ بھی سنا ہو "- فرحان حیدر کے اوپر ہی گر گیا - اس نے بڑے فخریہ انداز میں اپنا کارنامہ سنایا - "پرے مرو تم "- حیدر نے اسے دھکا دیتے ہوئے پرے دھکیا تو وہ گرتے گرتے بچا -حیدر کے اس فعل پر ایک گھوری سے اس کو نوازا مگر مقابل زرا برابر بھی اثر نا ہوا-

"اور بدتمیز انسان کبھی سر کا نام سیدھا بھی لے لیا کرو - اچھے خاصے بندے کے نام کا ستیاناس مار کہ رکھ دیتے ہو تم -مرزا فردوس نام ہے ان کا انسانوں کی طرح یہ نام لیا کرو ....میرے فیورٹ سبجیکٹ کے فیورٹ سر ہیں "- حیدر نے غصے سے کہا- مرزا فردوس اردو کے پروفیسر تھے - وہ کافی سنجیدہ مزاج کے تھے - حیدر کے پسندیدہ اساتزہ میں ان کا شمار ہوتا تھا - اس کی برعکس فرحان کو وہ اتنے ہی برے

لگتے جتنے اس کو اچھے لگتے - اسی لیئے فرحان ان کی شان میں ایسے قصیدے پڑھتا رہتا جس پر حیدر خوب زچ ہوتا - وہ اپنے پسندیدہ سر کی بے عزتی بلکل برداشت نہیں کر سکتا تھا -

"یہ لو بول پڑا سر کا چمچہ .....ویسے تمہیں اردو کے سوا اور پسند بھی کیا ....مرزا غالب کا شاگرد ....ہاہاہا --"- وہ اپنی بات کے اختتام پہ خود ہی ہنسا - اس کا لہجہ صاف مزاق اڑانے والا تھا- فارس چپ چاپ ان دونوں کی بحث سن رہا تھا- اس کا سارا دیہان اس وقت آکاش کی جانب تھا جسکا فون آجکل بند تھا- کتنے دن سے اس کا میسج بھی نہیں ایا تھا -وہ کافی پریشان تھا- وہ چاروں بیسٹ فرینڈ تھے ایک دوسرے پہ جان چھڑکنے والے ....بظاہر لڑجھگڑ لیتے مگر ایک دوسرے کی زرا سی پریشانی پر سب بے چین ہو جاتے - وہ بچپن سے ساتھ تھے پھر ایف ایس کے بعد آکاش ارمی میں چلا گیا اور ان تینوں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا - مگر پڑھنے سے ذیادہ وہ ہلا گلا کرتے تھے چاروں ہوسٹل کی بجائے ایک فلیٹ لے کے اس میں رہتے تھے - اب آکاش کے بعد وہ تینوں رہ گیے تھے بس-

"او ہیلو ....! تم کہاں کھوئے ہو .... کہیں کسی حسینہ کا چکر تو نہیں ....دیکھو اگر ایسا ہے تو مجھے بتاو میں مدد کر دوں گا ....ہو سکتا اسی بہانے تیرے والی کی کسی سکھی

سے میرا ٹانکا بھی فٹ ہو جائے گا ....اہسے تو کسی نے گھاس ڈالنی نہیں ہم جیسوں کو .....غضب خدا کا تین سال ہو گئیے ابھی تک ایک گرل فرینڈ نہیں بنی "- فرحان نے مصنوعی اہیں بھرتے ہوئے کہا - اس کے الگ ہی دکھڑے تھے-

"شٹ اپ ... کبھی سیریس بھی ہو جایا کرو ....ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو تم لوگ "- فارس نے غصے سے اسے ڈپٹا اس کا موڈ اف دیکھ کہ وہ دونوں فورا سنجیدہ ہو گئیے تھے - فرحان نے خود کو کوئی فضول بات کہنے سے باز رکھا -

"تجھے کیا ہوا "- حیدر نے حیرت سے استفسار کیا-

"یار آکاش کا نمبر اف ہے ....کافی دن سے اس کا کوئی میسج نہیں ایا....پتا نہیں کہاں مصروف ہے "- فارس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا-

"اوہو .... آکاش کی ٹینشن چھوڑ بھائی ....وہ مصروف بندہ ہماری طرح ویلا تھوڑی ہے.....وہ نوکری کرتا ....اب ہر وقت تو فارغ نہیں ہوتا نا .... کہیں بزی ہو گا تو فون بند کر دیا ....تو اس کی اتنی ٹینشن کیوں لیتا ....بیوی ہو کیا تم اس کی ..."- حیدر نے بات کو مزاح کا رخ دیتے ہوئے کہا اس کا لہجا شرارتی ہو گیا تھا -فرحان نے اس کی بات پر ایک قہقہ لگایا - فارس نے افسوس اور غصے سے ان دونوں کو دیکھا-

"لعنت ہے تم دونوں پہ .....ہر وقت مراثیوں والی باتیں اور حرکتیں-"

"ہاہاہاہا ....."- حیدر زور سے ہنسا" -

اچھا چھوڑ یہ بتاو کہ ڈائیری واپس کی کہ نہیں ....میں نے پہلے بھی پوچھا'- حیدر کو یاد ایا تو پوچھنے لگا - اس کی یادشت واقعی کمال کی تھی - مجال تھی کوئی بات بھول جاتی -

"ہاں لایا ہوں آج دے دوں گا "- وہ مختصر بولا-

"چلو ابھی ڈھونڈتے ہیں اور واپس کر کے اتے ہیں "- حیدر کو اب اس کام کی جلدی پڑ گئی تھی-

"ابھی .... "- وہ حیران ہوا-

"ہاں تو ابھی کیا .... کہیں تیری نیت تو نہیں بدل گئی "- وہ مشکوک ہوا-

"چلو ...."-فارس نے کچھ کہنے سے خود کو روکا وہ مزید اس کی بکواس نہیں سن سکتا تھا-

"چلو .....اسی بہانے اس حسینہ کا دیدار بھی ہو جائے گا ....کیا پتا میرے ٹائپ کی نکل آئے "" وہ اسے آنکھ مارتے ہوئے بولا -

"تو ایک دن بھابھی سے پٹے گا اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے .....یاد رکھنا میری بات "- فارس نے اٹھتے ہوئے کہا تو اس نے ایک بلند قہقہ فضا کی نظر کیا-

****

"بات سنیں پلیز"- فارس نے فزکس ڈیپارٹمنٹ کے ایک لڑکے کو روکا-

"جی بتائیں "- وہ لڑکا سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگا-

"کیا اپ مجھے بتائیں گے کہ فریال حسن کہاں ملیں گی "- فارس نے شائستگی سے پوچھا -

"وہ اس کی فرینڈ کھڑی ہے اس سے پوچھ لیں "- اس لڑکے نے کچھ دور کال پہ مصروف وجیہہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا- "شکریہ بھائی "- فارس نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ موسٹ ویلکم کہہ کہ ایک سمائل دیتا ہوا آگے بڑھ گیا-

"یار اب کیا کریں ...وہ تو بزی ہے ...اس طرح کسی کو ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں لگتا "-فارس حیدر کے کان میں منمنایا-

"تھوڑا ویٹ کر لیتے ہیں "- حیدر نے مدھم لہجے میں کہا- فارس کو بمشکل سنائی دیا- وجیہہ کی ان کی طرف پشت تھی لہزا وہ انہیں دیکھ نہیں پائی تھی-

وجیہہ فری ہو کہ مڑی تو کلاس کے سامنے ان تین لڑکوں کو کھسر پھسر کرتے دیکھ کر حیران ہوئی - وہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کے تو نہیں تھے - بلکہ وہ ان کو یونیورسٹی میں دیکھ ہی پہلی بار رہی تھی - وہ کلاس میں جانے کے ارادے سے آگے بڑھی- "ایکسیوز می "- حیدر نے اس کو پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا تو روکا - وہ حیرانگی آنکھوں میں لئے رک گئی اور سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی - حیدر نے فارس کی طرف دیکھا تو حیران ہوا وہ ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھ رہا تھا - اس نے اپنا سر پیٹ لیا وہ بجائے اس سے بات کرنے کے اس کا گھور گھور کر جائزہ لے رہا تھا-

"آپ فریال حسن کی فرینڈ ہیں "- حیدر نے خود ہی بات شروع کی کیونکہ فارس کو تو چپ لگ گئی تھی - جو فی الوقت تو ٹوٹنے والی نہیں تھی - وجیہہ نے مشکوک انداز میں ان کی طرف دیکھا - یہ فری کو کیسے جانتے ہیں - وہ حیرت سے دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوئی-

"آپ کون ہیں اور اسے کیسے جانتے ہیں "- دل کی بات زبان پر اتے دیر نہیں لگی تھی- اس نے باری باری تینوں کا جائزہ لیا شکل اور حلیے سے تو شریف لگ رہے تھے-

"کچھ دن پہلے لائبریری میں ان کی ڈائری رہ گئی تھی ہم وہ واپس کرنے آئے ہیں "- حیدر نے اپنے انے کا مقصد بتایا-

"تو وہ آپ نے اٹھائی تھی"- وجیہہ کے منہ سے بے ساختگی میں پھسل گیا-

"میڈم ہم چور نہیں ہیں"- فرحان کو اس کی بات بری لگی تھی - وجیہہ تھوڑی شرمندہ ہوئی -

"وہ غلطی سے چھوڑ گئی تھیں شاید تو ہم نے رکھ لی ....اور اب ہم واپس کرنے آئے ہیں "- حیدر کو بھی برا تو لگا تھا مگر نظرانداز کر گیا تھا-

"آپ مجھے دے دیں میں اس کو دے دوں گی "- وجیہہ نے کہا تو حیدر نے فارس کے ہاتھ سے ڈائری لے کہ اس کو پکڑا دی-

"تھینک یو "- وہ سنجیدگی سے ان کا شکریہ ادا کر کہ کلاس میں داخل ہو گئی-

"چلی گئی بھائی اب واپس آ جاو"- حیدر نے فارس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا تو وہ چونکا-

"ویسے حد ہے یار تم بھی یہ کام کرتے ہو ...میں سمجھا تھا کہ شاید میں اور فرحان ہی لڑکیوں کو دیکھتے ہیں آج پتا چلا تجھے بھی یہ مرض لاحق ہے "- حیدر نے طنزا کہا تو وہ شرمندہ ہوا- اپنی بے اختیاری پہ اب افسوس ہو رہا تھا-

"تم لوگوں کا ہی دوست ہوں۔۔۔۔۔کچھ تو اثر ہو گا ہی نا تم لوگوں کی صحبت کا "- فارس نے اپنی خجلت مٹانے کے لئے کہا -

"یار ڈائری والی تو ملی نہیں ....اس کے دیدار سے محروم ہو گئیے"- فرحان کو یہ افسوس ہو رہا تھا کہ پوئٹری لکھنے والی کی شکل تو دیکھی نہیں -

وہ بنا دیکھے ہی اس سے متاثر تھا - اسے دیکھنے ہی تو وہ آیا تھا مگر وہ تو ملی نہیں- اسکا صدمہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا- "پریاں ہر کسی سے نہیں ملتی ....وہ بہت خاص لوگوں کو نظر اتی ہیں"- حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا- سچ تو یہ تھا کہ اسے خود بھی افسوس ہو رہا تھا- وہ بھی اسی لڑکی کی خاطر آیا تھا -

****

"یہ لو اپنی ڈائری جان من ..."- وجیہہ نے کلاس میں داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے ڈائری ہاتھ میں لہرائی-

"ہاہ ....! یہ تجھے کہاں ملی"- زنیرہ اور فریال دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئیے- "تین لڑکے دے کے گئے ہیں - انہوں نے لائبریری سے اٹھا لی تھی اس دن ..."- وہ ان کے پاس چیئر پہ بیٹھتے ہوئے بولی- فریال نے جھٹ سے اپنی ڈائری اس کے ہاتھ سے چھین لی اور بے تابی سے ساتھ لگا لی- وہ ایک دم خوش ہو گئی

تھی- کتنی عزیز تھی اس کو یہ ڈائری کوئی اس کے دل سے پوچھتا- "کون سے لڑکے تھے"- زنیرہ نے اس کے پاگل پن پر مسکرا کر اسے دیکھا اور وجیہہ سے پوچھنے لگی-

"پتا نہیں میں نے بائیو ڈیٹا نہیں پوچھا ان کا"- وہ لاپرواہی سے بولی-

"کب دی تھی تمہیں انہوں نے؟"

فریال نے چمکتے ہوئے چہرے سے پوچھا-

"ابھی کلاس کے باہر دی ہے شاید ابھی بھی وہیں کھڑے ہوں"- وجیہہ نے باہر دیکھتے ہوئے بتایا مگر کچھ نظر نا آیا-کیونکہ اتے ہوئے دروازہ بند ہو گیا تھا-

"چلو ابھی جا کہ ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں "- فرہال فورا کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی تھی- "اب کیا کرنے جانا"- وجیہہ حیرت سے اس کے اتاولے پن پر گویا ہوئی-

"شکریہ ادا کروں گی انکا اور کیا کرنا-"

"میں کر کہ آئی ہوں ڈونٹ وری -"

"ہاں تو وہ تو تم نے کیا تھا نا میں نے تو نہیں نا ...مجھے بھی تو کرنا چاہیے نا .... آخر کو ڈائری تو میری ہے نا"- وہ جوش سے بولی تو وجیہہ اس کی طرف دیکھنے لگی- اس کی اتنی خوشی کی وجہ اس کی سمجھ سے باہر تھی-

"چلو آو"- وہ ناچاہتے ہوئے بھی اٹھ کھڑی ہوئی- وہ باہر آئیں تو کاریڈور خالی تھا- شاید وہ جا چکے تھے-

"ہاہ ....وہ تو چلے گئے"- فریال کو افسوس ہوا- وجیہہ نے آگے ہو کہ ریلنگ سے نیچے جھانکا- وہ تینوں نیچے کھڑے تھے -کوئی لڑکا اب اور بھی تھا انکے ساتھ-

"ادھر آو وہ ہیں نیچے "- اس نے مڑ کے کہا تو وہ دونوں بھی اس کے پاس آئیں- فریال نے نیچے دیکھا تو ساکت رہ گئی- یہ تو وہی تھے- پر وہ نہیں تھا -

"تمہیں کیا ہوا اب"- زونیرہ نے اسے بت بنے دیکھ کر پوچھا-

وجیہہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئی -

"یہ وہی ہیں "- وہ دکھی انداز میں بولی -

"کون۔۔۔۔!"- وہ سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی -

"ریسٹورینٹ والے۔۔۔۔"- اس نے بتایا تو دونوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا- یہ بات وہ اتنے عجیب لہجے میں بتا رہی تھی -

"او مائی گاڈ۔۔۔رئیلی۔۔۔۔"- وہ خوشی سے چلائی تو فریال کا سر اثبات میں ہل گیا- وہ ہنوز سنجیدہ تھی -

"تو جانی اس میں اتنا دکھی ہونے والی کیا بات ہے ...تمیں تو خوش ہونا چاہیے"- زنیرہ نے اسکے اترے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا-

"اچھا ان میں سے وہ والا کونسا"- وہ نیچے جھانکتے ہوئے بولی-

"کوئی بھی نہیں ...."- وہ کہہ کہ واپس مڑ گئی - وہ دونوں حیرت سے وہیں کھڑی رہیں-

****

فریال نے واٹس اپ ان کیا تو زونیرہ کے کئی میسجز تھے-وہ جلدی جلدی کھول کے دیکھنے لگی-ایک ہیلو کا میسج تھا اور باقی تصویریں تھی- وہ ان کوڈاونلوڈ پراسس میں کر کے خود چارجر لینے چلی گئی- واپس آئی تو سب ڈاونلوڈ ہوچکی تھیں- وہ ان کو کھول کر دیکھنے لگی- اچانک ایک تصویر پہ اکہ اس کا ہاتھ ساکت ہوا۔۔۔ارمی یونیفارم میں فوجی ہیر کٹ کہ ساتھ اپنی تمام تر وجاہت لیے وہ کھڑا تھا چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔۔۔اس کے ساتھ ارمی یونیفارم میں کوئی اور بھی کھڑا تھا ۔۔۔مگر اس کی نظریں تواسی چہرے میں الجھ کر رہ گئی تھی وہ یک ٹک اسکرین کی

جانب دیکھتی رہی یہاں تک کہ اس کی آنکھیں چندھیانے لگیں اور ان میں پانی بھر ایا۔اسکرین پہ اندھیرا چھا گیا۔۔۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے دوبارہ ٹچ کیا وہ مسکرا رہا تھا فریال سے اس کی آنکھوں میں دیکھنا دو بر ہو گیا۔۔۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔وہ اپنی سیاہ طلسمی آنکھیں اس پر جمایے ہوئے تھا۔۔۔

"اب ریپلائی کرو گی کہ نہیں ..."- زونیرہ کا میسج آیا وہ آن لائن تھی- فریال کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے - وہ خوش تھی بہت خوش تھی -کب سوچا تھا اس نے کہ وہ اسے دوبارہ دیکھے گی- اور آرمی یونیفارم میں دیکھ کہ تو وہ خوشی سے پاگل ہونے والی ہو گئی تھی- آرمی اسے جنون کی حد تک پسند تھی- اور اب اس سیاہ طلسمی آنکھوں والے سے تو اسے عشق ہو گیا تھا- کتنا خوبصورت تھا وہ - اج اس نے اعتراف کر لیا تھا کہ اپنی پوری زندگی میں اس نے اتنا ہینڈ سم بندہ نہیں دیکھا تھا- اس کی پرسنالٹی کی تو کیا ہی بات تھی اور اوپر سے آرمی یونیفارم وہ کسی ریاست کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا -

"زندہ ہو۔۔"- زونیرہ کو اسکی چپ سے اکتاہٹ ہو رہی تھی -

"زونی۔۔۔"- وہ خوشی سے بمشکل یہی کہہ پائی تھی -

"جلدی سے یہ بتاو کہ اس میں وہ کونسا"- فورا جواب آیا -

"رائٹ سائیڈ پہ جو کھڑا"- وہ ایک بار پھر تصویر کھول کر دیکھنے لگی تھی -
"آکاش آفتاب ربانی نام ہے اس کا۔۔۔اسی شہر میں رہتا۔۔آرمی میں کیپٹن ہے ۔۔۔اور آج کل سوات میں ہوتا۔۔اس دن یہ اپنے فرینڈز کے ساتھ آیا تھا "- زونیرہ نے اس کا جتنا بائیو ڈیٹا معلوم کیا تھا وہ ٹائپ کر کہ بھیج دیا -
"لیکن تمہیں یہ سب کس نے بتایا اور اتنی ساری انفارمیشن کہاں سے ملی"- وہ حیران تھی بلکہ بہت حیران تھی- ایک ہی دن میں یہ معجزہ کیسے ہو گیا تھا -
"تمہارے جانے کے بعد میں اور وجیہہ ان لوگوں کے پاس گئی تھیں - وہ ان کا فرینڈ ہے اور یہ انفارمیشن انہی سے ملی ہے - باقی کی تفصیلات کل فیس ٹو فیس خود ان سے پوچھ لینا - کل دو بجے کیفے ٹیریا میں ملاقات کروا دیں گے تمہاری ان سے"- زونیرہ نے بنا اسے ستائے سب اس کے گوش گزار دیا -
"تھینک یو میری سوہنی پری"- فریال کا بس نہیں چل رہا تھا اگر وہ سامنے ہوتی تو وہ اس کا منہ چوم لیتی -
"یہ تھینک یو پاس ہی رکھ بہن۔۔۔کام ہونے کے بعد ٹریٹ لینی ہے ہم نے "- زونیرہ نے کہا تو اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ آگئی -
"جان بھی مانگو گی تو دے دوں گی "- وہ شوخ ہوئی -

کمرے میں داخل ہوتی شبنم نے اس کا چمکتا چہرہ دیکھا تو حیران رہ گئی - اتنے دنوں سے جو چہرے پر خوشی کی رمق غائب تھی وہ اس وقت صاف نظر آ رہی تھی -

"کیا بات ہے اپی قارون کا خزانہ لاتھ لگ گیا کیا۔۔۔اتنی خوش ہیں جو"- وہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی تو فریال نے اس کی طرف دیکھا - مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے چپک سی گئی تھی -

"یوں ہی سمجھ لو"- وہ اسی دلکش مسکراہٹ کو ہونٹوں پر سجائے بولی -

فون کو آف کر کہ چارج پہ لگایا اور خود چائے بنانے چلی گئی- کچھ پا لینے کا نشہ اس کی رگ رگ میں سما چکا تھا -

شبنم نے اس کی چہرے کی دائمی مسکراہٹ کی دعا مانگی اور دل ہی دل میں اس کی نظر بھی اتاری-

****

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی کیپٹن آکاش اور ان کے ساتھیوں نے اس آئیریا کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔دشمن اس وقت میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔جب اچانک ہر طرف سے فائرنگ ہونے لگی تو وہ بری طرح سے بوکھلا گیا۔ان کے جو ساتھی رات بھر پہرا دیتے رہے تھے وہ بھی اس وقت اونگھ رہے تھے۔ایسے میں

آچانک جب ان پر گولیوں کی برسات ہونے لگی تو اس کی عقل پر پردہ پڑھ گیا۔ ایک تو ابھی پوری طرح سے اندھیرا بھی نہی چھٹا تھا اور اوپر سے وہ سب نیند سے آچانک بیدار ہوئے تھے۔کیپٹن آکاش نے اس وقت حملہ کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔کیونکہ ایک تو وہ تعداد میں کم تھے اور دوسرا وہ دشمن کو جلد سے جلد نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔دشمن کے کئی ساتھی ان لوگوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ کر ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہو چکے تھے۔کیپٹن عبداللہ نے اس آئریا کو حراست میں لیا جہاں ان ظالموں نے پھول جیسے نازک بچوں کو قید کر کے رکھا تھا۔انہوں نے جلدی جلدی ان کو ایک محفوظ مقام تک پہنچایا۔شہباز خان ان کے ساتھ تھے۔

دشمن بھی اب کسی حد تک سنبھل چکا تھا۔وہ اپنی بھرپور کوشش کر رہا تھا مگر مقابل وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں موت کی دہشت اس کا خوف بلکل ناپید تھا۔ہر کوئی وطن کی محبت میں اپنی جان کا نظرانہ پیش کرنے کے لئے بے تاب تھا۔جب کہ دشمن موت کی دہشت سے ڈر رہا تھا۔ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔

صوبیدار فارووق کیپٹن آکاش کے ساتھ تھے۔ تبھی فضا میں ایک دھماکہ ہوا دشمن کی طرف سے ایک دستی بم پھینکا گیا تھا۔ہر طرف ایک بدبو دار دھواں پھیل گیا ۔اس دھماکے میں پاک آرمی کے دو جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

سورج کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی۔جنگ ابھی زور و شور سے جاری تھی۔دونوں فریقین میں سے کوئی بھی ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔پورا جنگل گولیوں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔جنگل کے تمام پرندے اپنے اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں لے کہ اپنے گھونسلوں میں دبک کر بیٹھے ہوئے تھے۔

"صوبیدار صاحب چھت پہ جائیں"۔کیپٹن آکاش نے دور بین کی مدد سے چھت کا جائزہ لیتے ہوئے صوبیدار فارووق کو ہدایت دی۔

وہ فوراً آگے بڑھے۔مگر اوپر جانے کا موقع ہی نا ملا دشمن کی طرف سے یکے بعد تین چار گولیاں آئیں اور ان کے جسم کو چیرتی ہوئی نکل گئیں۔کیپٹن آکاش نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔وہ بجلی کی سی تیزی سے ان کی طرف بڑھے مگر دیر ہو چکی تھی۔صوبیدار فارووق زمین بوس ہو چکے تھے۔وہ ان کے سامنے کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گرے تھے۔

"صاب۔۔۔" کیپٹن آکاش نے انکا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے پکارا۔

" حاضر جناب۔۔۔"لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے لبوں سے جدا ہوئے تھے۔کیپٹن آکاش کی آنکھوں میں انسو آگئیے۔کس قدر تکلیف دہ منظر تھا یہ۔صوبیدار فارووق نے ان کی گود میں ہی قلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دم توڑ دیا۔گولیاں بہت نزدیک سے آئیں تھی اس لئے وہ زخموں کی تاب نا لاتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے تھے۔شہادت ان کا مقدر بنی تھی۔کیپٹن آکاش کے لئے یہ سب بہت تکلیف دہ تھا۔اگر ان کی جگہ اور ہوتا تو کب کا ہمت ہار چکا ہوتا مگر انہوں نے بہت بہادری سے صوبیدار فارووق کا آخری دیدار کیا۔صوبیدار فارووق کے چہرے پر بہت گہری مسکراہٹ تھی۔کچھ پا لینے کی چمک تھی۔انہوں نے بہت بہادری سے لڑتے ہوئے مقتل گاہ کو چھوڑا تھا۔

کیپٹن آکاش اپنی پوزیشن پر واپس جا چکے تھے۔انکی آنکھوں میں اب خون اتر آیا تھا۔دشمن کو اب ہر حال میں شکست دینی تھی۔

****

یونیورسٹی کا کیفے ٹیریا اس وقت تقریبا سنسان تھا- اس ٹائم زیادہ تر سٹوڈنٹس کلاسز میں ہوتے تھے- سردیوں کی ایک دوپہر تھی یہ۔۔۔دھوپ کی ہلکی ہلکی تپش سکون

دے رہی تھی-وہ چاروں کافی دیر سے انتظار کر رہی تھیں- تبھی وہ تینوں دور سے اتے ہوئے دکھائی دیئے-

"السلام و علیکم! سوری ہم تھوڑے لیٹ آئے ہیں... آپ کو انتظار کرنا پڑا"- حیدر نے شائستگی سے معزرت کی-

"کوئی بات نہیں"-وجیہہ نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا-

وہ تینوں ان کے سامنے ہی کرسیاں سنبھال کر بیٹھ گئے -

"یہ ہماری دوست فریال ہے"- زنیرہ نے فریال کا تعارف کروایا-

ان تینوں نے زنیرہ کے ساتھ بیٹھی فریال کی طرف دیکھا-سیاہ حجاب میں وہ نظریں جھکائے کچھ کنفوز سی لگ رہی تھی-دھوپ کی چمک اس کے چہرے کو ایک عجیب سا نور بخش رہی تھی-سفید رنگت پر سیاہ حجاب بہت پرکشش لگ رہا تھا- اس نے ایک بار بھی نظریں اٹھا کر انکی طرف نہیں دیکھا تھا-ان تینوں نے بھی جلد ہی نظریں ہٹا لی تھیں- فارس آج کافی سنبھل کہ بیٹھا ہوا تھا- وہ اس دن کی طرح ان کو خود پر ہنسنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا-

"آپ لوگوں کو کوئی بات کرنی تھی شاید"- حیدر نے ہی بات شروع کی-

"آکاش کب آئے گا"- زنیرہ نے پوچھا تو وہ تینوں حیرانگی سے انکی طرف دیکھنے لگے-اس دن بھی وہ جس طرح آکاش کے بارے میں معلومات لے رہی تھیں اور پھر ملنے کے لئے کہا یہ بات ان تینوں کو مشکوک بنا رہی تھی- سوچ کے گھوڑے دوڑا دوڑا کے وہ لوگ تھک چکے تھے مگر کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا-آخر معاملہ کیا تھا-

"ہمارا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے"- فارس نے سچائی سے انکی بات کا جواب دیا-

"آپ لوگ اس کا کانٹیکٹ نمبر دے سکتے ہیں "- وجیہہ نے ایک نظر فریال پر ڈالی جو شاید گونگے کا گڑ کھا کہ بیٹھ گئی تھی-اس کا دیہان مسلسل اپنی گود میں رکھے ہاتھوں پر تھا جن کو مسل مسل کے اس نے سرخ کر لیا تھا-

"سوری لیکن کیا آپ پہلے یہ بتا سکتی ہیں کہ آپ کو کیوں چاہیے"- حیدر نے صاف منع کرنا مناسب نا سمجھا وہ پہلے جاننا چاہتا تھا کہ آخر ان کو آکاش کا نمر کیوں چاہیے- ویسے وہ لوگ اس کا نمبر دے تو نہیں سکتے تھے مگر پھر بھی وجہ جاننا چاہتے تھے-

"فریال کو آکاش سے بات کرنی ہے"- زنیرہ نے صاف گوئی سے کام لیا- وہ معاملے کو الجھانا نہیں چاہتی تھی-

"کیوں ....آئی مین خیریت ہے کوئی کام تھا"- وہ لوگ حیرانگی کی حدوں کو چھو رہے تھے-

فرحان نے ٹیبل پہ پڑی بوتل میں سے پانی گلاس میں نکالا اور ہونٹوں سے لگا لیا- اس کا گلا خواہ مخواہ ہی خشک ہو رہا تھا- وہ اور فارس بلکل چپ تھے-

"فریال اسے لائک کرتی ہے,اور اس سے بات کرنا چاہتی ہے"-زنیرہ نے فریال کو کہنی مارتے ہوئے بتایا جو بت بنی بیٹھی تھی-جو باتیں اسے کرنی چاہیے تھیں وہ ان لوگوں کو کرنی پڑ رہی تھی -

"کیا....."- پانی پیتے فرحان کو اچھو لگ گیا-وہ پانی پینا بھول گیا- کچھ ایسا ہی حال باقی دونوں کا بھی تھا-

"آپ اس کو جانتی ہیں"- فارس نے اب ڈائریکٹ فریال سے سوال کیا تھا-

زنیرہ نے اسے ہلایا تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگی اور پھر سر کو نہیں میں ہلا دیا-

"آپ نے کہاں دیکھا تھا اس کو"- فارس کو وہ لڑکی ابنارمل لگی-

"کچھ دن پہلے ریسٹورینٹ میں....."- اب اس نے پہلی بار لب کشائی کی تھی -

"کیا آپ جانتی ہیں کہ وہ انگیجڈ ہے"- اب کی بار حیران ہونے کی باری ان چاروں کی تھی- فریال کے اندد چھن سے کچھ ٹوٹا -

"سوری لیکن یہ سچ ہے"- حیدر نے فریال کو اترا ہوا چہرہ بغور جانچا -

"آپ نمبر دے دیں اس کا پلیز ہم بات کر لیں گے"- زنیرہ نے ہمت کر کے پھر کہا ناجانے اسے کیوں لگ رہا تھا کہ جیسے بات نہیں بنی-مگر وہ فریال کے پاگل پن سے واقف تھی-پچھلے دنوں سے جس طرح اس نے اپنا حال بےحال کر رکھا تھا وہ ان تینوں سے مخفی نہیں تھا- وہ جانتی تھی جب تک وہ بات نہیں کرے گی اسی طرح رہے گی -

"سوری بٹ آکاش کی پرمیشن کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے ہم"- حیدر نے اب کی بار سیدھا سیدھا انکار کر دیا-

"آپ پلیز دے دیں آپ لوگوں کا نام نہیں آئے گا "- زنیرہ نے ڈھیٹوں کی طرح کہا اسے اندر سے شرم بھی محسوس ہو رہی تھی- ان کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ دوبارہ مانگ رہی تھی-

"بٹ..."- حیدر نے کچھ کہنا چاہا مگر فارس نے اس کے بازو پہ اپنا ہاتھ رکھ کہ اسے چپ کروا دیا-

"اوکے لکھ لیں ...لیکن ہمارا نام نا آئے"- فارس نے کہا تا فرحان اور حیدر کو اسکی عقل پر شبہ ہوا -

"نہیں ائے گا پرامس"-زنیرہ نے اسے یقین دلایا-

فارس نے رجسٹر میں سے تھوڑا سا پیج پھاڑ کہ اس کے اوپر نمبر لکھ کہ فریال کے سامنے رکھ دیا-

"تھینک یو"-زنیرہ نے اس کا شکریہ ادا کیا-

"ویلکم"- وہ مدھم سی مسکراہٹ چہرے پہ لاتے ہوئے بولا-

فریال نے وہ کاغزاٹھا کہ مٹھی میں دبا لیا-

****

میرے خون سے لکھنا پاکستان

میرے کفن پہ لکھنا پاکستان

موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیاہوں میں

میری قبر پہ لکھنا پاکستان

آٹھ گھنٹوں کی مسلسل جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کیپٹن آکاش اور انکے ساتھیوں کو فتح عطا کی- پاکستان آرمی کے لئے یہ بہت بڑی جیت تھی- اس جنگ میں صوبیدار فارووق سمیت چھ نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا اور تاریخ کے اوراق میں سرخ روشنائی سے اپنے نام ہمیشہ کے لئے درج کروا لیے- پاکستان آرمی کے ان بہادر

نوجوانوں نے اپنی بہادری اور ثابت قدمی کی ایک اور بڑی مثال قائم کر دی- تمام شہدا کو سبز ہلالی پرچم میں لپیٹ کر وہیں قریبی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا- اور وہ مٹی اپنی قسمت پر نازاں ہو رہی تھی جہاں وہ شہید ہمیشہ کے لئے سو گئے تھے- کیپٹن آکاش اس جنگ میں شدید زخمی ہوئے تھے اور اس وقت ان کی حالت بہت سیریس تھی-

****

کرنل عباس اپنے افس میں ٹہل رہے تھے ہر گزرتا لمحہ ان کی پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا-

"مے آئی کم ان سر"- تبھی دروازے پر دستک ہوئی تو وہ فورا اس طرف متوجہ ہوئے - وہاں میجر کاشف کھڑے اجازت طلب نظروں سے ان کو دیکھ رہے تھے - کرنل عباس نے سر کے ہلکے سے اشارے سے انکو اندر انے کو کہا-

"جی کیا سئچوئشن ہے؟ "- کرنل عباس کے لہجے میں بے چین واضح تھی جسے میجر کاشف نے محسوس بھی کر لیا تھا-

"Area is secure sir"-

میجر کاشف نے ان کو اطلاع دی تو انہوں نے شکر ادا کرتے ہوئے ایک سکون والا لمبا سانس لیا۔

"باقی سب ٹھیک ہے؟ "۔ انہوں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ کئی گھنٹوں سے مسلسل کھڑے رہنے کی وجہ سے ٹانگیں شل ہو چکی تھی۔

"سر ہمارے چھ جوانوں نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا الحمدللہ جن میں صوبیدار فاروق بھی شامل ہیں۔ میری کچھ دیر پہلے لیفٹیننٹ شہریار سے بات ہوئی ہے انہوں نے مجھے بتایا"۔ میجر کاشف نے انکو مختصر تفصیل بتائی۔

"اور کیپٹن آکاش۔۔۔۔۔"۔ کرنل عباس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"سر وہ کافی زخمی ہوا ہے لیکن اس وقت اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ اس لئے پریشانی والی کوئی بات نہیں "۔ میجر کاشف ان کی ادھوری بات کا مفہوم سمجھ گئے تھے انہیں نے انکو تسلی دی تو وہ کچھ مطمئن نظر انے لگے۔

"آپ کی بات ہوئی آکاش سے؟ "۔ کرنل عباس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں سر ابھی تو نہیں ہوئی۔۔۔ابھی اسے ہوش نہیں آیا"۔ میجر کاشف نے مودب لہجے میں جواب دیا۔ ان کی نظریں احتراماً جھکی ہوئی تھی۔

"کون ہے اس وقت اس کے پاس"- وہ دوبارہ بولے -

"لیفٹیننٹ شہریار ہیں انکے پاس -"

"اوکے۔۔۔باقی لوگوں کو آج ہی واپس ہیڈ کوارٹر بلا لیں"- انہوں نے ٹیک چھوڑتے ہوئے میجر کاشف کو ہدایت دی تو وہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے-

****

"یہ کیا بے وقوفی کی تم نے ہاں۔۔۔میں نے جب منع کر دیا تھا تو کیا ضرورت تھی اتنا مہان بننے کی"- حیدر گھر اتے ہی فارس سے الجھ پڑا- اسے فارس کی اس حرکت پر سخت طیش آرہا تھا -

"نمبر ہی دیا اس کا اڈریس تو نہی دے آیا جو تم اتنا بھڑک رہے ہو"- فارس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا -

"تم نے وہ بھی دے دینا تھا۔۔۔وہ تو صد شکر کہ انہوں نے مانگا ہی نہیں "- حیدر نے اس کی بے نیازی پر طنزا کہا -

"تم اتنا ہائپر کیوں ہو رہے ہو آخر۔۔۔آکاش کا نمبر، دے کہ آیا ہوں تمہارا تو نہیں دیا"- وہ صوفے پر نیم دراز ہوا اور ساتھ ہی ریموٹ سے ٹی وی ان کر لیا مقصد صرف حیدر کو چپ کروانا تھا -

"آکاش آ کہ تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم دونوں کے بھی سر پھاڑے گا"- حیدر نے آگے بڑھ کہ ٹی وی کا پلگ ہی نکال دیا- فارس نے خاموشی سے اس کی اس کے حرکت کو دیکھا -

"تم ٹینشن نا لو کچھ نہیں ہو گا"- فارس نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی -

"یہ تو جب وہ آئے گا تب ہی پتا چلے گا"- حیدر کا موڈ ہنوز خراب تھا -

"جب آئے گا تب دیکھی جائے گی "- فارس نے بات کو ٹالنا چاہا -

"تمہیں اپنے اس فعل پر زرا بھی شرمنگی نہیں ہے؟ "- حیدر نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے حیرانگی سے پوچھا - اس کی یہ بے نیازی اس سے زرا ہضم نہیں ہو رہی تھی - وہ بلکل مطمئن تھا جب کہ دوسری طرف حیدر کا سارا اطمینان غارت کر چکا تھا -

"بلکل بھی نہیں۔۔۔۔"- اسی بے نیازی سے پھر جوا آیا تھا -

"جب آکاش کو پتا چلے گا نا تب میں دیکھوں گا کہ تم اتنے ہی مطمئن ہوتے ہو"- حیدر نے غصے سے کہا تو وہ اب کی دفعہ بھڑک اٹھا- آخر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے -

"یار آخر ایسی کونسی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔۔۔اور وہ لڑکا ہے کوئی لڑکی نہیں جو اتنا تماشہ بنے گا۔۔۔تم بات کو فضول میں طول دے رہے ہو۔۔۔اور دیکھو اگر لڑنے کا موڈ ہے تو پلیز مجھے تو معاف ہی رکھو کیونکہ اس وقت میں اس پوزیشن میں بلکل نہیں ہوں"- فارس نے بدتمیزی سے کہتے ہوئے کشن منہ پہ رکھ لیا اشارہ واضح تھا کہ وہ اب بات نہیں کرنا چاہتا تھا - حیدر کو اس کی بات بہت بری لگی تھی لیکن وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گیا- کیونکہ اب کہنے اور سننے کو واقعی کچھ نہیں بچا تھا -

****

فارس سات بجے سو کہ اٹھا تو کمرے میں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا - اس نے ایک بھر پور انگڑائی لی اور موبائل نکال کہ ٹائم دیکھا سات بج رہے تھے - وہ حیران ہوا اتنی دیر ہو گئی تھی اور کسی نے اسے اٹھایا تک نہیں تھا - پتا نہیں کہاں تھے وہ لوگ۔۔۔وہ تین بجے کا آکر سویا ہوا اب اٹھا تھا - دوپہر کا کھانا بھی آج نہیں کھایا تھا - اب ایک دم بھوک کا خیال آیا تو وہ کسلمندی سے اٹھتا ہوا بیڈ تک آیا - ہاتھ بڑھا کر لائٹ ان کی تو ایک دم پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا - کمرے میں لگی گھڑی کی ٹک ٹک کہ سوا ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا - اس نے سلیپر پہنے اور

کمرے سے نکل آیا - یونیورسٹی سے آکہ وہ بنا چینج کیے سو گیا تھا اور اب بھی چینج کرنے کی زحمت نہیں کی تھی- سونے کے بعد مزید سستی سوار ہو گئی تھی - وہ نیچے آیا تو فرحان ہال میں ٹی وی دیکھ رہا تھا - ٹانگیں سامنے رکھے میز پر تھیں - اس کا تو ہر سٹائل ہی انوکھا تھا - فارس اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا - فرحان گود میں پاپ کارن والا پیالہ رکھ کے بیٹھا ہوا تھا- اس کا دیہان ٹی وی کی جانب تھا اور ہاتھ پاپ کارن والے پیالے میں۔۔۔۔

"بڑی جلدی اٹھ گئے ہو؟ "- فرحان طنزا کہہ رہا تھا یا یونہی پوچھ رہا تھا فارس سمجھ نہیں سکا تھا -

"تم مجھے اٹھا دیتے"- اس نے میز پہ پڑا ریموٹ اٹھا لیا اور چینل سرچ کرنے لگا - "میں گیا تھا تمہیں اٹھانے۔۔۔مگر تم کافی گہری نیند میں تھے اس لئے ایسے ہی واپس آگیا"- فرحان نے پاپ کارن والا پیالہ سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا- وہ کافی سنجیدہ لگ رہا تھا -

"آج واقعی میں کافی دیر سویا ہوں "- فارس نے میز پہ رکھا پیالہ اپنی طرف کھسکا لیا اور پاپ کارن کھانے لگا -

"وہ چلا گیا"- فرحان کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا تو پیالے کی طرف جاتا اس کا ہاتھ رک گیا-

"کہاں۔۔۔؟"- فارس نے حیدر کی غیر موجودگی کا نوٹس لیتے ہوئے حیرانگی سے پوچھا-

"اپنے گاؤں۔۔۔"- فرحان ہنوز سنجیدہ تھا-

"شٹ۔۔۔۔تم نے روکا کیوں نہیں "- فارس کو اب تشویش ہوئی - سونے سے پہلے والا سارا منظر اس کی آنکھوں کے آگے گھوم گیا- حیدر ناراض ہو کہ گیا تھا اسے از حد افسوس ہوا- اپنی بدتمیزی بھی یاد آگئی - سمجھ تو، وہ تب ہی گیا تھا جب وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گیا تھا مگر تب اس نے کچھ خاص نوٹس نہیں لیا تھا کیونکہ اس وقت وہ خود بھی غصے میں تھا مگر حیدر اتنا برا منائے گا اس کی بات پر اور چلا جائے گا یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا-

"میں نے روکا تھا مگر وہ نہیں رکا"- فرحان نے پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بتایا-

"ویسے تمہیں اس سے اتنی بدتمیزی نہیں کرنی چاہیے تھی"- حیدر نے اسے شرمندہ کرنے کے لئے کہا تھا یا ویسے ہی۔۔۔مگر فارس واقعی شرمندہ تھا کیونکہ آج سے

پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا - وہ لوگ روز لڑتے تھے مگر ایسی نوبت کبھی پیش نہیں آئی تھی کہ ایسا کچھ ہوتا -

"اس وقت غصے میں آگیا تھا میں۔۔۔اور وہ بھی بار بار ایک ہی بات کر رہا تھا"- فارس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے - اس نے پاکٹ سے سیل فون نکالا اور حیدر کا نمبر ملایا مگر اف دیکھ کہ وہ جنجھلا گیا -

"کیا ضرورت تھی تمہیں اس لڑکی کو آکاش کا نمبر دینے کی"- فرحان نے پھر وہی بات شروع کی تو وہ مزید غصے میں آگیا -

"دیکھو اب تم اس بات کو لے کہ مت بیٹھ جانا۔۔۔اس سے بھی میری اسی بات پہ لڑائی ہوئی ہے"- وہ دوبارہ نمبر ملاتے ہوئے بولا-

"تو تم نے ایسا کیا کیوں؟ "- فرحان بھی اس کے پیچھے پڑ گیا تھا -

"تو یار غلطی ہوگئی نا۔۔۔کیا کروں اب۔۔۔تم لوگ تو پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔۔۔اور ایک بات مجھے سمجھ میں نہیں آرہی کہ ایسا کونسا جرم ہو گیا مجھ سے جو تم لوگ طعنے پہ طعنہ مار رہے ہو۔۔۔نمبر ہی دے کہ آیا ہوں کوئی قتل تو نہیں کر آیا۔۔وہ خود بھی اتنی فضول سی بات پہ ناراض ہو کہ چلا گیا اور جاتے جاتے تمہیں

بھی رٹا گیا تب سے وہی بات بار بار۔۔۔حد ہی ہو گئی ہے "- فارس نے سیل فون کو زور سے صوفے پر پٹختے ہوئے کہا -

"اوکے کام ڈاؤن۔۔۔چھوڑو یہ سب۔۔۔کل جائیں گے اس سے ملنے "- فرحان کو اس پر رحم آگیا - اس نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا -

"او گاڈ یار کیا ہو گیا یہ۔۔۔"- فارس نے اپنے بال مٹھیوں میں جھکڑے اور زور سے آنکھیں میچ لیں -وہ سخت پریشان ہو گیا تھا- حیدر کی اس حرکت پر اسے بہت دکھ ہو رہا تھا -

"ڈونٹ وری۔۔۔کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ہم کل جا کہ منا لیں گے اس کو"- فرحان اٹھ کہ اس کے پاس چلا آیا اور اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی -

"میں نے جان بوجھ کہ ایسا نہیں کیا فرحان مجھ سے ہو گیا"- وہ رونے کو ہو گیا تھا اب۔۔۔سر دونوں ہاتھوں پہ گرالیا -

"میں جانتا ہوں۔۔کوئی بات نہیں تم پریشان مت ہو۔۔۔میں نے کھانا بنایا آو کھاتے ہیں۔۔تم نے دوپہر کو لنچ بھی نہیں کیا تھا"- فرحان نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا -

"بھوک نہیں ہے مجھے۔۔۔"- وہ دوبارہ بیٹھ گیا- چہرے پر اداسی واضح تھی -

"دیکھو کوئی ڈرامہ نہیں چلے گا۔۔۔میں نے آج بنا تم لوگوں کے کہے کھانا بنایا ۔۔۔۔اور کھانے میں بھی مونگ کی دال بنائی ہے۔۔۔۔کھاو اور دعائیں دو- فرحان نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے بات کو مزاح کا رخ دیا-

"ہاں اور تم مونگ کی دال کیسی بناتے ہو یہ مجھ سے بہتر کون جانتا ہے بھلا "- فارس نے مسکراتے ہوئے کہا تو فرحان نے اس کا دیہان بٹنے پر شکر ادا کیا-

"او نہیں یار۔۔۔۔ایسے مت بول۔۔۔کھا کہ تو دیکھ"- فرحان نے اپنی صفائی دی- اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ فورا لڑنے بیٹھ جاتا-

"ہاہاہاہا۔۔۔۔دیکھتا ہوں۔۔۔۔تم زرا کھانا لگاؤ میں تب تک فریش ہو کہ آتا ہوں "- وہ اس کی بات پر مسکراتے ہوئے بولا -

"جو حکم سائیں۔۔۔۔"- فرحان نے اس کے سامنے جھکتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ اس کے شانے پہ مکا مارتے ہوئے مسکراتا ہوا فریش ہونے چلا گیا- فرحان گنگناتے ہوئے کچن میں آگیا -

****

کیپٹن آکاش بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے - ان کی آنکھیں نیم وا تھیں - ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھے لیفٹیننٹ شہریار کرسی پر بیٹھے اپنے موبائل میں گم تھے - کیپٹن آکاش

نے ایک دو دفعہ آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا مگر وہ ہنوز اپنے کام میں مگن نظر آرہے تھے - انہوں نے بے بسی سے اپنے موبائل کی طرف دیکھا جو ان کی پہنچ سے بہت دور تھا - کچھ دیر پہلے لیفٹیننٹ شہریار نے اسے چارجنگ پہ لگایا تھا- ان کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہوئے چوتھا دن تھا- اب انکی حالت کافی سنبھل گئی تھی - وہ بہت جلدی ری کور کر رہے تھے - ان کی پندرہ دن کی چھٹی منظور ہو چکی تھی اس لئے وہ جلد سے جلد گھر جانا چاہتے تھے - اور اس وقت وہ سخت بوریت محسوس کر رہے تھے -ڈاکٹرز نے ان کو سیل فون کے استعمال سے سختی سے منع کیا ہوا تھا- مگر آج انہوں نے ضد کر کے اپنا فون چارج کروایا تھا جو کافی دن سے ڈیڈ پڑا تھا- کتنے ہی لمحے یوں ہی گزر گئے - پھر اسی اثناء میں دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی- لیفٹیننٹ شہریار نے فورا سیل فون اف کر کے پاکٹ میں رکھا- آنے والے میجر بابر، میجر کاشف، کیپٹن علی اور کرنل عباس تھے- لیفٹیننٹ شہریار نے فورا سلیوٹ مارا- کیپٹن آکاش نے بھی اٹھنے کی کوشش کی مگر کرنل عباس نے فورا منع کر دیا- "لیٹے رہو ینگ مین۔۔۔۔اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے "- وہ ان کے قریب آئے - "ہیلو سر...!"- کیپٹن آکاش نے چہرے پر جاندار مسکراہٹ لئے کہا -

"کیسے ہو۔۔۔پریشان کر دیا تھا تم نے تو سب کو"- وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئے- ہاتھ میں پکڑا بکے جو وہ انکے لئے لائے تھے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا- تازہ سرخ گلابوں کی مہک ہر طرف پھیل گئ -

"لیفٹیننٹ شہریار نے ان لوگوں کو بیٹھنے کے لئے کرسیاں پیش کی- میجر بابر ،میجر کاشف اور کیپٹن علی نے بھی باری باری ان سے مصافحہ کیا- ان سب نے بھی اپنے اپنے بکے ان کے پاس ٹیبل پر رکھ دیے کمرے میں یوں محسوس ہوا جیسے بہار آگئ ہو -

"کیسی طبیعت ہے آپکی"- میجر کاشف نے ان کے کمزور مگر پرعزم چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا -

"اللہ کا شکر ہے سر میں بلکل ٹھیک ہوں"- انہوں نے ان کی بات کا جواب دیا اور ساتھ ہی اپنے بائیں طرف وزن ڈال کر اٹھنے کی کوشش کی- کیپٹن علی نے فورا آگے بڑھ کے انکو ایسا کرنے میں مدد دی- انہوں نے مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا- میجر بابر بڑے غور سے تب سے ان کا جائزہ لے رہے تھے - ناجانے وہ ان کے چہرے پر کیا کھوجنے کی کوشش کر رہے تھے - وہ کافی چپ چپ تھے -

"ویل ڈن آکاش۔۔۔۔ہمیں فخر ہے تم پہ۔۔۔بلکہ پوری قوم کو فخر ہے تم پہ ۔۔۔ماشاء اللہ تم نے جو کیا ہے اس کے لئے بہت ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے "- میجر کاشف نے ان کے روشن چہرے کو بڑے رشک سے دیکھتے ہوئے کہا -

"آئی ایم پراوڈ آف یو آکاش"- کرنل عباس نے بھی انکی تعریف کی تھی- اس وقت ان کی آنکھوں میں جو عزت تھی کیپٹن آکاش نے خود کو بہت خوش نصیب محسوس کیا- ہر کیسی کو ایسی عزت اور مقام کہاں ملتا وہ واقعی اللہ کے پسندیدہ لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ اپنا خاص کرم کرتا ہے -

"تھینک یو سو مچ سر"- وہ فرطِ جزبات سے بمشکل اتنا ہی کہہ پائے تھے-

لیفٹیننٹ شہریار نے ان سب لوگوں کے لئے چائے منگوائی تھی اور وہ اب انکو چائے پیش کر رہے تھے -

"آکاش تم واقعی اس قوم پر اللہ کا انعام ہو۔۔۔تمہارے جیسے بہادر نوجوان جس وطن کے بیٹے ہوں اس پر کوئی دشمن کبھی میلی نظر ڈال ہی نہیں سکتا"- میجر بابر نے پہلی بار لب کشائی کی تھی- ان کے ایک ایک لفظ میں کیپٹن آکاش کے لئے

رشک تھا- کیپٹن علی زیرِ لب مسکرائے تھے اور یہ مسکراہٹ لیفٹیننٹ شہریار سے مخفی نہیں رہی تھی - کیپٹن علی نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا -

"آئی ایم ویری سوری سر..! "- کیپٹن آکاش نے ان سے معزرت کی وہ تب سے ان سے آنکھیں نہیں ملا پارہے تھے -

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"- وہ مسکراتے ہوئے بولے اور سامنے رکھا اپنا کپ اُٹھا لیا -

"سر میں جانتا ہوں آپ سب لوگوں کو مجھ پر بہت غصہ آیا ہو گا۔۔۔آخر کو میں نے رولز کی خلاف ورزی کی۔۔۔لیکن میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ میں اپنا وعدہ نبھاؤں گا میں ہر قیمت پر اپنے مشن میں کامیاب ہوں گا۔۔۔اور دیکھ لیں میں نے اپنا وعدہ نبھایا ہے"- کیپٹن آکاش پر اس وقت وہاں بیٹھے ہر شخص کو فخر محسوس ہو رہا تھا - جس دھرتی کی حفاظت کا بیڑا ایسے نوجوان اٹھاتے ہیں اس دھرتی پر کوئی دشمن بری نظر ڈال ہی نہیں سکتا - کیپٹن آکاش جیسے نوجوان واقعی اللہ کی طرف سے قوم پر انعام ہوتے ہیں۔۔۔جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کہ اپنی قوم کی جانیں بچاتے ہیں - ان کی طرف آنے والی ہر مشکل خود برداشت کرتے ہیں -

کرنل عباس نے ان کے اس عزم اور حوصلے کو سراہا تھا - ماحول کافی خوشگوار ہو گیا تھا- کچھ دیر پہلے والی ساری بوریت ختم ہو گئی تھی - لیفٹیننٹ شہریار اب ان کو پوری تفصیل بتا رہے تھے کیپٹن آکاش لبوں پر دھیمی سی مسکان سجائے باقی لوگوں کے ساتھ ان کو سن رہے تھے -

وہ لوگ کافی دیر بیٹھے رہے پھر کرنل عباس نے جانے کی اجازت طلب کی -

"گیٹ ویل سون آکاش"- انہوں نے جاتے جاتے ان کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا -

کیپٹن آکاش نے مسکراتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کیا -

****

"سر آپ کا فون چارج ہو گیا"- لیفٹیننٹ شہریار نے اُن لوگوں کے جانے کے بعد فون چارجنگ سے اُتار کہ اُن کو پکڑایا تو کیپٹن آکاش نے شکریہ ادا کرتے ہوئے پکڑ لیا - لیفٹیننٹ شہریار مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے-

انہوں نے آن کیا ہی تھا کہ فارس کی کال آگئی یوں جیسے وہ فون کے آن ہونے کے انتظار میں بیٹھا ہو-

انہوں نے مسکراتے ہوئے یس کا بٹن پریس کر کہ کان سے لگا لیا-

"ہیلو جگر۔۔۔کیسے ہو"- شوخ لہجے میں پوچھا گیا-

"تیرے ہیلو کی تو میں ایسی کی تیسی۔۔۔تو آ سہی ایک دفعہ دیکھ تیرا کیا حشر کرتے ہیں ہم۔۔۔شرم نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے مگر تم۔۔۔بس تم آؤ ایک دفعہ...

"- فارس تو جیسے بھرا بیٹھا تھا - کیپٹن آکاش کا ہنس ہنس کے برا حال ہو گیا تھا- انہیں پہلے سے ہی اسی کی اُمید تھی - اِتنے دن کی غیر حاضری وہ بھی بِنا بتائے ۔۔۔بہت کچھ ہونا تھا ابھی تو-

"میری جان اتنا غصہ۔۔۔"- انہوں نے اسے پھر چھیڑا-

"قسمے کاشی بس تو آجا ایک دفعہ۔۔۔خدا کا خوف نا آیا تمہیں اتنے دن تک کوئی خیر خبر نہیں دی- جب بھی فون کرو فون آف۔۔۔ہماری یہاں جان پہ بنی ہوئی تھی اور تو وہاں عیش کر۔۔۔"- فارس کے جو منہ میں آیا وہ بولتا گیا-

کیپٹن آکاش نے اُسے روکا بھی نہیں تھا بلکہ انہیں یہ سب اچھا لگ رہا تھا - وہ سب اُن کی اتنی پرواہ کرتے تھے بلکہ جان چھڑکتے تھے اُن پر۔۔۔-

"کہاں کی عیش یار بندھا پڑا ہوں یہاں میں۔۔"- بے ساختہ ہی منہ سے نکل گیا اور دوسری طرف فارس چونکا تھا-

"کیا مطلب۔۔۔؟کہاں بندھے ہو۔۔۔میں سمجھا نہیں "- وہ اگلے ہی لمحے فوراً پوچھنے لگا تو انہوں نے دانتوں تلے زبان دبائی - مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔۔۔کمان سے نکلا ہوا تیر اور زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کبھی واپس نہیں آتے-

"کچھ، نہیں مزاق کر رہا ہوں۔۔۔تم بتاؤ حیدر اور فرحان کیسے ہیں "- انہوں نے بات کا رُخ پلٹنا چاہا مگر دوسری طرف بھی فارس تھا - جو اُن کی رگ رگ سے واقف تھا اس لئے یہ کوشش ناکام تھی-

"دیکھو اب کوئی ڈرامہ نہیں چلے گا سچ سچ بتاؤ کہاں تھے اتنے دن۔۔۔ا؟اور کیا ہوا ہے تمہیں ؟"- فارس نے اب کسی صورت جان نہیں چھوڑنی تھی-انہیں سب اُگلنا پڑنا تھا-

"اپریشن تھا ایک چھوٹا سا یار اُسی میں لگا ہوا تھا۔۔۔تو بس تھوڑا سا زخمی ہوا ہوں ۔۔۔لیکن اب میں بلکل ٹھیک ہوں "- اُنہوں نے اُسے مختصر بتاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے مطمئن بھی کرنے کی کوشش کی- کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب وہ پریشان ہو جائے گا یہ سب سُن کے-

"واٹ۔۔۔؟ "- فارس دوسری، طرف چیخا تھا-

"تم نے ہمیں بتانا، بھی گوارہ نہیں کیا۔۔۔کاشی کتنی بُری بات ہے ویسے"- فارس کو تو جیسے صدمہ لگ گیا تھا اِس بات سے-

"ریلکس بھائی ریلکس۔۔۔میرا فون ڈیڈ پڑا تھا آج ہی چارج کیا"-انہوں نے اس کو سچائی سے بتایا-

"تم کیسے ہو اب۔۔۔؟یار ہم اتنے پریشان تھے سب قسم سے۔۔۔تمہارا فون بند تھا۔۔۔نا کوئی کال نا کوئی میسج۔۔۔بہت برا حال ہو گیا تھا میرا تو سوچ سوچ کہ کے سب ٹھیک ہو"- فارس پریشانی سے گویا ہوا-

"میں اب بلکل ٹھیک ہوں ڈیئر ڈونٹ وری۔۔۔اور بنا بتائے غائب ہونے کے لئے سوری کیونکہ بتانے کا موقع ہی نہیں ملا"- انہوں نے اسے تسلی دی-

"اچھا بتاؤ کہاں ہو۔۔۔؟ہم لوگ ملنے آتے ہیں "- فارس کی پریشانی جوں کی توں تھی-

"نہیں فارس اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں آج کل میں بس ڈسچارج ہونے والا ہوں۔۔۔پھر خود ملنے آؤں گا۔۔۔اور اب میں بلکل ٹھیک ہوں"- انہوں نے اُسے فوراً منع کر دیا کیونکہ وہ ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے-

"پکا نا۔۔۔"- فارس اب بھی بے یقین تھا-

"ہاں بلکل پکا۔۔۔تم یہ بتاؤ باقی سب کیسا وہاں؟ -"

"سب ٹھیک ہے کاشی بس تمہاری کمی ہے۔۔۔جلدی آجاؤ پلیز -"

"حیدر لوگ کیسے ہیں؟ -"

"سب ٹھیک ہیں"- فارس نے اپنی حیدر کی بات چھپاتے ہوئے کہا-

پھر وہ دونوں تقریباً آدھا گھنٹہ کال پہ باتیں کرتے رہے -

****

رات کے سیاہ ناگ کو اپنے اندر نگل کر صبح کی رانی اپنا تخت سنبھالنے آچکی تھی - ہر طرف اجالا پھیل گیا تھا - پرندے اپنی مخصوص آوازوں میں ہمیشہ کی طرح چہچا رہے تھے فضا میں ہر طرف ایک عجیب سا شور پھیلا ہوا تھا- لان میں لگے پودوں پر پڑی اوس موتیوں کی طرح چمک رہی تھی اور اس سے نکلنے والی سنہری شعائیں اِدھر اُدھر پھیل رہی تھیں -سیپتمبر کا مہینہ سٹارٹ ہو چکا تھا- سردی کی شدت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا- مگر ابھی دھوپ میں بیٹھنے کے دن نہیں آئے تھے - لویل نے دلچسپی سے یہ سارا منظر دیکھا- قدرتی مناظر ہمیشہ اُسے اٹریکٹ کرتے تھےروز صبح گھر کے لان میں سورج نکلنے کا منظر دیکھنا اُس کا پسندیدہ مشغلہ تھا- اِس دوران اماں اسے کئی آوازیں دیتیں مگر وہ اپنے مخصوص ٹائم سے پہلے ہلتی بھی نہیں

تھی وہاں سے چاہے کچھ ہو جائے۔۔۔اِس لئے اماں کی نظر میں اُس کے اِس کام کہ پیچھے ایک ہی لاجک تھا اور وہ تھا کام نا کرنے کے بہانہ۔۔۔وہ مسلسل اُس کو آوازیں دی رہی تھیں اب بھی مگر وہ نظرانداز کئے بیٹھی اپنے شغل میں مصروف تھی۔

"ہیلو مستقبل کی ڈاکٹر صاحبہ۔۔۔۔۔کیا حال احوال ہیں آپ کے؟"۔ دانش نا جانے کب اس کے پاس آ کہ بیٹھ گیا تھا۔ وہ اپنے آپ میں اِس قدر گم تھی کہ خبر ہی نا ہوئی۔

"بہت پیارے حال ہیں ہمارے"۔ وہ شرارت سے بولی۔دیہان کچھ فاصلے پہ پھدکتی چڑیا پر تھا۔ بس ایک نظر دانش کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"جی جی وہ تو ہم دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔"۔ دانش نے اُس کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اِس وقت بہت زیادہ کِھل رہا تھا۔۔۔وہ جہاں بیٹھی ہوئی تھی وہاں گلاب کی پھولوں کی کیاری بنی ہوئی تھی اور اِس وقت وہ اُن کھلتے گلابوں کا ہی حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

"آپ سنائیں آپ کیسے ہیں؟"۔ لویل نے اپنے شغل کو ترک کرتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا وہ اب مکمل طور پر اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ہم آپ سے زیادہ پیارے ہیں "- دانش نے بھی اُسی شوخی سے جواب دیا -لویل کھکھلائی اُن کی بات پہ۔۔۔اور دانش کو لگا جیسے وہاں موجود تمام پھولوں نے اُس کا ساتھ دیا ہو -

"بھائی ویسے آپ کو اِس خوش فہمی میں کِس نے مبتلا کیا کہ آپ پیارے ہیں ؟"- لویل نے اُن کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا-

"سب کہتے ہیں کہ میں بہت پیارا ہوں ماشاء اللہ۔۔۔"- دانش نے اُسے چڑانے کے لئے فرضی کالر جھاڑے-

"سب کی نظر کمزور ہے نا اِس لئے۔۔۔"-لویل نے اُس کی خوش فہمی دور کرنے کی کوشش کی-

"سب کی تو نظر کمزور ہے نا مگر مجھے لگتا آپ کی سماعت کمزور ہے۔۔۔"- دانش کی بات پر وہ حیران ہوئی-

"آپ کو یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی بھائی -"

"بس دیکھ لیں ساری غلط فہمیاں اور خوش فہمیاں مجھے ہی ہوتی ہیں "- دانش نے تیسری بار اُس چڑیا کو دیکھا جو مسلسل اُن کے آس پاس چہک رہی تھی-

"بھائی بتائیں نا"- لویل نے ضد کی-

"آپ کو اماں جی صبح سے کوئی بیس پچیس آوازیں تو دے ہی چکی ہیں مگر مجال ہے آپ کے کانوں میں ایک بھی آواز پڑی ہو"- دانش کی بات پر ایک لمحے کو وہ چُپ ہوئی تھی-

"اماں کو تو بس ایک ہی کام ہے اور وہ ہے مجھے آوازیں دینا۔۔۔صبح سے لے کہ رات تک یہ سلسلہ جب تک میں گھر رہوں ایک تواتر سے جاری رہتا ہے "- وہ منہ بناتے ہوئے بولی تو دانش کی ہنسی نکل گئی-

"کیا چیز ہو تم ویسے۔۔۔ماما تمہیں آوازیں اِس لئے لگاتی ہیں کیونکہ وہ تمہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کر سکتیں۔۔۔پیار بہت ہے اُن کو تم سے"- دانش نے اُس کے سلکی بالوں کی لَٹ کھینچتے ہوئے شرارتاً کہا-

"ایکسکیوز می۔۔۔پلیز اپنی یہ غلط فہمی دور کر لیں وہ مجھے اپنے آس پاس صرف کام کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہیں اِس لئے۔۔۔آپ پتہ نہیں کونسی دنیا میں رہتے ہیں "- لویل کی بست پر دانش کا قہقہ ابھرا-

"کافی سمجھدار ہو گئی ہیں ویسے آپ"-دانش مسلسل اُسے چڑانے کے لئے آپ آپ کہہ رہا تھا-

مگر حسبِ معمول وہ آج چُپ ہی تھی اِس بات پر اور دانش کے لئے یہ کافی حیران کُن بات تھی۔

"بس کاشی کی صحبت کا اثر ہے اُس کے ساتھ رہ رہ کہ میں بھی سمجھدار ہو گئی ہوں۔"

"ارے ہاں سچ یاد آیا۔۔۔کاشی سے بات ہوئی تمہاری۔۔۔کہاں غائب ہے وہ آجکل؟"۔ دانش کچھ یاد آنے پر بولا۔

"اُس سے تو میں پکی والی ناراض ہوں۔۔۔آئے سہی ایک دفعہ۔۔۔۔کتنے دن سے آن لائن نہیں ہے اور نا ہی میسج کا جواب دیتا ہے "۔ کاشی کی بات پر ایک غصہ، عود آیا۔ جس کو میسج کر کر کہ اُس کی انگلیاں گھس گئیں تھی مگر وہ جواب ہی نہیں دے رہا تھا وہ سخت ناراض تھی اُس سے۔ ...

"لویل"۔۔۔۔۔اندر سے اماں کی پھر آواز آئی تو وہ چونکی۔

"اوپس۔۔۔۔اماں بلا رہی ہیں میں جا رہی ہوں نہیں تو اب اُنہوں نے خود آجانا میری کلاس لینے"۔ وہ اُٹھ کہ اندر بھاگی۔

"لویل تمہاری یہ چڑیا۔۔۔"- دانش نے پیچھے سے شرارت سے آواز لگائی - اُس کا اشارہ اُس چڑیا کی طرف تھا جو لویل کے یوں بھاگنے پر فوراً اُڑ کر دور جا کھڑی ہوئی تھی-

"اِس کو آپ کمپنی دیں۔۔۔میں تب تک اندر حاضری لگوا لوں"- وہ وہیں سے کہتی ہوئی یہ جا وہ جا-

دانش نے مُسکراتے ہوئے چڑیا کی طرف دیکھا جو اب اُڑ کہ دیوار پر جا بیٹھی تھی شاید زیادہ ہی ڈر گئی تھی - وہ کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اُس کا رُخ بھی اندر کی جانب تھا-

****

کبھی یہ سوچا تم نے
کہ تمہارے دل گرفتہ
تمہیں کتنا چاہتے ہیں
تمہیں زندگی سے بڑھ کر
جو عزیز ہم نے سمجھا
سو کوئی تو سبب ہو گا

کبھی سوچا تم نے
سرِ شام منتظر تھے
کہیں نیلمی اُجالے
کہیں تتلیاں لبوں پر
کہیں پھول جیسے عارض
کہیں قمقموں سی آنکھیں
یہ جو چارہ گر ہمارے
کوئی ساعت رفاقت
سرِ شام مانگتے ہیں
اِنہیں کیا خبر کہ ہم نے
تمہیں سونپ دی ہیں یہ راتیں
تمہیں دان کی ہیں آنکھیں
کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ
تمہارے دل گرفتہ
پسِ دام دور اکیلے

کبھی شمع سوختہ سے

یہ جو کر رہے ہیں باتیں

تمہیں کتنا چاہتے ہیں

انہی روز و شب کی دھن میں

تو کبھی نا بھول پائیں

کہ عہدِ زندگی ہے

جسے توڑنا بھی چاہیں

تو کبھی توڑ نا پائیں

تمہیں زندگی سے بڑھ کر

یہ جو عزیز ہم نے جانا

سو کوئی تو سبب ہو گا

کبھی تم نے یہ بھی سوچا؟

میسج کی ٹون بجی تو کیپٹن آکاش نے ہاتھ بڑھا کر تکیے کے نیچے سے سیل فون نکالا - دوسرے ہاتھ کی مدد سے خود کو سہارا دے کر زرا اونچا کیا اور ٹیک لگا کے بیٹھ گئے

- انہوں نے فون چیک کیا تو فاطمہ کہ نمبر سے میسج موصول ہوا تھا وہ مسکرائے اور زیرِ لب موصول ہوئی نظم پڑھنے لگے -

"ویری نائس"- انہوں نے نظم پڑھنے کے بعد اس کے ریپلائی میں سمائل والے آئی کون کے ساتھ مختصر سا میسج سینڈ کر دیا -

"ویری فنی"- کچھ ہی دیر میں اسکرین چمکی دوسری طرف شاید ان کے جواب کا ہی انتظار تھا- انہوں نے کھول کہ چیک کیا۔ میسج غصے والے آئی کون کے ساتھ بھیجا گیا تھا -

"کیا ہوا۔۔۔"- انہوں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا -

"آپ سے مطلب۔۔۔۔"- ناراضگی سے جواب آیا -

"کیسی ہو۔۔۔"- وہ ان کا میسج نظر انداز کر گئے-

"بڑی جلدی یاد آگیا"- ناراضگی ہنوز قائم تھی- وہ پھر مسکرائے-

افف کتنی ضدی لڑکی ہے یہ۔۔۔۔انہوں نے دل میں سوچا مسکراہٹ مسلسل ہونٹوں پر رقصاں تھی -مسکراتے وقت ان کے گال میں ابھرنے والا گڑھا اپنی قسمت پہ نازاں ہو جاتا- آخر کو وہی تو تھا اِس خوبصورت ہنسی کی وجہ۔۔۔سیاہ طلسمی آنکھیں بھی اس مسکراہٹ میں اُن کا ساتھ دے کر اپنا طلسم بکھیر رہی تھیں - کچھ

لوگ واقعی بہت زندہ دل ہوتے ہیں مشکل سے مشکل حالات کا بھی بہادری سے سامنا کرتے ہیں - حتٰی کہ مصیبت بھی ایسے لوگوں سے گھبرا جاتی ہے مصیبت کو شکست دینے کے لئے تو اُن کی ایک مسکراہٹ ہی کافی ہوتی ہے-

"آتو گیا نا۔۔۔تمہیں تو وہ بھی نہیں آیا"- انہوں نے مصنوعی خفگی والے انداز میں پیار بھرا طعنہ مارا-

"میں آپ سے ناراض ہوں"-اسکرین پہ ناراضگی والا آئی کون ابھرا -

"لیکن کیوں بھئی۔۔۔میں نے ایسا کیا کر دیا"- انہوں نے زیرِ لب بولتے ہوئے میسج ٹائپ کیا -

"کیونکہ آپ نے مجھے ریپلائی نہیں کیا اتنے دنوں سے۔۔۔میں نے اتنے میسج کیے آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔۔۔اُلٹا فون آف رکھا"- فاطمہ کا لمبا چوڑا میسج موصول ہوا -

"سوری ڈیئر میں بزی تھا۔۔۔"- کیپٹن آکاش نے اصل بات چھپاتے ہوئے کہا تو مقابل کا موڈ پل بھر میں صحیح ہو گیا- ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا وہ ایک بار سوری کرتے تو وہ جھٹ مان جاتی -

"گھر کب آئیں گے؟ "- خوشگوار موڈ کے ساتھ پوچھا گیا-

"بہت جلد۔۔۔"-انہوں نے اسے بِنا تنگ کیے بتا دیا-

"پکا پرامس۔۔۔۔"- فاطمہ نے تصدیق چاہی-

"ایک دم پکا پرامس"- کیپٹن آکاش اس کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتے تھے کتنے دنوں بعد تو بات ہو رہی تھی-

"میں ویٹ کروں گی آپ کا۔۔۔۔پلیز جلدی آئے گا۔۔۔۔سب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں "- وہ اب اداس نظر آرہی تھی - انہوں نے تصور میں اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا -

"میں بھی سب کو بہت مس کرتا ہوں۔۔۔۔جلدی آؤں گا -"

"یہ ہوئی نا بات"- وہ بہت پُر جوش ہوئی تھی-

"اچھا سنو کسی کو بتانا مت ابھی یہ بات "- وہ کچھ یاد آنے پر بولے-

"کیوں؟ "- حیرت سے استفسار کیا گیا-

"ارے بھئی سرپرائز بھی تو کسی چڑیا کا نام ہے نا"- انہوں نے شرارتی سے آئی کون کے ساتھ میسج بھیجا-

"ہاہاہا۔۔۔۔اوکے جی نہیں بتاؤں گی -"

"گڈ گرل"- وہ اُس کے مان جانے پر شرارت سے بولے-

****

"آج حیدر سے ملنے جائیں گے۔۔۔کل یونیورسٹی بھی نہیں آیا۔۔۔ایک تو ڈرامے ہی ختم نہیں ہوتے اس کے"- فارس نے ٹائی کی ناٹ لگاتے ہوئے فرحان کو کہا جو اپنی شرٹ پریس کر رہا تھا -کانوں میں اس نے ہینڈ فری بھی لگائے ہوئے تھے-

"اوئے۔۔۔"- فارس نے اپنی بات کا جواب نا پاکر زرا اونچی آواز میں اُس کو مخاطب کیا جو بڑے مست انداز میں کپڑے پریس کرتے ہوئے جھوم رہا تھا- اس نے ایک تاسف بھری نگاہ اُس پہ ڈالی-

"اِس کا کچھ نہیں ہو سکتا "- وہ بڑبڑاتا ہوا شوز پہننے لگا-

"کچھ کہا تم نے؟"- فرحان نے انجان ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کرتے ہوئے پوچھا- "کتنی بار منع کیا کہ صبح صبح گانے مت سنا کرو۔۔۔بندہ اگر اچھے کام نہیں کر سکتا تو بُرے بھی تو نا کرے"- وہ اب شوز کے تسمے باندھ رہا تھا- فرحان نے شرافت سے ہینڈ فری اتار کر وہیں سے بیڈ پہ پھینک دیے اور شرٹ پہننے لگا-

فارس نے اُس کی طرف دیکھا اور اُس کے اتنی جلدی مان جانے پہ قدرے حیران ہوا-

"میں کہہ رہا ہوں کہ آج حیدر کو منانے جائیں گے۔۔۔جا کہ بیٹھ ہی گیا اُدھر ۔۔۔میرا بلکل دل نہیں لگ رہا اُس کے بغیر"- وہ اداسی سے بولا اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا-

"تو کس نے کہا تھا کہ لڑائی کرو"- فرحان نے پھر اُس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا-

"کائنڈلی لڑاکا عورتوں کی طرح طعنے مت مارا کرو۔۔۔بہت ہی بُرے لگتے ہو "- وہ اِس کو ایک گھوری سے نوازتا ہوا واش روم میں چلا گیا-

"ہاہاہاہا۔۔۔"- فرحان کے زوردار قہقے نے اُس کا پیچھا کیا-

"کل میری کاشی سے بات ہوئی تھی"- فارس نے گھڑی باندھتے ہوئے اُسے بتایا- وہ اپنی گھڑی لینے ہی گیا تھا جو منہ دھوتے ہوئے اتار کر رکھی تھی اور پھر وہیں رہ گئی تھی-

"رئیلی۔۔۔"- فرحان نے بے یقینی سے اُس کی طرف دیکھا-

"ہاں۔۔۔کہہ رہا تھا کہ جلدی آؤں گا"- فارس نے اُس کے زخمی ہونے والی بات چھپاتے ہوئے مختصر بتایا-

"یاہو۔۔۔۔"- فرحان ایک دم پُرجوش ہوا تھا- فارس اُسے دیکھ کر مسکرایا-

"یار اکتوبر بھی آرہا ہے"-وہ اب بیڈ پہ بیٹھا اپنی اسائنمنٹس ترتیب دے رہا تھا-

"ہاں تو پہلی دفعہ آرہا کیا جو تم ایسے بتا رہے ہو "- فرحان نے اُس کی بات پر حیرانی سے کہا-

"نہیں میرا مطلب ہے کہ کچھ تیاری وغیرہ بھی تو کرنی ہے نا"- فارس نے تمام اسائنمنٹس کو فائل میں رکھا -

"پاگل ہو گئے ہو کونسی تیاری کرنی ہے۔۔۔اکتوبر میں کوئی خاص واقع ہوا ہے کیا ویسے جہاں تک مجھے یاد ہے ایسا تو کچھ نہیں ہوا"- فرحان اب ناشتہ کر رہا تھا بیٹھ کہ وہ ہمیشہ تیار ہونے کہ بعد ناشتہ کرتا تھا جب کہ فارس اور حیدر دونوں ہی ناشتہ کر کے تیار ہوتے تھے-

"ابے گھامڑ۔۔۔کاشی کا برتھ ڈے ہے "- فارس کا دل چاہا اُس کی عقل پہ ماتم کرے وہ ہمیشہ بونگیاں ہی چھوڑتا تھا- ہر فضول بات اس کو یاد ہوتی تھی اور ہر کام کی بات بھول جاتا-

"او تیری۔۔۔میں تو بھول ہی گیا تھا"- فرحان نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا تو فارس سر جھٹک کر پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا-

"ویسے اچھا کیا یاد کروا دیا۔۔۔اِس بار ہم کاشی کو سرپرائز دیں گے "-وہ پھر سے فارم میں آچکا تھا- ناشتہ اُدھر ہی رہ گیا-

"تمہیں تو خیر خود سرپرائز مل گیا"- فارس نے طنزاً کہا تو وہ بنا شرمندہ ہوئے ہنسنے لگا-

"نہیں سیریسلی اِس بار کچھ ڈیفرینٹ ہونا چاہیے"- وہ تھوڑا سنجیدہ ہوا-

"ہمم میرا بھی یہی خیال ہے "- فارس پُرسوچ انداز میں بولا اُس کا دِماغ کچھ پلانز کر رہا تھا-

"چلو ڈن ہوا۔۔۔آج حیدر سے مل کہ کچھ فائنل کریں گے "- فرحان نے کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا اور ساتھ ہی اُسے جلدی آنے کی تائید بھی کی کیونکہ دیر ہو رہی تھی نو بجے کلاس تھی-

فرحان اُس کے جانے کے بعد جلدی جلدی تیار ہونے لگا-اگر وہ لیٹ ہو جاتا تو فارس نے اُسے چھوڑ جانا تھا- بسوں میں دھکے کھانے سے بہتر تھا کہ وہ ابھی جلدی کر لیتا-وہ چند ہی لمحوں بعد بیگ اور لیپ ٹاپ لے کہ اُس کے پیچھے ہی بھاگا-

****

اس نے جونہی دروازہ کھولا کیی چمگادڑز اس کے سر سے اوڑتی ہوئی باہر نکل گئی اور ادھر ادھر چکر لگانے لگیں-وہ چیخ مار کے نیچے بیٹھی-

"اے لڑکی کیا ٹیں ٹیں لگائی ہوئی ہے---کونسی افت ٹوٹ پڑی تم پہ---؟"-سیڑھیوں سے اتی ہانپتی کانپتی دادی نے اسے گھرکتے ہوئے کہا-

'کیا دادی یہ سٹور ہے یا کوئی بھوت کمرہ---ناجانے کیسی کیسی عجیب مخلوق ہے ادھر --اپ کو بھی ناجانے اتنے دنوں بعد یہاں انے کی کیا سوجھی---مجھے تو سمجھ نہی ارہی کہ آپ یہاں کیسے رہیں گی---"-فریال نے اٹھتے ہوئے کہا-نیچے بیٹھنے سے اس کے کپڑوں کو مٹی لگ گئی تھی -جسے اس نے فوراً جھاڑا-

"اچھا چل اب ذیادہ باتیں نا کر---اٹھ اور یہ سامان اندر رکھ----پھر مجھے ایک اچھی سی چاپے بنا کہ دے کمر دکھ رہی ہے میری---"-انہوں نے راہداری میں پڑے ایک پرانے اور بوسیدہ اسٹول کو صاف کیا اور اس پہ بیٹھ گئیں---فریال ان کے اس شاہانہ اڈر پر دانت پیس کر رہ گئی-

اس نے ہمت کر کہ کمرے کہ اندر قدم رکھا---کمرے میں جا بجا جھالے لٹک رہے تھے----وہ چھوٹا سا کمرہ فرنیچر نامی شے سے بلکل ازاد تھا وہاں ایک ٹوٹی کرسی اور ایک پرانے میز کہ سوا کچھ نہی تھا- جس پہ کچھ پھٹی پرانی کتابیں رکھی

تھیں اور کچھ اوراق تھے جو دھول سے اٹے پڑے تھے اس کا جی متلانے لگا۔کمرے میں موجود واحد روشن دان میں سے ایک چمگادڑ ناجانے کس کونے سے نکل کر باہر اڑ گئی-اس نے اپنے دوپٹے کے پلو کو منہ پہ رکھ لیا۔اس کمرے کو صاف کرنا جان جوکھوں کا کام تھا اور دادی کو بھی ناجانے کیا سوجھی تھی جو اس کمرے میں رہنے کا فیصلہ کر لیا وہ شدت سے اس کے صبر کا امتحان لے رہی تھیں-سب گھروالے اس وقت کہیں باہر گئیے ہوئے تھے- اس نے آج یونیورسٹی سے چھٹی کی تھی اور اسی کا فائدہ اٹھا کر دادی اسے اوپر لے آئیں اور ساتھ ہی یہ آڈر جاری کر دیا کہ وہ اب اوپر اس کمرے میں رہیں گی اور فریال کو صفائی پہ لگا دیا-

"اے بی بی اب اپنے مراقبوں سے باہر نکل بھی چکو۔۔۔کمرے کی صفائی کر کہ سامان لگاو اور پھر مجھے چایے بنا کر دو۔۔۔۔میں نے نماز بھی پڑھنی ہے عصر کا وقت نکلا جا رہا"۔باہر سے دادی کی کرخت آواز سنائی دی تو اس نے برا سا منہ بنایا-

"دادی کو تو بس اپنی فکر ہے۔۔۔ان کا ہر کام وقت پہ ہو جائے بس باقی سب جائیں بھاڑ میں "-وہ بڑبڑاتے ہوئے کرسی اٹھانے لگی جس پر گرد کی ایک موٹی تہہ جمع تھی-اس نے کرسی کو اٹھا کہ کمرے سے باہر رکھ دیا دادی صندوق میں سے سامان نکال کر رکھ رہی تھیں-

"دادی میں اکیلی کیسے صفائی کروں گی پورے کمرے کی"-اس نے منمناتے ہوئے کہا- بھاری کرسی کو اٹھانے سے ہی کمر میں درد شروع ہو گیا تھا-

دادی نے ہاتھ روک کر اسے چشمے کے پیچھے سے کڑی نگاہوں سے گھورا۔۔۔

"تم سے کوئی کام ہوتا بھی ہے سوایے کھانے پینے کہ۔۔۔۔ہر وقت ہڈ حرامی نا دکھایا کرو۔۔۔اور اس وقت تو قطعاً نہی کیونکہ میں تم سے نا صرف اس کمرے کی بلکہ پورے گھر کی صفائی کروانے والی ہوں"۔دادی نے سامان دوبارہ نکالنا شروع کر دکا فریال ساکت ہوئی-دادی کی بات پتھر پہ لیکیر جیسی ہوتی تھی جسے بدلنا نا ممکن تھا- اسے شدت سے شبنم یاد آئی جو ایسے کام منٹوں میں نپٹا لیتی تھی جب کہ فریال نے کبھی کسی کام کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا -

"یااللہ ایسی ظالم دادی کسی دشمن کو بھی نا دینا جیسی تو نے مجھے دی ہے "-وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر چلی گئی مگر دادی نے اس کا یہ جملہ حرف بحرف سنا ،اور وہ اسے کوئی سخت بات کہنے ہی والی تھیں مگر وہ اندر کمرے میں جا چکی تھی -وہ خاموش سے باقی کام نپٹانے لگیں-

****

بارش کے بعد آسمان پر چھوٹی چھوٹی سفید بدلیاں آپس میں اٹھکلیاں کر رہی تھی- نیلے آسمان پر وہ دور سے بلکل روئی کی طرح لگ رہی تھی-ٹھنڈی ٹھنڈی خنک ہوا بھی فضا میں اپنا طلسم بکھیر رہی تھی -فریال کو نیچر ہمیشہ اٹریکٹ کرتی تھی-وہ کافی کا کپ اور موبائل لے کر چھت پر آگئی ایسے موسم اس کی جان تھے وہ دیوانی تھی بارشوں کی... سردیوں میں چھت پر بیٹھ کر کافی پینا میوزک سننا اور ڈوبتے سورج کا منظر دیکھنا اُس کا پسندیدہ مشغلہ تھا- جب سورج غروب ہوتا اور اُس کی نارجی کرنیں چاروں طرف پھیل جاتیں تو ایک عجیب سا فسوں پیدا ہو جاتا وہ حیرت کدوں میں ڈوب جاتی کیا دنیا میں اِس سے خوبصورت منظر کوئی ہو گا وہ اُس کو دیکھتے ہوئے سوچتی- دنیا اور اِس کے رنگ کتنے خوبصورت ہیں انسان کو اپنے طلسم سے باہر انے ہی نہیں دیتے وہ ان رنگینیوں میں کھو کر سب کچھ بھول جاتا- ہر رنگ دوسرے سے ذیادہ خوبصورت اور دلکش ہے -ایک کشش ہے اِن رنگوں میں جو انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر اپنے ساتھ باندھے رکھتی ہے- بے اختیار یہ سب دیکھ کر خودبخود ہی منہ سے تعریف نکل جاتی ہے اور دیہان یہ سب رنگ بنانے والے کی طرف چلا جاتا- اور انسان کہہ اٹھتا واقعی وہ اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلائے گا-

فریال نے کافی کا آخری سپ لیا اور خالی کپ اپنے دائیں جانب رکھ دیا- اُس نے مٹھی میں دبایا کاغز کھولا- اُس پہ لکھے وہ ہندسے اُس کا دل دھڑکانے کے لئے کافی تھے- وہ کیسے بات کرے گی اُس سے کیا کہے گی۔۔۔اُس کا دماغ سوچوں کی لہروں کے ساتھ بہت دور تک چلا گیا تھا- وہ کتنی ہی دیر اُس کاغز کو دیکھتی رہی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے-

"فری نیچے آؤ کتنی بار منع کیا کہ شام کے وقت چھت پر نا جایا کرو مگر تم سنتی کب ہو کسی کی۔۔۔جلدی آؤ نیچے"- دادی کی آواز بھی کسی صور کی طرح تھی جب مرضی جہاں مرضی آجاتی -اُس نے غصے سے کاغز کو مٹھی میں دبا لیا مگر وہاں سے ہلی نا-

"دادی کو پتہ نہیں کیوں لگتا کہ مجھ پہ کوئی جن وغیرہ عاشق ہو جائے گا۔۔اتنی حسین تو میں ہوں نہیں "- وہ بڑبڑائی-

"جس کے عاشق ہونے کی میں منتظر ہوں وہ تو ہوتا نہیں"- اُس نے دل ہی دل میں سوچا-

"آج میں اُس کو فون کروں گی کیا بھی ہو جائے گا آخر۔۔۔کھا تو نہیں جائے گا مجھے وہ۔۔۔"- اُس نے دل میں مصمم ارادہ کیا اور گود میں رکھا سیل فون ہاتھ میں لے کر نمبر ڈائل کیا-

"بیل جا رہی تھی دوسری طرف۔۔۔۔اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔۔۔

"ہیلو۔۔۔!"- پانچویں بیل پہ فون اُٹھا لیا گیا تھا - بھاری گھمبیر لہجہ اس کی سماعت سے ٹکرایا۔۔۔فریال کا دل ہلق میں آگیا۔۔۔اُس نے بے ساختہ سینے پہ ہاتھ رکھا-

"جی کون؟ "- دوسری طرف سے مسلسل خاموشی کے بعد دوبارہ پوچھا گیا تھا- آواز، میں شائستگی کا عنصر شامل تھا -

وہ چپ چاپ اپنی دھڑکنوں کا شور سُن رہی تھی-

"اگر بات نہیں کرنی تھی تو فون کیوں کیا؟"- مقابل اب کی بار جھنجھلا گیا تھا شاید ۔۔۔

"السلام و علیکم۔۔۔!"- وہ ساری ہمت مجتمع کر کہ بولی لہجہ اتنا مدھم تھا کہ دوسری طرف بمشکل آواز سنائی دی گئی-

"وعلیکم السلام۔۔۔۔!اِس طرح فون کر کہ دوسرں کے صبر کا امتحان لینا بیڈ مینرز میں آتا"- آکاش نسوانی آواز پر تھوڑا حیران ہوا تھا-

"سوری۔۔۔۔"- وہ دھیرے سے بولی-

"اٹس اوکے۔۔۔خیر یہ بتائیں کہ کیوں فون کیا؟ اور کون ہیں آپ؟ "- آکاش نے مطلب کی بات پوچھی-

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے -"

"کیوں؟ "- وہ حیران ہوا

"ویسے ہی-"

"ویسے ہی سے کیا مطلب ہے۔۔۔کوئی وجہ تو ہو گی نا؟ "- آکاش اُس کی آواز پر غور کرنے لگا کیا وہ پہلے اِس لڑکی سے بات کر چکا تھا مگر ایسا یاد نہیں آیا تھا- شاید پہلی بار سُن رہا تھا وہ اُس کی آواز...

"مجھے نہیں پتہ.. "- اُس کی مدھم سی آواز آکاش کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ حیران ہوا کان سے فون ہٹا کر ایک دفعہ فون کو گھورا - وہ لڑکی اُسے ابنارمل لگی ناجانے کون تھی-

"تو کس کو پتہ پھر۔۔۔"- اُس نے اب کی بار اپنے لہجے کو زرا سخت بنانے کی کوشش کی-

"اچھا اپنا نام تو بتاؤ۔۔۔؟"- وہ آگے سے کچھ نا بولی تو اُس نے خود ہی پوچھ لیا-

"میرا نام۔۔۔""فریال نے ایسے پوچھا جیسے تصدیق چاہ رہی ہو کہ وہ اُسی کا نام پوچھ رہا ہے -"

"نہیں ہے تمہارا کوئی نام؟ "- آکاش کو وہ لڑکی بہت ہی عجیب لگ رہی تھی - "ہے نا۔۔۔-"

"تو بتاؤ پھر"- وہ اب کی بار اکتاہٹ سے بولا-

"فریال حسن"- اُس نے پہلا راز بالا آخر اُگل ہی دیا-

"مجھے جانتی ہوں؟ "- وہ متجسس ہوا تھا-

"آپ کا نام پتہ بس۔۔۔"- وہ معصومیت سے بولی-

"کس نے بتایا تھا"- آکاش دوبارہ گویا ہوا-

"میری دوست نے"- وہ بلکل کسی بچے کی طرح رٹے رٹائے مختصر جواب دے رہی تھی-

"نمبر کہاں سے لیا ہے میرا؟ "- آکاش اصل بات پہ آگیا-

"وہ بھی میری دوست نے دیا تھا"- وہ بس اُتنا جواب دے رہی تھی جتنا وہ پوچھ رہا تھا-

"اب اِس مہان دوست کا نام بتانا گوارہ کرو گی"- وہ زچ ہوتا جارہا تھا-

"زونیرہ"- اُس نے پھر اُسی معصومیت سے بتایا-

"اِن محترمہ کو الہام ہوا تھا میرے بارے میں۔۔۔۔اتنا کچھ کیسے جانتی ہیں یہ ؟-"

"یہ نہیں مجھے پتہ"- وہ بولی تو آکاش نے اپنے بال مٹھیوں میں جھکڑ لیے۔۔۔۔کس پاگل سے پالا پڑ گیا تھا-

"آپ کو بھی کچھ پتہ ہے یا نہیں؟ "- وہ دانت پیس کر بولا- اگر وہ سامنے ہوتی تو وہ ناجانے کیا کر ڈالتا- وہ بہت کول ٹائپ کا انسان تھا- غصہ اُسے بہت کم آتا تھا مگر اِس وقت وہ کی حدوں کو چھو رہا تھا-

"خیر یہ بتاؤ کہ مجھے فون کس لئے کیا؟ "- اُس نے خود کو ریلکس کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر کچھ دیر پہلے والا سوال دہرایا-

"ویسے ہی"- فریال اُس کی حالت سے شاید انجان تھی-

"دیکھئے محترمہ میں اتنا فارغ نہیں ہوں کہ ویسے ہی لوگوں سے باتیں کرتا رہوں۔۔۔آپ کو سیدھی طرح بات کرنی ہے تو ٹھیک ورنہ خدا حافظ "- وہ اِس وقت پیکنگ کر رہا تھا - کل صبح گھر کے لئے نکلنا تھا- کچھ دیر پہلے اتنا اچھا موڈ تھا مگر اب خراب ہو چکا تھا-

"نہیں نہیں فون مت بند کیجیے گا پلیز"- فریال اچانک گھبرا گئی اصل بات تو کہی نہیں تھی ابھی-

"مجھے کچھ کہنا ہے آپ سے"-وہ فوراً بولی مبادا وہ فون سچ میں ہی نا بند کر دے-

"بہت شکریہ۔۔۔۔پلیز یہ، تکلف کریں"- وہ طنزاً بولا-

"ایکچوئلی۔۔۔"- وہ عجیب سی الجھن کا شکار ہونے لگی تھی- سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہے اور کیسے کہے-

"ہاں جی پلیز آگے بھی بولیں-"

"آئی لو یو"- فریال کے منہ سے یہ تین لفظ کیسے نکلے تھے اُسے خود بھی سمجھ نہیں آئی تھی- خود اپنے منہ سے یہ سب کہنا بہت عجیب لگا تھا مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا اور وہ بھی اصلی نشانے پہ لگا تھا-

دوسری طرف آکاش بلکل ساکت ہو چکا تھا- شاید وہ اتنی بولڈ اور فضول بات ایکسپکٹ نہیں کر رہا تھا -ایک ایسی لڑکی جس کو وہ جانتا تک نہیں تھا کبھی دیکھا نہیں تھا وہ اُس سے اظہارِ محبت کر رہی تھی-

"کیا عمر ہے تمہاری؟ "- وہ خود کو کسی حد تک کمپوز کرنے کے، بعد بولا-

"بیس سال"- فریال کو اِس سوال کی توقع نہیں تھی-

"کیا کرتی ہو؟ "- وہ پیکنگ چھوڑ کہ بیڈ پر آن بیٹھا-

"پڑھتی ہوں-"

"کونسی کلاس میں؟ "- اگلا سوال آیا-

"فورتھ آئیر"- وہ مختصر بولی-

"نماز پڑھتی ہو"- آکاش نے ٹانگیں سامنے رکھے ٹیبل پر پھیلا لیں-

"جی کبھی کبھی"- فریال نے سچ بتا دیا- وہ واقعی نماز کی پابندی نہیں کرتی تھی - جب دادی کا ماما ذیادہ ڈانٹتیں تب پڑھ لیتی ورنہ کم ہی پڑھتی تھی-

"قرآنِ پاک کی تفسیر پڑھی ہوئی ہے؟-"

"جی نہیں "- فریال کی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ یہ سب کیوں پوچھ رہا-

" ہمممم۔۔۔۔ تبھی"- وہ پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بڑبڑایا مگر فریال نے اُس کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی-

"تمہیں پتہ کہ جب کوئی لڑکی کسی نا محرم سے بات کرتی ہے اُس سے اِس طرح کی فضول باتیں کرتی ہے تو کیا ہوتا۔۔۔۔یہ سب کہنے اور بولنے سے پہلے ایک بار بھی اِن سب کے بارے میں سوچا تھا؟ "- وہ اب بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا

اور فریال پر گھڑوں پانی آن پڑا۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اُس سے یہ سب کہہ سکتا۔

"جانتی ہو عورت جب خود اپنے منہ سے محبت کا اظہار کرتی ہے وہ بھی ایک نامحرم سے تو وہ اپنے معیار سے بہت نیچے چلی جاتی ہے - اپنا وقار اپنی عزت سب کھو دیتی ہے پتہ ہے کیوں۔۔۔؟"- وہ ایک لمحے کے لئے رُکا تھا۔

"کیونکہ اللہ نامحرم سے محبت کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔محبت صرف اُس سے ہوتی ہے جو آپ کا محرم ہے جس سے آپ کسی پاکیزہ رشتے میں جڑے ہوں۔۔۔اُس سے ہوتی ہے محبت۔۔۔اُس سے کرتے ہیں اظہار۔۔۔۔اور تم کیا جانتی ہو میرے بارے میں۔۔۔صرف نام۔۔۔پھر تمہیں مجھ سے محبت کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔؟"- آکاش نے اُس سے سوال کیا تھا۔

"میں سچ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔بی لیو می۔۔"- وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔۔۔انسوؤں کی لڑیاں گالوں پہ ٹوٹ کہ بکھری تھیں- آکاش ایک لمحے کے لئے چپ ہوا تھا۔

"لیکن میں آل ریڈی انگیجڈ ہوں۔۔۔اور سب سے بڑی بات مجھے آپ بلکل اچھی نہیں لگیں۔۔۔آپ کی باتیں مجھے پسند نہیں آئیں۔۔۔جس لڑکی کو اپنی ریسپکٹ

کا خیال نہیں میں اُس سے محبت تو بہت دور کی بات ہے اُس سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا"- وہ ایک دم روڈ بن گیا تھا-

"سوری۔۔۔۔۔"- وہ انسوؤں کے درمیان بمشکل بولی تھی-

"یہ سوری آپ خود سے کریں اور اللہ سے کریں جس کی قائم کردہ حدود کو توڑا ہے آپ نے"- آکاش کو اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس ہوا تھا-

"اور ہاں آئندہ مجھے فون مت کیجیے گا۔۔۔کیونکہ آپ سے میں دوبارہ بات نہیں کرنا چاہوں گا۔۔۔اور ایک دفعہ یہ ضرور سوچیے گا کہ جو آپ نے بولا وہ غلط ہے یا، سہی-"

"آکاش پلیز ایسے مت کریں"- فریال نے کانپتی ہوئی آواز میں التجا کی-

"آپ کی اِن سب فضول باتوں میں مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں۔۔۔آپ جیسی لڑکیوں کی میری نظر میں کوئی ریسپکٹ نہیں۔۔۔اور ہاں آخری بات نماز پڑھا کرو ۔۔۔ساتھ ساتھ قرآنِ پاک کے ترجمے اور تفسیر کا بھی مطالعہ کرنا تمہارے جیسے لوگوں کو شدت سے ضرورت ہے۔۔۔بائے"- اُس نے اپنی بات مکمل کرنے کے بعد فوراً کال کٹ کردی اس کی بات سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی-اس

نے فون آف کرتے ہی کال ہسٹری میں سے اُس کا نمبر ڈیلیٹ کر کے فون بیڈ پہ پھینک دیا۔

"پاگل سائیکو نا ہو تو۔۔۔"۔ وہ بڑبڑاتا ہوا دوبارہ پیکنگ کرنے لگا۔

****

شبنم رات کے کھانے کی تیاری کے بعد لاؤنج میں آئی تو دادی کے پاس کسی عورت کو بیٹھا دیکھ کر حیران ہوئی اتنی رات کو وہ پتہ نہیں کیا کرنے آئی تھی۔ اُس نے خاموشی سے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا البتہ آواز مدھم رکھی تاکہ وہ لوگ ڈسٹرب نا ہوں۔

"اچھا ماسی اجازت دیں مجھے بہت جلدی آؤں گی انشاء اللہ اچھی خبر کے ساتھ"۔ اُس عورت نے اٹھتے ہوئے کہا تو دادی نے انشاء اللہ کہتے ہوئے اُسے رخصت کیا وہ اپنی بڑی سی چادر سنبھالتی ہوئی لاؤنج سے نکل گئی۔

"دادی یہ کون تھی؟ "۔ شبنم اُن کے جاتے ہی اُن کے پاس آن بیٹھی۔

"یہ نصرت ہے میری بھتیجی لگتی ہے۔۔۔ادھر ہی رہتی ہے "۔ اُنہوں نے اپنے سامنے رکھا فریم اور چادر کو شاپر میں ڈالتے ہوئے مختصر بتایا۔ اُن کو کڑھائی کا بہت

شوق تھا- وہ دِن میں جب بھی فارغ ہوتیں تو یہی کام کرتیں- اور حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اتنی عمر کے باوجود بھی اُن کی بصارت بلکل ٹھیک تھی-

"آپ نے اُن کو جانے کیوں دیا کھانا تو کھا کر جاتیں"- شبنم کو افسوس ہوا وہ اُن کی رشتے دار تھیں اور کھانے کے ٹائم پہ اُٹھ کہ چلی گئیں تھی-

"میں نے کہا تھا مگر وہ جلدی میں تھی اس لئے چلی گئی -"

"خیریت سے آئیں تھی میں مطلب ہے کہ اِس وقت رات کو"- شبنم تھوڑا حیران ہوئی-

"ہاں میں نے ہی بلایا تھا اِس کو۔۔۔۔فریال کے رشتے کے لئے بات کی تھی اِس سے تو اُسی سلسلے میں آئی تھی"- اُنہوں نے شاپر کو اپنے تخت کے نیچے رکھ دیا-

"فریال کا رشتہ۔۔۔۔۔"- شبنم نے زیرِلب بات دہرائی-

"ہاں اتنی بڑی ہوگئی ہے تم لوگوں کے باپ کو تو میں کہہ کہہ کہ تھک گئی ہوں کہ بڑی کا کچھ سوچو چھوٹی بھی جوان ہو رہی ہے مگر ہمیشہ اچھا کہہ کہ بھول جاتا"- دادی کی بات پہ شبنم حیران پریشان سی اُن کی طرف دیکھتی رہی-

"اور یہ لڑکی ہے کہاں شام کے بعد سے نظر ہی نہیں آئی جاؤ دیکھو زرا کس کونے میں گھس کے بیٹھی ہے"- دادی کو اچانک اُس کی غیر موجودگی کا احساس ہوا-

"وہ تو چھت پر گئیں تھی"- شبنم کو یاد آیا-

"لو کر لو بات یہ لڑکی ابھی تک وہیں ہے۔۔۔ارے جا بلا کر لا اِس کو۔۔۔کتنی بار سمجھایا ہے کہ جوان لڑکی ہے شام کے وقت چھت پر نا جایا کر مگر مجال ہے کوئی بات سُن لے آنے دے آج اِسکو"- دادی کا غصہ عروج کو پہنچ گیا تھا- وہ تخت سے نیچے اُترنے لگیں تو شبنم نے اُن کو روکا اور کہا کہ وہ خود دیکھ آتی ہے تو وہ بڑبڑاتی ہوئیں دوبارہ بیٹھ گئیں-

شبنم چھت پر گئی تو دیوار سے ٹیک لگائے گھٹنوں میں سر دیے بیٹھے اُس وجود کو دیکھ کر دنگ رہ گئی- وہ آتے ہوئے ٹیرس کی لائٹ جلا آئی تھی اِس لئے چھت پر روشنی تھی-وہ فوراً اُس کی طرف بڑھی-

"اپی۔۔۔"-اُس نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پکارا-وہ تشویش میں مبتلا ہو گئی تھی-

فریال ٹس سے مس نا ہوئی تو اُس کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا-

"اپی کیا ہوا آپ کو؟ "- وہ اُسے جنھجوڑتے ہوئے دوبارہ بولی-

"کیا تکلیف ہے تمہیں "- فریال نے سر اُٹھا کر تقریباً چیختے ہوئے پوچھا-

شبنم نے حیرت سے اُس کا چہرہ دیکھا- سوجی ہوئی سرخ انگاروں جیسی آنکھیں ---گالوں پہ آنسوؤں کے نشان---وہ ناجانے کب سے رو رہی تھی-

"اپی آپ ٹھیک تو ہیں نا؟ "- شبنم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا-وہ خود بھی رونا شروع ہو گئی-جان سے پیاری بہن کی یہ حالت اُس سے دیکھی نہیں جا رہی تھی-

"مر نہیں گئی جو یوں ماتم منانے بیٹھ گئی ہو"- وہ بول کم چیخ زیادہ رہی تھی- اُس کا دل چاہ رہا تھا ہر چیز کو آگ لگا دے اپنے اندر بھڑکتی چنگاریوں سے وہ باقی سب کو بھی جلا دے جیسے وہ خود جل رہی تھی-دل میں جلتے آلاؤ نے اُس کو پاگل سا کر دیا تھا-

"کیا ہوا ہے بتائیں تو سہی پلیز "- وہ اُسے کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی-

فریال نے اُسے پیچھے دھکیلا تو شبنم گرتے گرتے بچی-

"دفعہ ہو جاؤ یہاں سے----دو گھڑی سکون کا سانس بھی نہیں لینے دیتا کوئی---ہر وقت مصیبت کی طرح نازل ہو جاتی ہو "- وہ اب پھر رو رہی تھی-

"لیکن----"- شبنم کچھ بولنے ہی لگی تھی مگر وہ پھر چیخی-

"تمہیں کہا نا جاؤ یہاں سے پھر کیوں سر کھا رہی ہو۔۔۔نا چین سے جینے دیتے ہو نا چین سے مرنے دیتے ہو"- وہ جنونی انداز میں اُس پر برس پڑی-انسان کو جب شدید تکلیف ملتی ہے تو وہ چیختا چلاتا اور اپنے اندر جمع اُس دکھ کو باہر نکالنا چاہتا-وہ زور زور سے بول رہی تھی حتیٰ کہ اُس کا سانس اکھڑنے لگا-شبنم پاگلوں کی طرح اُس کی طرف بڑھی -

"ماما۔۔۔ماما۔۔۔دیکھیں اپی کو کیا ہو گیا۔۔۔ماما"- شبنم نے وہیں سے زور زور سے آسیہ بیگم کو آوازیں دینی شروع کر دیں-

کچن میں کھڑی آسیہ بیگم کے پیروں تلے سے جیسے کسی نے زمین کھینچ لی تھی- شبنم اتنی زور سے بولی تھی کہ اُن تک صاف آواز پہنچی تھی-وہ ہاتھ میں پکڑا گلاس وہیں پھینک کر باہر کی طرف بھاگیں-

اُن کے جانے تک فریال بیہوش ہو چکی تھی-

****

اٹھائیس سپتمبر دو ہزار گیارہ کی وہ سیاہ رات اپنے اندر ایک عجیب سی خاموشی لیے ہوئے تھی- ہر طرف ایک سناٹا چھایا ہوا تھا-چاند بھی آجکل نہیں نکلتا تھا-آسمان پر دور دور تک کسی تارے کا نام و نشان نہیں تھا -

کیپٹن آکاش نے کمرے کی کھڑکی سے ایک نظر باہر کے ہولناک منظر کو دیکھا اور پھر رُخ موڑ کے لیٹ گئے-رات کے گیارہ بج رہے تھے مگر ابھی سب جاگ رہے تھے وہ الگ بات تھی کہ ہر کوئی مصروف تھا- اُنہوں نے وقفے وقفے سے جلتی مدھم روشنیوں کو دیکھا- اندھیرے میں جگنوؤں کا گمان ہو رہا تھا - مگر وہ جگنو نہیں تھے بلکہ سیل فون کی لائٹیں تھیں جو ہر کمبل کے اندر سے آرہی تھیں -اُنہوں نے اپنے سے کچھ فاصلے پر لیٹے کیپٹن علی کو مخاطب کیا جو باقی سب کی طرح اُسی شغل میں مگن تھے -

"علی یار بات سنو۔۔۔"- وہ مدھم سے لہجے میں بولے تھے -

"ہممم سناؤ"- کیپٹن علی نے کمبل میں سے ہی ہلکی سی آواز میں جواب دیا تھا-

"آج چاند کیوں نہیں نکلا؟ "- وہ پھر کھڑکی میں سے دیکھنے لگے- باہر اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا-

"کس نے کہا نہیں نکلا ہوا"- کیپٹن علی نے کمبل سے ایک لمحے کے لئے منہ باہر نکال کہ اُن کو دیکھا-

"نظر تو نہیں آرہا اور روشنی بھی نہیں ہے اتنا اندھیرا ہے ہر طرف "- وہ اندھیرے میں سے ناجانے کیا تلاش کر رہے تھے-

"مجھے تو نظر آرہا ہے اور روشنی بھی ہے"- کیپٹن علی پھر کمبل کے اندر گھس چکے تھے-

"کہاں؟ "- وہ حیران ہوئے-

"میرے فون میں نکلا ہوا میرا چانداسی لئے تو روشنی بھی ہو رہی ہے"- کیپٹن علی نے شرات سے کہا-

"دفعہ ہو جاؤ تم"-کیپٹن آکاش نے اُن کو گھورنے کی کوشش کی مگر اندھیرے نے اُسے ناکام بنا دیا-

"ہاہاہا۔۔۔"- جواباً کیپٹن علی کا قہقہ اُن کی سماعت سے ٹکرایا جس سے سناٹے میں ایک ارتعاش پیدا ہوا- مگر یہ ارتعاش وقتی تھا- کچھ دیر بعد پھر وہی سناٹا چھا گیا-

"ویسے حد ہے تم لوگوں کی بھی۔۔۔رات کو فون پہ ٹوٹ پڑتے ہو۔۔۔یہاں تک کہ فون بھی پناہ مانگتے ہیں"- اُنہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا-

کچھ دیر یونہی بیت گئی وقت کی سوئی کچھ آگے سِرک گئی -وہ سوچتے رہے کے آخر کیا کیا جائے نیند کی دیوی تو ابھی مہربان ہوئی نہیں تھی- اب وقت گزاری کے لئے کچھ تو کرنا تھا- یونہی بھٹکتی سوچیں گھر والوں پہ جا رکیں - بس ایک ظالم رات تھی

درمیان میں اور پھر کل وہ اُن سب کے پاس ہونگے- اُنہوں نے کچھ سوچتے ہوئے سیل فون نکالا پاکٹ میں سے اور فیس بک لاگ اِن کی -

جوں ہی آن ہوئی لویل کے دھڑادھڑ میسج آنے لگے جن میں خوب غصے کا اِظہار کیا گیا تھا-

"Hello dude"

وہ آن لائن تھی اُنہوں نے ایک میسج ٹائپ کر کے بھیجا-

"کاشی تم۔۔۔"- آگے سے آس کا حیرانگی سے بھرپور میسج موصول ہوا-

""جاؤ میں تم سے ناراض ہوں بات نہیں کروں گی"- دوسرا میسج بھی ساتھ ہی آگیا-

"اوئے کیوں نہیں کرنی بات-"

"کیوں کے کچھ لگتے اب یہ بھی میں بتاؤں خود سے نا کچھ سمجھنا"- وہ غصے سے گویا ہوا تین چار غصے والی ایمو جی بھی ساتھ ہی آگئیں-

"ہاں تو اور کون بتائے گا"- وہ مسلسل اُس کو تنگ کر رہے تھے-

"دیکھ مجھ سے ذیادہ فری ہونے کی کوشش نا کر۔۔۔بس میں نے کہہ دیا نا کہ میں نے بات نہیں کرنی تو مطلب نہیں کرنی۔۔۔اور اب تو مجھے میسج نا کریں-"

"اچھا یہ بتاؤ کہ کیسے مانو گی اب"- انہوں نے اُس کا موڈ خراب ہوتے دیکھا تو ٹریک پہ لانے کے لئے ہتھیار پھینک دیے-

"سوچ لے جو میں کہوں گی وہ کرنا پڑے گا"- وہ فوراً بولی-

"چل اب تو زیادہ شوخی نا بن جائیں۔۔۔وہ کام کہیں جو میں کر بھی سکوں -"

"ٹھیک ہے میں پھر بات نہیں کرتی "- وہ پھر بگڑی تھی-

"اچھا چل بتاؤ منظور ہے جو بھی بولو گی"-انہیں نے بالا آخر ہار مانتے ہوئے کہا-

"گھر آجاؤ ملنے کے لئے -"

"اوئے تو ہمیشہ وہ کام کیوں کہتی ہے کرنے کے لئے جو میرے بس میں نہیں ۔۔۔تجھے پتہ نا اتنی جلدی چھٹی نہیں ملتی پھر بھی وہی بات "- اُنہوں نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا تھا- اپنے آنے کی بات چھپا لی تھی-

"جلدی"- وہ حیرت زدہ تھی-

"پانچ مہینے اور اکیس دن ہو گئے ہیں تمہیں گئے ہوئے اور تمہارے لئے یہ جلدی ہے -"

"آرمی والے اتنی جلدی چھٹی نہیں دیتے سمجھا کر نا یار"- وہ اُسے تنگ کرنے لگے-

"مجھے نہیں پتہ تم نے کہا تھا میں جو بھی کہوں گی تم مانو گے-"

"اچھا چل دیکھتا ہوں"- اُنہوں نے کہا تو لویل کا موڈ ٹھیک ہوا-

"ویسے تم اتنے دِن سے تھے کہاں؟ "- اُسے یاد آیا تو پوچھ بیٹھی-

"بزی تھا تھوڑا سا۔۔۔۔تم بتاؤ گھر میں سب کیسے ہیں؟ "- اُنہوں نے اُسے ٹالا-

"سب ٹھیک ہیں اماں تمہیں بہت یاد کرتی ہیں -"

"اچھا میری طرف سے سلام کہنا اُن کو اور سن اب میرے فون کی بیٹری لو ہو گئی ہے پھر بات کریں گے "- سیل فون نے جب بیٹری لو کا سگنل دیا تو اُنہوں نے اُسے فائنل میسج کیا-

"چل ٹھیک ہے خیال رکھیں اپنا اور آرام سے رہیں اُدھر"-لویل نے بھی بائے بول دیا-

****

آسیہ بیگم نے حسن صاحب کو فون کر کہ ساری سچوئشن سے آگاہ کر دیا- وہ فوراً پریشان ہو اُٹھے اور بیس منٹ میں پہنچنے کا کہہ کر فون بند کر دیا- اگلے بیس منٹ بعد وہ واقعی گھر تھے- گھر آتے ہی اُنہوں نے ڈاکٹر مرتضی حارث کو فون کر کہ بلایا- وہ اُن کے فیملی ڈاکٹر تھے -

ڈاکٹر مرتضی فون کرنے کے ٹھیک پندرہ منٹ بعد اُن کے پاس تھے- وہ کلینک سے واپس جا رہے تھے اور راستے میں ہی تھے اِس لئے جلدی آگئے-

"بچی کو کوئی پریشانی ہے؟ "- اُنہوں نے فریال کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد حسن صاحب سے پوچھا-

حسن صاحب نے حیرت اور پریشانی سے آسیہ بیگم کو دیکھا جو اُنہی کو دیکھ رہی تھیں -

"نن نہیں تو کک کوئی پریشانی نہیں ہے"- وہ اِس قدر پریشان تھے کہ بولتے ہوئے زبان بھی لڑکھڑا رہی تھی-

"ہممممم---ہو سکتا ہے کہ نا ہو---مگر نروس بریک ڈاؤن کی سب سے بڑی وجہ ڈپریشن ہوتا---مریض کو کوئی ایسی بات پتہ چلتی ہے جس کو اُس کا دماغ قبول نہیں کر پاتا تو پھر دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے"- اُنہوں نے فریال کو انجیکشن دیتے ہوئے نارمل سے لہجے میں بتایا-

"نروس بریک ڈاؤن---"- آسیہ بیگم نے حیرت سے یہ الفاظ دہرائے- وہ شدید شاک کی سی کیفیت میں تھیں-

"پریشان نا ہوں ابھی ہوا نہیں- مگر جیسی اس بچی کی کنڈیشن ہے ہو بھی سکتا"- وہ اُن کو پریشان دیکھ کر تسلی دینے لگے-

"میں نے کچھ میڈیسنز لکھ دی ہیں آپ یہ منگوا لیجیے گا"- اُنہوں نے نوٹ پیڈ پہ لکھ کہ کاغز پھاڑ کہ اُن کی طرف بڑھایا-

"اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے بلا لیجیے گا- اور اِنکا خاص دیہان رکھیے گا"- وہ جاتے جاتے پھر تاکید کر گئے-

حسن صاحب اُن کو باہر گیٹ تک چھوڑ کر واپس آگئے-

اُن کی پر سوچ نگاہیں فریال کے چہرے پہ تھیں - جو کچھ بھی ہوا تھا وہ سب اُن کی سمجھ سے باہر تھا- فریال کو کیا پریشانی ہو سکتی تھی وہ مسلسل اِسی بارے میں سوچ رہے تھے-

"مجھے تو لگتا ہے کہ بچی پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا - رات رات تک چھت پہ بیٹھی رہتی ہیں اُس کا کچھ تو نتیجہ نکلے گا نا"- دادی نے ایک الگ ہی بات چھیڑ دی تھی اُن کا اپنا ہی نقطہ نظر تھا -

"فار گاڈ سیک اماں ایسی فضول باتیں نا کریں آپ جانتی ہیں کہ میں اِن سب باتوں پہ بلیو نہیں کرتا "- حسن صاحب کو اُن کی بات ازحد ناگوار گزری تھی -وہ فوراً اُن کو ٹوک گئے-

"میری بات کا غلط مطلب نا لے - بچی پر ضرور کسی چیز کا سایہ ہے - عجیب چڑچڑی سی ہو گئی ہے - کسی کی بات نہیں سُنتی جہاں بیٹھتی ہے گھنٹوں بیٹھی رہتی ہے -تو کسی پیر سے بات کر۔۔۔اگر نہیں تو میں کرتی ہوں کوئی تعویز کروا کہ اِس کے گلے میں ڈال دوں گی"- وہ فریال پر مسلسل کچھ پڑھ کر پھونک رہیں تھی-

"اوہووو اماں کوئی ضرورت نہیں ہے اِن سب کی ٹھیک ہو جائے گی ایک دو دن میں پھر میں خود بات کروں گا فریال سے۔۔۔آپ فکر نا کریں "- اُنہوں نے اُن کو سمجھاتے ہوئے کہا-

"آسیہ کمرے میں آؤ بات کرنی ہے مجھے تم سے"- وہ آسیہ بیگم کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے-

شبنم اور دادی مسلسل فریال پہ دم کرتی رہیں-اُس رات حسن وِلا کا کوئی ایک مکین بھی نہیں سویا تھا- سب کی رات پریشانی سے آنکھوں میں کٹی-نیند تو جیسے اُن سب سے روٹھ ہی گئی تھی-

!!!.....!!!

سڑک کے دونوں طرف لگے ہر بھرے درخت رات بھر ہونے والی بارش کے بعد نکھر گئے تھے- اُن کی پشت پہ کھڑے بلندوبالا پہاڑ بھی بہت خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے-پہاڑوں پہ اُگی چھوٹی چھوٹی گھاس کو دیکھ کر دور سے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُن پر ہرے رنگ کی چادر بچھا دی گئی ہو-صبح کی تازگی نے ہر ذی روح میں پھر سے جان بھر دی تھی- لوگ کام کاج کے لئے آجارہے تھے- کیپٹن آکاش نے ایک نظر تیزی سے پیچھے چھوٹتے منظر پر ڈالی- یہ خوبصورت منظر اُن کے پیارے شہر ایبٹ آباد کے تھے- اپنے شہر میں داخل ہوتے ہی اُن کے اندر ایک توانائی سے آگئی تھی- اُنہوں نے گھڑی پہ ٹائم دیکھا ساڑھے نو بج رہے تھے- بس تھوڑا سا سفر ابھی باقی تھا-

اُنہوں نے آنکھیں موندتے ہوئے سر سیٹ کی پشت پہ ٹکا لیا- اُن کے بازو کا زخم اب تقریباً مندمل ہو چکا تھا-مگر ذیادہ ہلانے جلانے اور وزن ڈالنے سے درد محسوس ہوتا تھا-

اِدھر اُدھر کی سوچوں میں دماغ کب اُس لڑکی کی طرف چلا گیا تھاجس نے اُنہیں کچھ دن پہلے فون کیا تھا انہیں پتہ ہی نا چلا- وہ فوراً ٹیک چھوڑ کے سیدھے ہوئے-

اُس لڑکی کے پاس اُن کا نمبر کیسے آیا اِس طرف تو اُن کا دیہان گیا ہی نہیں تھا- اُن کا پرسنل نمبر چند قریبی دوستوں اور فیملی کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا- پھر کیسے اُس کے پاس جا سکتا تھا- اُس کی ایسی کونسی دوست تھی جس نے نمبر کے ساتھ ساتھ اتنی انفارمیشن بھی دی تھی- بات تو سوچنے والی تھی -

کہیں فارس لوگوں کا کام تو نہیں یہ۔۔۔اُن کے دل میں اچانک خیال آیا- یقیناً ایسا ہی کچھ تھا-

"مگر اُنہوں نے مجھ سے پوچھے بغیر ایسے ہی کسی کو میرا نمبر کیوں دیا"- وہ ہولے سے بڑبڑائے-

اگر ایسا کچھ ہوا تو میں اِن لوگوں کو چھوڑوں گا نہیں۔۔۔اُنہوں نے دل میں مصمم ارادہ کیا اُن لوگوں سے بات کرنے کا۔۔۔جو بھی بات ہو گی سامنے آجائے گی -

****

ٹی وی پہ کوئی میوزیکل پروگرام چل رہا تھا- سب لوگ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے- مگر وہ الگ بات تھی کہ کوئی بھی ٹی وی کی طرف متوجہ تھا- لویل اپنی کتابیں پھلائے پڑھنے میں مگن تھی- ڈاکٹر ربانی کسی پرانے اخبار کے مطالعہ میں مصروفِ عمل تھے- صوفے پہ لیٹا دانش فون میں گم تھا- مسز ربانی البتہ فارغ بیٹھی ہوئی

تھیں- اُن کا دیہان وہاں ہوتے ہوئے بھی کہیں اور تھا- اتوار کا دن تھا اِس لیے سب افراد گھر پہ تھے- اتنے سارے لوگوں کی موجودگی کے باوجود بھی گہری خاموشی تھی- صرف ٹی وی کی مدھم آواز تھی جو اِس خاموشی میں خلل پیدا کر رہی تھی-

اِسی اثنا میں کسی نے ڈور بیل بجائی تھی -

"جاؤ لویل دروازہ کھول کہ آؤ"- صوفے پہ لیٹے دانش نے کتابوں میں کھوئی لویل کو کہا-

"آپ جائیں میں بزی ہوں"- وہ بنا اُس کی طرف دیکھے بولی تھی-

"دو منٹ لگنے ہیں جاؤ کھول آؤ"- دانش نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ کہا-

"آپ کے بھی دو منٹ ہی لگیں گے"- وہ خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی-

"جاؤ بیٹا تم کھول آؤ"- مسز ربانی نے دانش کو کہا- وہ جانتی تھیں کہ وہ دونوں پورا دِن بحث کرتے رہیں گے مگر جائیں گے نہیں۔۔۔اُنہوں نے اُن کی بحث کو طویل ہونے سے پہلے ہی ختم کرنا چاہا تھا-

دانش کو چاروناچار اٹھنا پڑا- وہ ایک کشن لویل کی طرف اُچھالتا ہوا دروازہ کھولنے چلا گیا- لویل کی گھوری نے اُس کا دور تک پیچھا کیا-

اُس نے بنا پوچھے ہی دروازہ کھول دیا مگر دروازہ کھلتے ہی وہ ساکت رہ گیا-

"کاشی تم۔۔۔۔او مائی گاڈ"- حیرت اور خوشی کے مارے دانش چیخا تھا-

"کیسے ہیں آپ؟"- آکاش مسکراتا ہوا اُس کے گلے لگ گیا-

"میں بلکل ٹھیک تم سناؤ۔۔۔۔۔یوں اچانک بنا بتائے آگئیے ہو"- دانش اُس سے الگ ہوتے ہوئے بولا- دونوں کے چہروں پر بے تحاشہ خوشی تھی-

"سوچا سرپرائز دوں آپ لوگوں کو"- آکاش اندر داخل ہوتے بولا- دانش نے اُس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا-

"کہاں ہیں سب لوگ؟ "- اُس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے سوال کیا-

"ٹی وی لاؤنج میں ہیں"- دانش نے اُسے بتایا-

"اچھا آپ جائیں کسی کو بتائے گا مت"- آکاش نے کہا تو وہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا- آکاش دروازے کی اوٹ میں ہو گیا -

"کون تھا باہر؟ "- دانش جونہی کمرے میں داخل ہوا تو مسز ربانی نے فورا پوچھا- اُن کا دل ایک دم بے چین ہو اُٹھا تھا ناجانے کیوں-

"کوئی بھی نہیں تھا- کوئی بچہ بیل بجا کہ بھاگ گیا شاید"- وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا-

"جھوٹ بھول رہے ہو؟ "- مسز ربانی نے مشکوک انداز میں اُسے گھورا تھا-

"نہیں بلکل نہیں"- دانش فوراً سنجیدہ ہوا-

اُنہیں دانش کی بات پہ زرا بھی، یقین نہیں آیا تھا مگر وہ چپ ہو گئیں-

آکاش نے دھیرے سے کمرے کی دہلیز پر قدم رکھا تو سب کے منہ حیرت سے کھل گئے اُس نے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کہ اُن کو چپ رہنے کا اشارہ کیا-مسز ربانی کی دروازے کی طرف پشت تھی لہزا وہ اُسے نہیں دیکھ پائیں تھی- خوشی کے مارے لویل کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی- اُس کا دل چاہا بھاگ کہ اُس کے گلے لگ جائے مگر آکاش کی ہدایت پر وہ خموشی سے بیٹھی رہی-

آکاش نے آہستہ سے پیچھے سے آتے ہوئے مسز ربانی کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے- سب کے لبوں پہ گہری مسکراہٹ تھی- مسز ربانی اپنی جگہ پہ ساکت ہو چکی تھیں- اُن کا دل کچھ دیر پہلے جس خواہش کا اظہار کر رہا تھا وہ حقیقت کا روپ دھار چکی تھی-

"کاشی۔۔۔۔"- وہ زیرِ لب بولیں- آواز خوشی سے لڑکھڑا رہی تھی-

"اماں۔۔۔۔"- وہ آگے ہو کہ فوراً اُن کے گلے لگ گیا- مسز ربانی نے جیسے اُسے خود میں بھینچ لیا تھا- وہ دیوانہ وار اُس کو چومنے لگیں-آکاش کی روح تک میں سکون اُتر گیا تھا- مسز ربانی اِرد گرد کو بلکل بھلا چکی تھیں اُن کو یاد تھا تو بس اِتنا کہ آکاش اُن کے پاس ہے- آکاش کی آنکھوں کے گوشے بھیگ چکے تھے- دنیا میں ہر جگہ ہر چیز مل سکتی ہے مگر ماں کی محبت اُن کا پیار اُن کا وہ لمس نہیں مل سکتا -

وہ اُن سے الگ ہوا- آنکھوں میں آئی نمی کو چپکے سے صاف کیا- لویل نے پیچھے سے اُس کے شانے پہ ہلکا سا مکا مارا تھا تو وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا-

"شوخے کہیں کہ بتایا کیوں نہیں کہ میں آرہا ہوں"- وہ اُس کو مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے بولی-

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ، ملنے آجاؤ تو میں آگیا"- آکاش نے شرارت سے کہتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا -

کچھ دیر پہلے والی خاموشی اب ختم ہو چکی تھی- خوشیاں ڈھیرا جمانے آچکی تھیں- سب کے قہقے گونج رہے تھے- آکاش لویل کے بعد ڈاکٹر ربانی سے ملا- وہ بھی بہت خوش تھے- مسز ربانی کا تو پیر زمین، پہ نہیں ٹِک رہا تھا-

"ناشتہ کر کے آئے ہو؟ "- اُنہوں نے اُس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا-

"نہیں اماں ناشتہ کرنے کا ٹائم نہیں ملا اب بہت بھوک لگی ہوئی ہے"-اُس نے کہا تو اُنہوں نے لویل کو اٹھنے کے لئے کہا-

"چلو کچن میں ہیلپ کرو میری"- وہ اُسے ساتھ لے کہ کچن میں آ گئیں- لویل برے برے منہ بناتی اُن کے ساتھ آئی- اُس کا آکاش سے باتیں کرنے کا دل چاہ رہا تھا ابھی تو اُسے لڑنا تھا اُس کے ساتھ۔۔ساری تفصیلات سننی تھیں- تب کہیں جا کہ اُس کو چین آنا تھا-

****

وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے گم سم سی بیٹھی تھی- دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ رکھے تھے- اُس کے لمبے سیاہ ریشمی بال شانوں پہ بکھرے ہوئے تھے- اُس کا ذہن بلکل خالی تھا- وہ ایک ہی نقطے پہ نظریں مرکوز کیے ہوئے تھی-سوجی ہوئی آنکھیں اور اُن کے گرد پڑے سیاہ ہلکے اُس کے چہرے کی رنگت کو مانند کر رہے تھے- چہرے پر نقاہت واضح نظر آرہی تھی-اُس نے پنکھے سے اُڑتے بالوں کو کیچر میں لپیٹا اور پاس پڑا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈال لیا- اُس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جزبات

سے عاری تھا-وہ بیڈ سے نیچے اُتری- الماری میں سے ایک باکس نکالا اور قالین پہ بیٹھ گئی- باکس کو کھولا اُس میں پینٹنگ کا سامان تھا- وہ ایک ایک کر کہ تمام رنگ باہر نکالنے لگی- پھر ہر رنگ کو کھول کہ اپنے سامنے رکھے چھوٹے سے شیشے کے ٹیبل پہ رکھ دیا- ہر رنگ کے ساتھ الگ برش تھا- وہ تمام رنگوں کے برش اُن کے رنگوں کے ساتھ رکھنے لگی- پھر اُس نے ایک سفید رنگ کا چارٹ نکالا اور اُس کو ٹیبل پہ بچھا دیا- وہ اِتنی دلچسپی سے یہ کام کر رہی تھی کہ اِس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کچھ دیر پہلے کسی مجسمے کی طرح تھی- پھر اچانک اُس مجسمے میں جیسے کسی نے جان ڈال دی ہو- اُس نے ہرے رنگ کی ننھی سی ڈبیا کھولی اور اُسی رنگ کا برش ہاتھ میں لے لیا-وہ اِتنی مہارت سے صفحہ قرتاس پر اُن رنگوں کو اُتارنے لگی کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا- اُس نے یہ بلکل نہیں سوچا تھا کہ وہ کیا بنائے گی- اُسے بس کچھ کرنا تھا اپنا دیہان بٹانا تھا- دیہان بٹانے کے لئے پینٹنگ سے زیادہ دلچسپ چیز اور کیا ہو سکتی تھی- وہ چہرے پہ آنے والے بالوں کو بار بار ہاتھ سے پیچھے کرتی سبز رنگ اِس دوران اُس کے چہرے پہ نقش و نگار بنا دیتا- وہ کتنی ہی دیر اپنے کام میں مگن رہی- پھر اُس چارٹ کو اُس نے ایک طرف رکھ دیا اور ایک دوسرا سفید چارٹ کھول لیا- اب وہ اُس پہ رنگوں سے کھیلنے لگی تھی-اُس کے ہاتھ

میں اِس وقت سنہری رنگ تھا جسے زرد رنگ بھی کہا جاسکتا تھا- یہ رنگ چارٹ کے ساتھ ساتھ اُس کے چہرے پہ بھی تیزی سے پھیل رہا تھا- یہ کام کرتے ہوئے ناجانے کتنے ہی گھنٹے بیت گئے- جب اُس کا کام مکمل ہو گیا تو اُس نے دونوں چارٹ سامنے پھیلا لیے-وہ اب اُن کو دیکھ رہی تھی- مختلف رنگوں کے امتزاج سے قدرت کا ایک بہت ہی شاہکار منظر تخلیق کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی گئی تھی - شبنم کمرے میں داخل ہوئی تو اُسے قالین پہ بیٹھا دیکھ کر حیران ہوئی- دروازے کی جانب اُس کی پشت تھی- شبنم دھیمے دھیمے قدم اُٹھاتی اُس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی- فریال کے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ کو دیکھ کر وہ کھو سی گئی- وہ اتنی معصوم اور خوبصورت لگ رہی تھی کہ اُس سے نظر ہٹانا محال ہو گیا- وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنی بنائی ہوئی چیز کو دیکھ کر اب خوش ہو رہی تھی- معصومیت اگر کسی چہرے پر ختم ہو جاتی تو وہ فریال حسن کا چہرہ ہوتا- اُس کے چہرے پہ لگے مصنوعی رنگ بلکل حقیقت کا گمان ہو رہے تھے-اُس نے ایک نظر اُس کے سامنے کھلے چارٹس پر ڈالی- پہلے چارٹ میں جو منظر تھا وہ ہری بھری لہراتی گندم کا تھا- اُس پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی تھیں-دوسرے چارٹ میں وہی گندم پک کر سنہری

رنگت اختیار کر چکی تھی-فریال کے نظر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا جو بڑی مگن سی اُس کی بنائی ہوئی پینٹنگز دیکھ رہی تھی-

"تم نے کبھی گندم کی فصل پہ سورج کی شعاعوں کو اُترتے دیکھا ایک عجیب سا منظر ہوتا وہ۔۔۔"-وہ شبنم کو بتانے لگی

"جب گندم کی فصل ہری بھری ہوتی ہے اور سورج کی کرنیں اُس پر پڑھتی ہیں تو سبز رنگ پیلے رنگ میں نظر آنا شروع ہو جاتا ہرے اور پیلے رنگ کے امتزاج سے ایک اور ہی رنگ پیدا ہو جاتا جو اُن دونوں رنگوں سے زیادہ دلکش لگتا کچھ بالیاں ہری ہوتی ہیں اور کچھ بالیاں پیلی ہوتی ہیں"- وہ ایک لمحے کے رکی تھی- شبنم اب اُس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی-وہ دوبارہ بولی-

"جب گندم پک جاتی ہے تو اُس کا رنگ سنہری ہو جاتا اور اُس پہ جب سورج اپنی روشنی بکھیرتا تو شاید تمہیں یقین نا آئے مگر یوں لگتا جیسے اُس پہ سونے کی چادر چڑھا دی گئی ہو اُن سے ٹکرا کر جب شعاعیں واپس نکلتی ہیں تو وہ سنہری رنگ میں نہائی ہوئی معلوم ہوتی ہیں- گندم کی بالیوں پہ موتیوں کا گمان ہوتا اگر زرا فاصلے سے اُس منظر کا نظارا کیا جائے تو وہ اور بھی خوبصورت لگتا-قدرت کا ہر رنگ بہت خوبصورت ہے اور مجھے اِن رنگوں سے عشق ہے -میرا دل کرتا میں اِن تمام رنگوں

کو صفحہ قرتاس پر بکھیر دوں- ہر منظر کو میں اپنے ہاتھوں سے مصنوعی رنگوں میں نہلا کر حقیقت کا روپ دے دوں اور پھر گھنٹوں اُن مناظر میں کھو جاؤں - جب کوئی مصور کسی منظر کو اپنے ہاتھوں کی صفائی سے صفحہ قرتاس پر اتارتا ہے تو ہم اُس مصور کی مہارت پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں ہم اُس کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں مگر ہم نے کبھی یہ سوچا کہ جس مصور نے حقیقت میں بنایا اُس کی مہارت کتنی ہے اُس کا کمال کتنا اُس نے اُسے پہلی بار تخلیق کیا بنا کہیں سے مدد لئے- انسان کا دماغ اُس کی بنائی ہوئی چیزوں سے آگے کبھی جا ہی نہیں سکتا اُس کی سوچیں وہاں پر ختم ہو جاتی ہیں جہاں پر اُس کی شروع ہوتی ہیں"- وہ اپنی بات کے اختتام پر شبنم کو دیکھنے لگی- شبنم حیرت سے بنا پلک جھپکے اُس کو تک رہی تھی- فریال کے منہ سے ایسی باتیں اُسے بہت عجیب لگ رہی تھیں- وہ کب سے چیزوں کو اتنی گہرائی سے جانچنے لگی تھی-

"آپ نے یہ منظر کہاں دیکھا تھا ؟"- شبنم نے ایک نظر پھر اُن پینٹنگز کو دیکھا- "پچھلے سال میں پاپا کے ساتھ گاؤں گئی تھی تب دیکھا تھا اور کل رات خواب میں بھی دیکھا تھا"- وہ اب بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی-

"یہ سامنے والی دیوار پہ لگا دوں انکو؟ "- وہ اُن چارٹس کو دیکھتے ہوئے بولی تو شبنم کا سر اثبات میں خود بخود ہل گیا-

وہ اب وہاں سے اُٹھ چکی تھی- شبنم اُس کے بدلتے موڈ کے بارے میں سوچ رہی تھی- شاید وہ خود کو مصروف رکھنے کے لئے کر رہی تھی یا وہ اِس وقت اپنے ہواسوں میں ہی نہیں تھی- ورنہ کل رات جو ہوا تھا وہ اتنی آسانی سے بھلانے والا ہرگز نہیں تھا-

!،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،!

گاڑی کچی سڑک پہ ہچکولے کھاتی منزل کی جانب رواں دواں تھی- راستے کی ساری مٹی اور دھول اُڑ اُڑ کے گاڑی پہ تہہ پہ تہہ بنا رہی تھی- ایسے میں گاڑی کا اصلی رنگ کہیں چھپ کہ رہ گیا تھا-گاؤں کی طرف جاتی وہ چھوٹی سی سڑک بمشکل اتنی چوڑی تھی کہ ایک وقت میں ایک ہی گاڑی گزر سکتی- وہ سڑک کم پگڈنڈی زیادہ لگ رہی تھی-ایک گاڑی کے سڑک پہ ہوتے ہوئے سوائے سائکل کے کسی دوسری گاڑی کا گزرنا بلکل ناممکن تھا-

ڈرائیو کرتا فارس سخت پریشان تھا- اُس سے گاڑی کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا-چند گھنٹوں کا راستہ صدیوں پہ محیط لگ رہا تھا-

"فرحان مجھے نہیں لگتا کہ گاؤں پہنچنے تک ہماری کوئی ہڈی سلامت رہے گی اور ہم زندہ بچ جائیں گے"- اُس نے اپنے برابر والی سیٹ پہ بیٹھے فرحان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا-

فرحان کا حال بھی کچھ اُس سے مختلف نہیں تھا-وہ خود بمشکل سیٹ پہ بیٹھے رہنے کی کوشش میں ہلکان ہوا جا رہا تھا- جب گاڑی ہچکولہ کھاتی تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ ابھی گر جائے گا- اُس نے سیٹ بیلٹ بھی نہیں باندھا ہوا تھا-سیٹ بیلٹ سے اُس کو ہمیشہ الجھن ہوتی تھی -

"او بھائی ایسے نا بول ابھی میری عمر ہی کیا ہے- ابھی میں نے دیکھا ہی کیا ہے-نا میری شادی ہوئی ہے نا میری منگنی ہوئی ہے اور تو اور گرل فرینڈ بھی نہیں بنی- میں ابھی بلکل مرنا نہیں چاہتا- ایک کام کرتے ہیں واپس چلتے ہیں"- فرحان نے خود کو گرنے سے بچانے کے لئے کھڑی کو زور سے پکڑا ہوا تھا-

"تو میری کونسا ہوگئی ہے میں بھی تو تمہاری طرح کنوارا گھوم رہا ہوں"- فارس نے غصے سے کہا- اُس کا دو منٹ کے لئے دیہان ہٹا تھا اور گاڑی فوراً بے قابو ہوئی تھی-

"سنبھل کہ بھائی کیوں جان لینے پہ تُلے ہو"- فرحان نے اُسے ہوش دلایا تو وہ فورا سامنے دیکھ کے چلانے لگا-

"مجھے اپنی جان تم سے ذیادہ پیاری ہے"- وہ دانت پیس کر بولا تھا-

"ایک کام کر اُس کمینے حیدر کا نمبر ٹرائی کر کس دنیا میں رہتا ہے یہ"- فارس نے ڈیش بورڈ پہ پڑا سیل فون اُٹھاکہ فرحان کی بڑھایا جسے اُس نے فورا تھام لیا-

فرحان نے نمبر ملایا- بیل جا رہی تھی- کچھ ہی دیر بعد دوسری طرف سے کال پک کر لی گئی تھی- فرحان نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا-

"ہیلو۔۔۔!"- دوسری طرف سے حیدر کی مصروف سی آواز سنائی دی-

"ابے نالائق کہاں مر گیا تھا"- اُس کی آواز سنتے ہی فرحان اُس پہ برس پڑا-

"کیوں بھئی کیا ہو گیا؟ خیر تو ہے نا؟"- حیدر نے حیرت سے پوچھا-

"خیر کے بچے ہم تیرے گاؤں آرہے ہیں اور ہمیں راستہ نہیں معلوم۔۔۔اب انسانوں کی طرح بتا کہ ہم کہاں آئیں؟ -"

"تم لوگ کیوں آئے ہو؟ "- وہ بنا سوچے بول گیا-

"کمینہ کہہ رہا کیوں آئے ہو"- فرحان نے فون کان سے ہٹا کر فارس کو سرگوشی میں بتایا-

"تمہارا قتل کرنے آئے ہیں "- فارس اتنی اونچی اور غصے سے بولا تھا کہ دوسری طرف سنتے حیدر کے لبوں پہ بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی-

"سُن لیا"- فرحان نے فون کو دوبارہ کان سے لگاتے ہوئے کہا-

"اچھا میں آرہا ہوں تم لوگوں کو لینے۔۔۔سیدھے آتے جاؤ اِدھر اُدھر مت ہونا بس۔۔۔باقی میں خود آرہا ہوں"- حیدر نے کہتے ساتھ ہی کال کٹ کر دی- فرحان نے فون پھر ڈیش بورڈ پہ ڈال دیا-

گاڑی گاؤں کی حدود میں داخل ہو چکی تھی- مٹی کے بنے کچے گھر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے- اندر کہیں کہیں پکی اینٹوں کے بنا پلستر کیی دیواروں کے بھی موجود تھے-گاؤں کے چند بوڑھے ایک بڑے سے برگد کے درخت تلے چارپائیوں پر بیٹھے حقا پینے کے شغل میں مصروف تھے- ساتھ ساتھ باتوں کی پٹاری بھی کھول رکھی تھی- فارس نے گاڑی روک دی-وہ دونوں نیچے اُترے تھے- گاؤں میں اِتنی بڑی گاڑی کی موجودگی پر وہاں کے باسی حیرانی سے ان کو دیکھنے لگے- فرحان نے اُتر کے جونہی گاڑی کا بیرونی حصہ جو اپنا اصل رنگ کھو چکا تھا دیکھا تو بے ساختہ ماتھے پہ ہاتھ مارا-

"او تیری یہ کیا ہو گیا"- وہ فارس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا جو خود حیرت سے اپنی نئ گاڑی کا یہ روپ ملاحضہ کر رہا تھا-

"یہ صاف کیسے ہو گی فرحان"- فارس نے صدمے سے گاڑی پہ اُنگلی پھیری- دھول کی ایک موٹی تہہ اُس پہ جمی تھی- ناجانے کہاں کہاں کی دھول اور گرد لگی تھی اُس پہ-

اِسی اثنا میں ایک بوڑھا اُٹھ کہ اُن کی طرف آیا-

"کس سے ملنا ہے پُتر"-اُنہوں نے صدمے سے بت بنے اُن کو دیکھا تو خود ہی بول پڑے-

"حیدر سے۔۔۔۔"- فرحان نے ہی جواب دیا-

"چوہدریوں کے لڑکے سے؟ "- وہ بابا جی بھی شاید کچھ عقلمند تھے- اتنی بڑی گاڑی میں آنے والے کسی معمولی انسان سے ملنے تو آئے نہیں ہونگے-

جی جی اُسی سے ملنا ہے"- فرحان کو پتہ تھا کہ حیدر کا باپ گاؤں کا چوہدری ہے-

"آؤ پتر بیٹھو۔۔۔پھر تو اپنے ہی مہمان ہو"- وہ بابا جی خوشدلی سے بولے تو وہ دونوں اُن کے ساتھ آگئے- اُن کے لئے الگ سے چارپائی بچھائی گئی-اُنہوں نے لسی سے اُن کی مہمان نوازی کی- فارس نے تو چپ چاپ پی لی مگر فرحان جس نے

زندگی میں کبھی لسی نہیں پی تھی- اُس کے لئے یہ زہر پینے کے مترادف تھا- وہ بے بسی کی تصویر بنا فارس کو دیکھ رہا تھا جو بمشکل اس کی حالت پہ اپنی ہنسی قابو کیے ہوئے تھا- فرحان کے نخروں سے وہ اچھی طرح واقف تھا-فرحان نے مدد طلب نظروں سے اُس کو دیکھا مگر وہ سر جھکائے بیٹھا رہا-

"پُتر اور ڈالوں لسی؟ "- وہ بابا جی جو اُن کو لے کے آئے تھے لسی والا جگ اُٹھا کر پوچھنے لگے-

"نن نہیں نہیں مزید نہیں چاہیے"- فارس نے فورا منع کر دیا- وہ اور والا رسک نہیں لے سکتا تھا -

وہ سب اُن کو گھیرا ڈالے بیٹھے تھے-گاؤں کے کئی بچے بھی وہاں آکر جمع ہو گئے- وہ اُن کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہے تھے -

کچھ ہی دیر میں حیدر بھی وہاں آگیا- فرحان نے لسی کا گلاس فورا نیچے رکھا اور اُٹھ کہ اس کی طرف بڑھا-

"میرے باپ دادا کی توبہ جو میں کبھی دوبارہ تیرے گاؤں آؤں"- فرحان نے اُس کے گلے لگتے ہی کہا تو حیدر مسکرایا- حیدر نے فارس کو ایک نظر گھورا تو وہ اُس کے

شانے پہ ایک کرارا سا مکا رسید کرتے ہوئے اُس کے گلھ لگ گیا- حیدر بھی سب بھول گیا- اُس نے اُن لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور اُنہیں لئے گاڑی کی طرف بڑھا-

"شٹ اِس کا کیا حشر کر لائے ہو"- وہ اُن کی گاڑی دیکھ کر صدمے سے بولا-

"اب ہمیں کیا پتہ تھا کہ تمہارے گاؤں آنے کا یہ انجام ہوگا ہم بائیک پہ آ جاتے"- فرحان نے افسوس سے کہا-

"اگر بائیک پہ آتے تو یہ حشر تم لوگوں کا ہوتا"- وہ تاسف سے بولا-

فرحان نے تصور میں خود کو مٹی سے لت پت بھوت بنے دیکھا تو خوف سے ایک جھرجھرج لی-

"او نہیں یار کوئی اور بات کرو"-اُس کی بات پر اُن دونوں کا قہقہ گاؤں کی فضا میں ابھرا تھا جسے اُس نے ہمیشہ کے لئے اپنی یادشت میں محفوظ کر لیا-

"چلو اِس کو چھوڑو میں ڈرائیور سے کہتا ہوں وہ اِس کو واش کروا لائے گا - تم لوگ میرے ساتھ چلو"- حیدر اُن کو لے کے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا-وہ اندر بیٹھتے ہی گاڑی زن کر کے وہاں سے بگا کے لے گیا-

!,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,!

ٹیبل پہ سجائے طرح طرح کے پکوان دیکھ کہ آکاش حیران رہ گیا- اِتنی جلدی میں اتنا کچھ بن گیا تھا-اُس نے توسیفی نگاہوں سے لویل کو دیکھا-

"ارے واہ تم تو بڑی سگھڑ ہو گئی ہو"- وہ شرارت سے بولا-

"بس دیکھ لو پھر۔۔۔۔"- وہ اِتراتے ہوئے بولی آکاش اُس کے برابر ہی کرسی پر بیٹھ گیا-

"دیکھتا ہوں صبر رکھو زرا۔۔۔۔"- وہ ڈھکن اُٹھا اُٹھا کہ سب چیزیں دیکھنے لگا-اشتہا انگیز خوشبو اُس کی بھوک کو بڑھانے لگی-

"اِس میں سے تم نے کیا کیا بنایا؟ "- آکاش نے اُس کو دیکھتے ہوئے پوچھا-

"کچھ بھی نہیں۔۔۔۔"- وہ قہقہ لگاتے ہوئے بولی تو آکاش نے منہ بناتے ہوئے اُس کے بالوں کی لٹ کھینچی-

"اچھا سنو۔۔۔۔"- لویل نے سرگوشیانہ انداز میں اُس کو پکارا-

"ہمم سناؤ"- وہ بنا اُسے دیکھے بولا تھا-

"تم نے کل رات کو مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تم آج آرہے ہو؟ "-وہ ایک کہنی ٹیبل پہ رکھ کے زرا آگے کو جھکی- چہرہ تھوڑی تلے ٹکائی بند مٹھی پہ رکھ لیا-

"بعد میں بتاؤں گا"- وہ لاپرواہی سے بولا-

"نہیں ابھی بتاؤ"- اُس نے ضد کی-

"ساری تفصیل بتاؤں گا یار تھوڑا سا صبر کر لو"- آکاش اُس کو جان بوجھ کہ تنگ کر رہا تھا-

"کاشی پہلے کھانا کھاؤ پھر باتیں کر لینا"- مسز ربانی نے دونوں کو کھسر پھسر کرتے دیکھا تو بولیں- لویل تھوڑا پیچھے ہوئی تھی-

"اماں آپ نے اتنی جلدی اتنا کچھ کیسے بنا لیا؟ "- آکاش نے ٹیبل پہ سجے ڈھیروں ڈھیر لوازمات کو دیکھتے ہوئے پوچھا-

"ابھی کہاں کچھ بنایا ہے- تمہیں بھوک لگ رہی تھی تو اِس لئے جلدی جلدی میں تھوڑا سا بنایا"- وہ اُس کے پاس والی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولیں- لویل کو اُنہوں نے کچن سے کچھ لانے کے لئے کہا تو وہ اُٹھ کر چلی گئی-

"اماں یہ اتنا کچھ میں کیسے کھاؤں گا"- آکاش نے اُن کو پلیٹ میں مختلف چیزیں ڈالتے دیکھا حیرت سے گویا ہوا-

"میں خود کھلاؤں گی"- وہ پلیٹ اُس کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں-وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح اُس کے ناز نخرے اُٹھا رہی تھیں-

آکاش کے منع کرنے کے باوجود بھی اُنہوں نے کتنا کچھ اُسے کھلا دیا-

"اماں اب میں کل تک کچھ نہیں کھاؤں گا میں آپ کو بتا رہا ہوں"- آکاش نے کھانے سے ہاتھ روکتے ہوئے کہا-

"یہ تو ٹرائی کرو- یہ اماں نے اسپیشل تمہارے لئے بنائی ہے ٹی وی سے ریسیپی دیکھ کر"- لویل نے ایک ڈش اُس کے آگے رکھتے ہوئے شرارت سے کہا-

"نہیں بس اب اور نہیں اب بلکل گنجائش نہیں ہے"- وہ فوراً انکار کرتے ہوئے بولا-

"ویسے کاشی اماں نے تمہارے لئے اتنی محنت کی ہے- ہمارے لئے تو کبھی اِس طرح کچھ اسپیشل نہیں بنایا"- لویل نے شکائتی نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا-

"وہ اِس لئے کہ اماں تم لوگوں سے زیادہ مجھے پیار کرتی ہیں"- آکاش نے اُسے چھیڑا-

"جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے -"

اسی دوران لویل کا فون بجا تو وہ اُٹھ کہ چلی گئی- مسز ربانی برتن سمیٹنے لگیں- آکاش اُٹھ کہ اُن کی ہیلپ کرنے لگا-

"تم رہنے دو میں کر لیتی ہوں"- اُنہوں نے فورا اُسے ٹوک دیا-

"کچھ نہیں ہوتا اماں۔۔۔-"

"کچھ کیوں نہیں ہوتا- تم تھک گئے ہو گے- جاؤ کچھ دیر آرام کر لو"- وہ اُسی کی سوجی سوجی آنکھوں کو دیکھ کر بولیں جو نیند نا پوری ہونے کے باعث سرخ بھی ہو رہی تھیں-

آکاش اُن کے منع کرنے کے باوجود بھی لگا رہا- اُس نے اُن کے ساتھ مل کہ سارے برتن کچن میں رکھے- اِس دوران وہ اُن سے باتیں بھی کرتا رہا-مسز ربانی اُس کی کئی باتوں پر مسکرا اُٹھتیں- وہ بلکل کسی بچے کی طرح

اُن کو ساری تفصیل بتا رہا تھا- وہ اِتنا معصوم لگ رہا تھا کہ اُنہوں نے دل ہی دل میں اُس کی نظر اُتاری -

"جاؤ آرام کر لو کچھ دیر اب"- مسز ربانی نے کام ختم ہونے کے بعد کہا تو آکاش اُن کی پیشانی چومتے ہوئے مسکراتا ہوا باہر نکل گیا- وہ پیچھے کتنی ہی دیر اُس کی اِس معصوم سی حرکت پر مسکراتی رہیں- اُن کے دل کی گہرائیوں سے اُس کے لئے دعائیں نکلیں-

!،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

آکاش دو بجے سو کے اُٹھا- اُس نے ایک بھر پور انگڑائی لیتے ہوئے بستر کو چھوڑ دیا- کسی نے بھی اُسے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی- وہ فریش ہو کہ

لاؤنج میں آیا- کچن سے آتی آوازوں سے اُس نے اندازہ لگایا کہ اماں اور لویل وہیں ہیں- وہ کچن میں ہی چلا آیا-

"ہیلو بیوٹی فل لیڈیز- کیا ہو رہا ہے؟ "- آکاش نے ایک مسکراہٹ لویل کی طرف اچھالتے ہوئے شرارت سے پوچھا -

"اُٹھ گئیے تم۔۔۔۔میں لویل کو بھیجنے ہی والی تھی کہ تمہیں اُٹھا لائے"- مسز ربانی نے اُس کو دیکھتے ہوئے کہا- آکاش لویل کے سامنے اسٹول پر بیٹھ گیا-

"اماں ایک کپ کافی ملے گی -"

"تم پانچ منٹ ویٹ کرو ابھی بنا دیتی ہوں"- اُنہوں نے کہتے ساتھ ہی کافی کے لئے فریج سے دودھ نکالا-

دس منٹ بعد کافی تیار تھی-آکاش نے کافی کا ایک گھونٹ بھرا-پہلے گھونٹ سے ہی منہ میں کڑواہٹ گھل گئی- آکاش نے دو تین سپ لینے کے بعد کپ ٹیبل پہ رکھ دیا-

"اچھا یہ بتاؤ کیا کھاؤ گے میں وہی بناؤں؟ "- مسز ربانی نے کام سے ہاتھ روک کر اُس سے پوچھا-

"اماں اتنا کچھ تو کھایا تھا- اب کھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے- آپ کا کچھ بھی بنانے کا تکلف نا کیجیے گا -"

"وہ تو صبح کھایا تھا میں رات کے کھانے کی بات کر رہی ہوں"- اُنہوں نے بریانی کے لئے مصالحہ تیار کرتے ہوئے کہا -

"او میری مزدور ماں میرے لئے اتنی تکلیف نا اُٹھایا کرو"- آکاش نے اُٹھ کے اُن کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ مسکرائیں-

"مہینوں بعد تو تم گھر آتے ہو-وہ بھی صرف تھوڑے سے ٹائم کے لئے۔۔۔اب اُس میں تو مجھے کچھ کرنے دیا کرو"- اُنہوں نے شکائتی انداز میں کہا-

"اماں آپ مجھے موٹا کر کے بھیج دیتی ہیں- بعد میں پتہ ڈبل ایکسرسائز کرنی پڑتی ہے"- آکاش نے ٹیبل پہ رکھا کافی کا کپ دوبارہ اُٹھاتے ہوئے کہا-وہ اُن کے پاس ہی کھڑا ہو کے کافی کے سپ لینے لگا-ہر سپ سے منہ میں مٹھاس گھلتی جا رہی تھی- کافی کا تلخ ذائقہ بس شروع کے چند سپ میں محسوس ہوتا- کافی بنانے والی نے اُس کپ میں محبت کی ساری مٹھاس گھول دی تھی- کافی بھی عجیب سا مشروب ہے جس کا پہلا سپ جتنا کڑوا ہوتا آخری اُتنا ہی میٹھا ہوتا-

"کوئی نہیں ہوتے موٹے- اچھا بتاؤ کیا بناؤں؟ "- انہوں نے اُس کے منع کرنے کے باوجود بھی پوچھا-

"اماں میں سچ کہہ رہا ہوں- مجھے بلکل بھوک نہیں ہے اب۔۔۔۔آپ چھوڑیں یہ سب آئیں کچھ دیر ساتھ مل کے بیٹھتے ہیں"- اُس نے اُن کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا-

"تھوڑی دیر میں کھانا بن جائے گا پھر باتیں کریں گے"-وہ اُس کی ادا پر نہال ہوئیں-

آکاش نے منہ بناتے ہوئے اُن کے ہاتھ چھوڑ دیے-

"میں کچھ نہیں کھاؤں گا ویسے میں ابھی بتا رہا ہوں آپ کو"- اُس نے پھر دہائی دی-

"اچھا ٹھیک ہے مت کھانا"- وہ ناراضگی سے بولیں-

"اماں اب آپ مجھے بلیک میل کر رہی ہیں"- وہ اُن کو بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے بولا تو انہوں نے مسکراہٹ دبائی-

"تمہیں کیا ہوا؟ تم بڑی خاموش ہو"- آکاش نے لویل کو مسلسل چپ سادھے دیکھا تو کچھ حیرت کا اِظہار کیا- اُس کی مسلسل چپ اُس کو کافی دیر سے کھٹک رہی تھی-

وہ کب سے اُس کے بولنے کے انتظار میں تھا- مگر جب وہ نا بولی تو اُس نے خود ہی مخاطب کر لیا-

"کچھ نہیں۔۔۔"- لویل چاول صاف کرنے میں مصروف تھی-

"اچھا چھوڑو یہ سب آؤ باتیں کرتے ہیں"- وہ اُس کا ہاتھ تھام کے اُسے زبردستی اپنے ساتھ کمرے میں لے آیا-

!,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,,!

"کس کا فون تھا؟ "-حیدر نے فون بند کیا تو فارس جو ابھی ابھی کچن میں حیدر کو ڈھونڈتا ہوا آیا تھا اُسے فون پر باتیں کرتے دیکھ کر پوچھنے لگا-

"آکاش کا تھا- وہ کچھ دیر میں آ رہا ہے "-حیدر نے خوشی سے بتایا تو فارس حیران رہ گیا-

"وہ گھر آیا ہوا کیا؟ "- فارس نے حیدر کے مسکراتے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بے یقینی سے پوچھا-

"ہاں کل کا آیا ہوا ہے"-حیدر اب فون کو پاکٹ میں رکھ کر سینک میں رکھے برتنوں کی طرف متوجہ ہوا تھا- جو وہ کچھ دیر پہلے دھو رہا تھا- کچھ دُھل چکے تھے اور کچھ ابھی پڑے ہوئے تھے-

"حیرت ہے- اُس نے بتایا تک نہیں۔۔۔۔کل کا آیا ہوا اور ہم سے ملنے اب آرہا ہے"-فارس کی حیرت ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی-کیونکہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ آکاش گھر آیا ہو اور اُنہیں بتایا تک نا ہو-

"یار دیر سے آیا ہو گا تو بھول گیا ہو گا اور اب آ تو رہا نا ملنے پھر تمہیں ٹینشن کس بات کی ہو رہی ہے"-حیدر نے پلیٹ دھو کے سٹینڈ پہ رکھتے ہوئے کہا- وہ شرٹ کے بازو کہنیوں تک موڑے ہوئے تھا-

"موڈ کیسا تھا اُس کا؟ "- فارس کو ناجانے کیوں کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا-

"نارمل تھا- ویسے دو منٹ تو بات ہوئی تھی میں نے زیادہ غور نہیں کیا"-کھلے نل سے پانی ایک تواتر سے نکل رہا تھا-سینک کا پیندہ جھاگ اور پانی سے چھپ گیا تھا-

"حیدر تم فریال والی بات اُس کو مت بتانا پلیز وہ ناراض ہو گا"-فارس برتنوں سے ٹپکتے پانی کو دیکھتے ہوئے پرُسوچ انداز میں بولا-

"میں پاگل ہوں جو اُس کو بتاؤں گا اُس نے ہم سب کے مرڈر کر دینے ہیں- ابھی میں مرنا نہیں چاہتا کیونکہ ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی"- حیدر کے برتن دُھل چکے تھے- اُس نے ہاتھ دھونے کے بعد کف نیچے کیے-

"حیدر کیا آکاش اپنی منگتر سے پیار کرتا ہے؟"-فارس کو نا جانے کیا خیال سوجھا تھا جو پوچھ بیٹھا-حیدر اُس کی طرف مڑا تھا-

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ "- وہ اُلٹا اُسی سے سوال، پوچھنے لگا-

"پتہ نہیں یار میں آج تک اُسے سمجھ نہیں سکا- اُس کی ذات میں اتنے بھید ہیں کہ سمجھ نہیں آتی کونسے بھید کا پہلے سراغ لگائیں"- فارس نے دروازے سے ٹیک لگا لی-

"تم کسی کے بارے میں بھی پتہ نا لگاؤ۔۔۔تم بس کھانا بناؤ۔۔۔غضب خدا کا میں صبح سے کاموں میں لگا ہوں مجال ہے تم دونوں کمینوں کو شرم آجائے۔۔۔اُس اللہ میاں کی گائے کی تو میں خبر لیتا ہوں"- حیدر کا کام ختم ہو چکا تھا-

"کیا بک رہے ہو؟ "-فارس کو تو جیسے کرنٹ لگا تھا-غصے سے اُس کی طرف دیکھا-

"وہی جو تم سُن رہے ہو"- اُسی کے انداز میں جواب آیا تھا-

"میں نہیں بنا رہا کھانا"- اُس نے فورا انکار کیا-

"ٹھیک ہے مت بناؤ۔۔۔بھوکے ہی رہنا تم دونوں کیونکہ میں تو کھا چکا ہوں- میں اب رات کو ہی کھاؤں گا"-حیدر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا-

"کمینہ... "-فارس نے زیرِ لب اُسے گالی سے نوازا اور کھانے کی تیاری کرنے لگا- جانتا تھا اگر نا بنایا تو بھوکا ہی رہنا پڑے گا-

"اور سنو کچھ اچھا سا بنانا تمہاری مسز بھی تشریف لا رہی ہیں"- حیدر دروازے میں رُک کے شرارت سے بولا اُس کا اشارہ آکاش کی طرف تھا-فارس اُسے مارنے کے لئے لپکا مگر وہ کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو چکا تھا-

!،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

وہ دونوں یونیورسٹی لان کے ایک قدرے سنسان گوشے میں بیٹھی ہوئی تھیں- زونیرہ سٹیٹ کے کوئز کی تیاری کرنے میں مگن تھی- اُس نے ڈھیر سارے نوٹس اور رجسٹر کھولے ہوئے تھے- جبکہ فریال اپنے رجسٹر پر پینسل سے کوئی اسکیچ بنا رہی تھی- وجیہہ اور افشاں آج دونوں چھٹی پر تھیں-

"زونی ایک بات پوچھوں ؟"- فریال نے اچانک سر اُٹھا کر زنیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جو سٹیٹ کی بک کے ساتھ سر کھپا رہی تھی-

" ہمممم پوچھو"- زونیرہ نے بنا اُسے دیکھے سرسری سا جواب دیا تھا-

"تم نے کبھی باز کو اُڑتے ہوئے دیکھا ہے؟ "- وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی- کچی پینسل منہ میں دبا لی-

"ہائیں کیا کہہ رہی ہو"- وہ ایک دم سر اُٹھا کر اُس کو دیکھنے لگی-اُس کو فریال سے اتنی فضول بات کی امید نہیں تھی-

"تم بتاؤ دیکھا ہے؟ "- وہ گھاس کے تنکے نوچ نوچ کر دور پھینکنے لگی-زونیرہ کو اُسی کی دماغی حالت پہ شعبہ ہوا تھا-

"کوئی ہزار بار دیکھا ہے- یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے"-وہ جواب دے کر دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی-

"کتنا خوش نصیب ہے نا وہ اِتنی بلندیوں پہ اُڑتا ہے- ساری دنیا اُس کے نیچے ہوتی ہے"- وہ ایک ہاتھ گال پہ رکھ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی-اُس کے لہجے میں ایک عجیب سی حسرت تھی-زونیرہ نے رجسٹر بند کر دیا اور فرصت سے اُس کو دیکھنے لگی-وہ جانتی تھی کہ وہ اب مزید سوال پوچھے گی- اُس نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے خود کو اُس کے سوالوں کے لئے تیار کیا-

"پرندے سارے ہی اونچے اُڑتے ہیں- اِس میں اتنی حیرت والی کیا بات ہے"-وہ نوٹس بند کر کے بیگ میں رکھنے لگی- اب پڑھنا مشکل تھا-

"لیکن اُس کی بات الگ ہے- اُس میں جو ہے وہ باقی کسی میں نہیں ہے- کوئی بھی دوسرا پرندہ اُس جتنی لمبی اور اُونچی اُڑان نہیں بھر سکتا-اِسی لئے تو اُس میں اتنا

غرور ہے- وہ سب سے جدا ہے کیونکہ اُس کے پاس وہ ہے جو باقی کسی کے پاس نہیں ہے-اسے دوسروں سے چھیننا آتا ہے- کوئی اِس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا-اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے یہ کسی کو بھی مار دیتا ہے"-اُس نے رجسٹر اُس کے سامنے رکھا-جس پہ آسمان کی بلندیوں پہ اُڑتے ایک باز کا اسکیچ بنایا ہوا تھا-

"تمہارا اِن سب باتوں سے کیا مطلب ہے"- زونیرہ نے اُس کو گھورا-

"کاش میں بھی اس جیسی ہوتی"- وہ حسرت ذدہ لہجے میں بولی تھی-

"کیا مطلب؟ "- زونیرہ کے خاک بھی پلے نہیں پڑا تھا-

"کچھ بھی نہیں ویسے ہی پوچھا تھا"-اُس نے وہ کاغز پھاڑ کر دور پھینک دیا- زونیرہ نے حیرت سے اسے دیکھا-

"کیا ہوا ہے؟ "- وہ سمجھ گئی تھی کہ بات کچھ اور ہے مگر وہ سیدھے طریقے سے بتانا نہیں چاہتی تھی-اِسی لئے باتوں کو گھما پھرا رہی تھی-

"پرسوں میں نے آکاش کو فون کیا تھا"- بلی تھیلے سے باہر آہی گئی تھی- مگر اتنی جلدی آجانے کی زونیرہ کو امید نہیں تھی- وہ اپنا مدعا اتنی جلدی بیان کردے گی زونیرہ کو امید نہیں تھی-

"کیا کہا تھا اُس نے"- وہ اُس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ بلکل بے تاثر تھا-

"وہ کسی اور سے پیار کرتا ہے"- لہجہ اب بھی نارمل تھا-مگر بات نارمل نہیں تھی- زونیرہ کو شدید شاک لگا-

"اُس نے خود تمہیں کہا تھا؟ -"

"ہاں"- اُس نے بازو دونوں گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے-

"تمہیں دکھ نہیں ہوا؟ "- وہ اُس کو کریدنے کی کوشش کرنے لگی- کیونکہ خود سے اُس نے کچھ نہیں بتانا تھا بس اُسی بات کا جواب دینا تھا جو وہ پوچھے گی-

"پتہ نہیں۔۔۔۔"-وہ لاپرواہی سے بولی تھی-

"کیا مطلب پتہ نہیں؟-"

"اُس نے کہا تھا کہ میں اچھی لڑکی نہیں ہوں- میری کوئی سیلف ریسپکٹ نہیں ہے- میرے جیسی لڑکیوں سے کون پیار کرتا"- وہ استہزایہ انداز میں بولی تھی-

"فری۔۔۔"- زونیرہ نے اُس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا- اُس کے چہرے پر کرب وہ واضح دیکھ سکتی تھی-فریال نے اپنا ہاتھ نکال لیا-

"اور پتہ وہ کہتا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ایک نامحرم سے پیار کر کے۔۔۔لیکن یار اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔۔۔میں نے جان بوجھ کہ تھوڑی کیا تھا"-وہ گالوں پہ آئے انسو صاف کرتے ہوئے بولی جو باوجود روکنے کے بھی نکل آئے تھے-

"میں نے غلط کیا تھا نا یہی ہونا چاہیے تھا میرے ساتھ۔۔۔۔میری زندگی میں بس ذلت ہی لکھی ہے اور ہر کوئی وہی دیتا مجھے۔۔۔میں ہوں ہی منحوس۔۔۔-"

"ایسی بات نہیں ہے تم بہت اچھی ہو"- زونیرہ نے اُسے تسلی دی- اُس کا درد اُس سے دیکھا نہیں جا رہا تھا- وہ جانتی تھی کہ وہ بہت تکلیف میں ہے-

"میں اور اچھی۔۔۔ہاہاہا"- وہ زونیرہ کی بات پہ پاگلوں کی طرح قہقے لگانے لگی-

"فریال۔۔۔۔"- زونیرہ نے اُسے پکارا مگر وہ ہوش میں کہاں تھی-اُس کی آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو گیا تھا مگر اُس کا ہنسنا نہیں تھم رہا تھا-

انسان کا اندر جب دکھوں سے بھر جائے تو وہ اُن دکھوں کو باہر نکالنا چاہتا ہے- اپنے اندر بھڑکتے آلاوے کو ٹھنڈا کرنا چاہتا- کچھ لوگ رو کہ ایسا کر لیتے ہیں اور کچھ کا رونے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتا-

زونیرہ ہقا بقا اُس کو دیکھ رہی تھی- فریال کی حالت دیکھ کر اُس کو گہرہ صدمہ پہنچا- اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے- کیسے اُسے چپ کروائے -

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آکاش اگلے آدھے گھنٹے میں اُن کے پاس تھا- وہ تینوں اُسے دیکھ کہ جتنے پُرجوش تھے اُس کا لہجہ اُتنا ہی روکھا اور سنجیدہ تھا-اپنی خوشی میں حیدر اور فرحان کو اندازہ نہیں ہوا تھا مگر فارس بغور اُس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو ایک دم بے تاثر تھا-فارس نے البتہ خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا- وہ جانتا تھا کہ وہ خود ہی بتا دے گا-

"کاشی کیا لو گے چائے یا کافی؟ "- حیدر نے اُس کے بیٹھتے ہی پوچھا-

"کچھ نہیں۔۔۔۔مجھے تم لوگوں سے کچھ بات کرنی ہے"-آکاش نے اُس کی پیشکش کو بڑے آرام سے ٹھکرا دیا تھا-حیدر ایک لمحے کے لئے چپ ہوا- اُس کی سنجیدگی اب اُس نے بھی نوٹ کی تھی-

"باتیں بھی ہوتی رہیں گی تم پہلے یہ بتاؤ کیا لوگے؟ "- فرحان نے خوشدلی سے پھر پوچھا-

"اُس لڑکی کو میرا نمبر کس نے دیا تھا؟ "- اُس کی بات وہاں بیٹھے تینوں نفوس کے لئے کسی شاک سے کم نہیں تھی-فارس نے ایک لمبا سانس لیا- وہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کچھ بات تو ہے-

"کک کونسی لڑکی۔۔۔تم کس کی بات کر رہے ہو۔۔۔بھلا تمہاری پرمیشن کے بغیر ہم تمہارا نمبر کسی کو کیوں دیں گے"- فرحان نے لڑکھڑاتی زبان سےلب کشائی کی تھی- وہ لاپرواہی کا مظاہرہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا-فارس اور حیدر نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا مگر چپ بیٹھے رہے-

"یہ ایکٹنگ بند کرو جو پوچھا اُس کا جواب دو"-آکاش نے جتنے غصے سے پوچھا تھا اُس کی امید اُن تینوں کو بلکل بھی نہیں تھی-وہ حیرت سے اُس کو دیکھنے لگے-

"میں سچ کہہ رہا ہوں آکاش ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا"-فرحان نے اُسے مطمئن کرنے کی ایک اور کوشش کی-

"دیکھو تم۔۔۔"-اُس نے انگلی اُٹھا کہ اُسے وارننگ دینی چاہی مگر فارس درمیان میں بول پڑا-

"میں نے دیا تھا"- وہ بڑے آرام سے بولا تھا-اُن دونوں نے افسوس سے اُس کو دیکھا-اپنی شامت کو اُس نے خود دعوت دی تھی- آکاش نے حیرت سے اُس کو

دیکھا تھا-وہ بلکل بے یقین تھا-وہ فارس کے علاوہ اُن دونوں سے توقع کر سکتا تھا مگر فارس ایسا کر سکتا تھا آکاش کو یقین نہیں آرہا تھا- وہ تو ہر بات اُس سے ڈسکس کرتا تھا-آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ آکاش کو بتائے اُس سے پوچھے بغیر کوئی کام کر لیتا-

"کیوں؟ اور کس سے پوچھ کہ دیا تھا؟ "- آکاش نے سپاٹ لہجے میں پوچھا-

"اِس میں پوچھنے والی کیا بات تھی- اُس لڑکی نے ریکوسٹ کی تھی ہم سے تو میں نے دے دیا اِس میں اتنا غصہ ہونے والی کیا بات ہے"- فارس نے نارمل سے انداز میں جواب دیا-اُس کی سمجھ سے یہ بات باہر تھی کہ آخر اِس معمولی سی بات کا وہ سب لوگ اتنا کیوں ایشو بنا رہے تھے-

"میں نے آج تک تمہاری پرمیشن کے بغیر کبھی ایسا کچھ کیا۔۔۔نہیں نا۔۔۔۔تو پھر تم نے کیوں کیا؟ "- آکاش کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح اُسے جنجھوڑ کر اُس کا یہ اطمینان غارت کردے-وہ یہ سب کرنے کے بعد بھی نارمل سے انداز میں بات کر رہا تھا-

"آئندہ کر لینا"- وہ پھر اُسی اطمینان سے بولا-آکاش سے کچھ فاصلے پہ بیٹھا حیدر اُس کو چپ رہنے کا اشارہ کر رہا تھا مگر فارس نظرانداز کر گیا-

"شٹ اپ۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔۔۔تم ہوتے کون ہو اِس طرح کی فضول حرکت کرنے والے۔۔۔میری پرمیشن کے بغیر کسی کو میرا نمبر دے کہ بھی تمہیں کوئی شرمندگی نہیں ہے"- آکاش نے غصے سے ٹیبل پہ مکا دے مارا-اُس کو نارمل کرنے کے لئے اُس کے شانے کی طرف جاتا حیدر کا ہاتھ وہیں رک گیا- اُس کو کچھ کہنے کی ہمت فورا دم توڑ گئی-

"ہاں نہیں ہے کوئی شرمندگی- جب میں نے ایسا ویسا کچھ کیا ہی نہیں تو میں شرمندہ کیوں ہوں"-فارس نے اب قدرے غصے سے جواب دیا تھا-

"تمہیں پتہ بھی ہے اُس لڑکی نے کیا بکواس کی تھی میرے ساتھ۔۔۔تمہیں کچھ آئیڈیا ہے"- آکاش کا مارے غصے کے برا حال تھا-

"کیا کہا ہو گا اُس نے۔۔۔زیادہ سے زیادہ یہی کہ وہ تم سے پیار کرتی ہے تم اُس سے شادی کرلو۔۔۔"- وہ استہزایہ انداز، میں بولا-

"ویسے اگر دیکھا جائے تو اِس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے تم نے کسی نا کسی سے تو شادی کرنی ہی ہے تو اُسی سے کر لو-مجھے تو وہ لڑکی اچھی لگی تھی اور سونے پہ سہاگہ تم سے بہت پیار کرتی ہے"-وہ مزاحیہ انداز میں جواب دینے کے بعد اُٹھ کہ کچن

کی طرف جانے لگا- اُس کا ارادہ تھا کہ اُس کے لئے کچھ ٹھنڈا لائے تاکہ اُس کا غصہ اُترے اور وہ کچھ ٹھنڈا ہو-

"تمہارے لئے یہ معمولی بات ہے"- آکاش نے اُٹھ کہ اُس کا گریبان تھام لیا-وہ وہیں رک گیا-صدمے سے اُس کو دیکھنے لگا-فرحان نے بے ساختہ پریشانی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا-سیچوئشن اتنی نازک ہوجائے گی یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی-

"آکاش۔۔۔"- وہ حیرت سے زیر لب بڑبڑایا-اُسے آکاش سے یہ توقع بلکل نہیں تھی-

"اُس لڑکی نے مجھ سے اظہار محبت کیا۔۔۔وہ مجھے جانتی تک نہیں ہے-پتہ نہیں کہاں دیکھ لیا اور بے شرموں کی طرح منہ پھاڑ کہ کہہ دیا کہ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔۔۔اور یہ بات تمہارے لئے معمولی ہے-کیا لگتا ہوں میں اُس کا کیا رشتہ ہے اُس کا مجھ سے۔۔۔"- وہ اُس کو جھٹکا دیتے ہوئے بولا-حیدر فورا اُٹھ کہ اُن کے پاس آیا-

"آکاش پلیز چھوڑو اُسے اور ریلکس ہو جاؤ۔۔۔جو ہوا اُس کے لئے میں تم سے ہم تینوں کی طرف سے معافی مانگتا ہوں-ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں اتنا برا لگے

لگا-آج کے بعد آئی سوئیر ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔۔پلیز کام ڈاؤن"-حیدر نے اُس کے ہاتھ سے فارس کا گریبان چھڑواتے ہوئے کہا-آکاش نے ایک جھٹکا دے کہ چھوڑ دیا-فارس اُس کی اِس حرکت سے حد درجہ ہرٹ ہوا تھا-

"۔۔۔۔چلو ٹھیک ہے مان لیا کہ اُس لڑکی کا تم سے کوئی رشتہ نہیں ہے اُس کو کوئی حق نہیں ہے تم سے ایسی باتیں کرنے کا- تو ایک بات بتاؤ۔۔۔فاطمہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے -وہ تمہاری کیا لگتی ہے-اُس سے تم چوبیس گھنٹے کیوں باتیں کرتے ہو؟ "- فارس نے اپنا کالر ٹھیک کرتے ہوئے پوچھا-

"شی از مائی فیانسی"-وہ بولا کم چلایا ذیادہ تھا-

"ہاہاہا فیانسی۔۔۔مسٹر آکاش کہاں پہ لکھا ہے کہ اپنی منگیتر سے باتیں کرنا جائز ہے-اسلام نے اِس بات کی کہیں اجازت نہیں دی کہ آپ اپنی منگیتر سے باتیں کرسکتے ہیں-تم یہ کرسکتے ہو تو پھر فریال سے بات کرنے میں کیا حرج ہے"- فارس نے طنزا کہا-

"اور ہاں شادی کرنے کا ارادہ تو تمہارا فاطمہ سے بھی نہیں ہے-یاد ہے تم نے کہا تھا کہ تمہاری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے شہادت۔۔۔ایسے میں تم کسی لڑکی سے شادی کر کے اُس کی لائف خراب نہیں کرنا چاہتے-پھر تم ٹائم پاس کے

لئے فریال سے باتیں کرو یا فاطمہ سے کیا فرق پڑتا ہے"-وہ ایک بار شروع ہوا تو بولتا چلا گیا-آکاش اُس کی باتوں کو ساکت کھڑا سُن رہا تھا-

"فارس مرتضی تم سے ایسے ہی گھٹیا پن کی توقع کی جاسکتی ہے-مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا کہ میں تمہیں جان نہیں پایا"-وہ افسوس سے بولا-

"اینی ویز تمہاری اور میری سوکالڈ دوستی یہیں ختم۔۔۔آج کے بعد مجھے اپنی شکل مت دکھانا-آئی ایم وارننگ یو"- آکاش نے غصے سے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اُس پر گاڑتے ہوئے اُسے انگلی اُٹھا کے وارننگ دیتے ہوئے کہا-فارس اپنی جگہ پتھر کا ہو چکا تھا-وہ اُس کے کہے الفاظ کو سمجھنے اور یقین کرنے کی کوشش میں سانس روکے کھڑا تھا-

"آکاش یار پلیز نہیں"- حیدر نے اُس کے شانے پہ ہاتھ رکھا مگر وہ غصے سے جھٹکتا ہوا وہاں سے چلا گیا-وہ بے بسی سے فارس کو دیکھنے لگا جو زمین کو گھور رہا تھا-یہ کوئی چھوٹی بات نہیں تھی-وہ دونوں بیسٹ فرینڈ تھے-ایک دوسرے کے بغیر اُن کا ایک دن بھی نہیں گزرتا تھا-اُن کا پیار مثالی تھا-اُنہوں نے کبھی ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا تو دور کی بات ہے وہ کبھی معمولی سی بات پہ ناراض تک نہیں ہوئے تھے-آکاش اُس سے بہت پیار کرتا تھا- اسی لئے وہ اور فرحان اُسے چڑانے کے

لئے کہتے کہ وہ اُس کی بیوی ہے-وہ واقعی بلکل بیویوں کی طرح اُس سے ہر بات پہ پوچھ گچھ کرتا اُس کا خیال رکھتا جس پر وہ سب اُس کا مزاق اُڑاتے-آج اتنی چھوٹی سی بات پہ وہ اِتنا ہنگامہ کر کے گیا تبا-حیدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے-"ہنہہہ مائی فٹ"-فارس چند لمحوں بعد غصے سے صوفے کو ٹھوکر مارتا سیڑھیاں چڑ گیا-وہ دونوں پیچھے حیران پریشان بیٹھے رہے-

****

دو اکتوبر کی وہ صبح بہت چمکیلی اور روشن تھی-ہر طرف پھیلی سورج کی کرنوں نے ماحول کو خوب روشن کیا ہوا تھا-صبح کے وقت سورج کی ہلکی ہلکی تپش بہت سکون دے رہی تھی-رات بھر اوس میں بھیگے پھول سورج کی سنہری کرنوں سے چمک رہے تھے-ہرا بھرا سبزہ آنکھوں کو بہت بھلا لگ رہا تھا-چڑیوں کی چہچہاہٹ سے فضا میں جیسے جلترنگ بج اُٹھتے-وہ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی خوب شور مچا رہی تھیں-ہر دن کی طرح ہی وہ ایک عام سا دن تھا وہی روز کے معمولات وہی روٹین کسی بھی چیز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا-مگر پھر بھی کچھ تو خاص بات تھی-

"آج کاشی کا برتھ ڈے ہے"-لویل نے دل میں سوچا-وہ ایک دم پرجوش ہوئی چھلانگ لگا کر بستر سے اُتری-ارادہ تھا کہ فورا سے پیشتر آکاش کو وش کر دے مگر پھر اچانک رک گئی-

"اُس کو تو یاد بھی نہیں ہو گا"-وہ زیرِ لب بولی-

"کیوں نہ اُس کو سرپرائز دیا جائے"- دل میں خیال آیا-

اُس نے تکیے کے نیچے رکھا سیل فون نکالا-آکاش کے نمبر پہ ہیپی برتھ ڈے کا میسج ٹائپ کر کے بھیج دیا-

"تھینک یو بڈی"- کچھ ہی دیر بعد اُس کا ریپلائی آگیا-آکاش کو واقعی یاد نہیں تھا-ورنہ وہ اتنی دیر سے وش کرنے پر ضرور اُس کی خبر لیتا-

لویل نے مسکراتے ہوئے فون اف کر کہ وہیں رکھا اور دوپٹہ درست کرتی کچن میں آگئیی جہاں اماں سب کے لئے ناشتہ بنانے میں مگن تھیں-

کچھ ہی دیر بعد آکاش بھی اُس کے پیچھے ہی شرٹ کے کف بند کرتا آگیا-اُس نے لویل کی طرف ایک مسکراہٹ اچھالی اور اماں کو سلام کیا جواباً انہوں نے اُسے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور سالگرہ کی مبارک باد بھی دی-وہ دونوں ناشتہ کرنے

لگے اِس دوران اُن کی ہلکی پھلکی نوک جھونک جاری رہی-آج اُس نے کالج سے چھٹی کی تھی-

"کیا کر رہے ہو آج؟ "- لویل نے سرسری سے انداز میں اُس سے پوچھا-

"کچھ خاص تو نہیں کر رہا بس چند ای میلز اور میسجز وغیرہ چیک کرنے ہیں اُس کے بعد دیکھوں گا کیا کرنا"- آکاش ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اُسے بتانے لگا-

" ہمممم ٹھیک ہے"-لویل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا-

وہ دونوں ناشتہ کر چکے تھے-آکاش نے اُسے چائے بنانے کے لئے کہا اور خود اپنے کمرے میں چلا گیا-وہ کل رات سے بہت ڈسٹرب تھا-فارس کے ساتھ ہونے والی لڑائی پر اب اُس کو ناجانے کیوں افسوس ہو رہا تھا-دل میں کئی بار خیال آیا کہ میسج کر کہ سوری بول دے مگر پھر رک جاتا-حیدر کا رات دو بجے اور فرحان کا صبح فجر کے وقت موصول ہونے والے برتھ ڈے میسجز کا اُس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا-فارس کی طرف سے البتہ کوئی میسج نہیں آیا تھا اور لاشعوری طور پر وہ منتظر تھا-مگر وہ جانتا تھا کہ فارس اُسے کبھی ٹیکسٹ نہیں کرے گا-کمرے میں آکہ وہ صوفے پہ گر سا گیا-کنپٹیوں کو دائیں ہاتھ کی مدد سے ہولے ہولے دبانے لگا-رات بھر جاگنے سے سر میں شدید درد ہو رہا تھا اور ساتھ ساتھ کاندھے میں بھی درد کی لہریں

اُٹھ رہی تھیں-اندرونی زخم ابھی تازہ تھا-اُس نے گھر میں اِس بارے میں کسی سے کوئی ذکر نہیں کیا تھا-وہ ٹیک لگائے کتنی ہی دیر اسی انداز میں بیٹھے رہے-

!.....!

کیا ہوا آپ کو اداس چڑیا؟ "- وہ منہ لٹکائے بیٹھی تھی جب شبنم اُس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی-

"آج کیا ڈیٹ ہے؟ "- فریال نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا-

"دو اکتوبر۔۔۔۔"- وہ فوراً بولی-

"ہممم تمہیں کچھ یاد نہیں آرہا؟ "-فریال نے ایک آس سے پوچھا-

"نہیں۔۔کیوں کچھ ہے آج"- شبنم نے دماغ پر زور ڈالنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے پوچھا -

" ہممممم۔۔۔۔نہیں کچھ نہیں ہے ویسے ہی پوچھا تھا"- وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے اداسی سے بولی-

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔۔"- شبنم نے اُس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا-

"او مائی گاڈ۔۔شبنم "- فریال خوشی سے اُس سے لپٹ گئی-

"گفٹ لائی ہو؟ "- اُس نے اُس کے گال پر پیار سے چٹکی کاٹی اوراس سے الگ ہوتے ہوئے پوچھا-

"ہاں جی لائی ہوں"- شبنم مسکراتے ہوئے بولی-

"دکھاؤ۔۔۔"-فریال نے رُخ اُس کی طرف موڑتے ہوئے کہا-شبنم نے خوبصورت پیکنگ والا گفٹ اُس کو تھما دیا-فریال نےکھول کہ دیکھا تو اُس میں بلیک کلر کی نفیس سی گھڑی تھی- وہ ایک دم ایکسائیٹڈ ہو گئی-

"واؤ۔۔۔اٹس بیوٹی فل"-اُس نے ستائشی نظروں سے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا-

"تھینک یو سو مچ۔۔۔"-وہ پھر اُس سے لپٹ گئی-

"اچھا اندر آئیں کچھ اور بھی دیکھانا آپ کو"-شبنم نے چہرے پہ آئی لٹ کو کان کے پیچھے کیا اور اُس سے الگ ہوتے ہوئے بولی-

****

پورا دن لویل کچن میں اماں کے ساتھ مل کہ آکاش کی برتھ ڈے کی تیار یوں میں لگی رہی اُنہوں نے آکاش کی پسند کی ہر چیز بنائی-آکاش کھانے پینے کا بہت شوقین تھا-آکاش پورا دن گھر پہ ہی رہا مگر اُس نے زیادہ دیہان نہ دیا-لویل نے اُسے صبح ہی فارملی ساوش کر دیا تھا تاکہ اُسے شک نہ ہو-مسز ربانی نے اُس کا پسندیدہ کیک

خود گھر پہ بیک کیا تھا-آکاش کو اُنکے ہاتھ کی بنی چیزیں زیادہ پسند تھیں اِس لیے اُن کی پوری کوشش تھی کہ کوئی چیز رہ نہ جائے-

شام کا آکاش اپنی مرضی سے کہیں باہر جانے کے لیے نکلا تو اُس کی غیر موجودگی کا فائدہ اُٹھا کر لویل نے لاؤنج میں جلدی جلدی ڈیکوریشن کر دی-بیلون وغیرہ وہ پہلے ہی جا کر لے آئی تھی-اُس نے وہ سب لگا دیے-مختصر سے قوت میں جو ہو سکا تھا اُس نے کیا تھا-پھر سارے گھر والوں کو لاؤنج میں اکٹھا کیا-کیک بھی لا کر ٹیبل پر سجا دیا-اُس کے اوپر کینڈلز بھی لگا دیں-مگر اُن کو جلایا نہ-پھر اُس نے آکاش کا نمبر ملایا-

"ہیلو کاشی کہاں ہو تم؟ "-وہ کال پک ہوتے ہی بولی-

"خیریت ہے"-آکاش کو اُس کے اِس طرح فون کرنے پر کچھ حیرت اور تشویش ہوئی-

"ہاں سب خیریت ہے تم بس جلدی سے گھر آجاؤ-"

"اوکے دس منٹ میں آرہا ہوں"-اُس نے فون بند کر دیا-

لویل نے باقی ساری ڈشز بھی لا کر ٹیبل پر سجا دیں-کیک کے اوپر کینڈلز بھی جلا دیں-وہ اُسے سرپرائز دینا چاہتی تھی-اُس نے لاؤنج کی ساری بڑی لائٹس بھی بند کر دیں اور زیرہ پاور والی جلا دیں-

اگلے دس منٹ میں گیٹ پر بیل ہوئی-آکاش آ چکا تھا-جونہی وہ پریشان سا دروازے سے اندر داخل ہوا تو شاکڈ رہ گیا-ایک جاندار سی مسکراہٹ نے اُس کے چہرے کو چھوا وہ یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اُسے ان سب کی بلکل امید نہیں تھی-پھر اچانک مسکراہٹ سمٹ گئی-وہ ان کے پاس چلتا ہوا آیا-

"کیا ہوا؟ "-لویل نے اُس کے پل میں بدلتے موڈ کو دیکھ کر حیرت سے استفسار کیا-

"یہ سب یار۔۔۔"-اُس نے وہاں موجود تیاری کی طرف اشارہ کیا- "اب میں بچہ تھوڑی ہوں-یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی"-منہ بنا کر جواب دیا گیا-سب ہنس پڑے-

"چل اب ڈرامے نہ کر اور کیک کاٹ۔۔۔"-لویل نے اُسے چھری تھمائی-وہ ٹیبل کے پاس آن کھڑا ہوا-

اُس نے تالیوں اور ہیپی برتھ ڈے کی گونج میں کیک کاٹا-سب سے پہلا پیس اماں کے منہ میں ڈالا اُنہوں نے اُس کی پیشانی چوم کر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا-پھر باری باری سب کو کیک کھلایا-لویل نے کچھ کریم اُس کے منہ پر بھی لگا دی-گفٹ کے نام پر اُسے سب سے کیش ملا تھا-

"چلو نکالو میرا گفٹ"-وہ اب لویل کے سر ہوا-

"کونسا گفٹ"-وہ حیران ہوئی- "اتنا کچھ کیا ہے پورا دن لگا کہ پھر بھی گفٹ مانگ رہے ہو-بلکہ گفٹ تو میں تم سے لوں گی اور ساتھ میں ٹریٹ بھی دو گے تم"-وہ بے نیازی سے بولی تو اُس کی انوکھی منطق پر وہ ہلکا سا مسکرایا-

"چلو ٹھیک ہے ٹریٹ دوں گا مگر آج نہیں کل کیونکہ آج تو ہم کھانا وغیرہ کھا چکے ہیں-کل ڈنر پہ چلیں گے"-آکاش نے کہا تو وہ ایک دم خوش ہو گئی-

رات کافی ہو چکی تھی-سب سونے کے لئے چلے گیے اور اِس طرح ایک یادگار دن کا اختتام ہوا-اپنے اندر گہری یادیں سمیٹے دو اکتوبر کی وہ رات دھیرے دھیرے بیتنے لگی-

****

آکاش سونے کے لیے کمرے میں آیا تو سیل ٹون بجی-اُس نے چیک کیا تو فاطمہ کا میسج تھا-اُس نے فون آف کر کہ تکیے کے نیچے رکھ دیا اِس وقت وہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا-جب سے فارس نے اُس سے وہ باتیں کیں تھی ناجانے کیوں وہ فاطمہ سے کترایا کترایا رہنے لگا تھا-اُس کے میسج کا جواب بھی نہیں دیتا تھا-فارس کی طرف دیہان گیا تو وہ پھر بے چین ہو اُٹھا-پورے دو دن ہو گیے تھے اُن کو ناراض ہوئے-زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا-آکاش نے سیل فون کو تکیے کے نیچے سے واپس نکالا اور کتنی کی دیر ہاتھ میں لے کر شش و پنج میں مبتلا رہا-پھر اُس نے سوری کا میسج لکھ کہ اُس کے نمبر پہ سینڈ کر دیا-کسی بھی رشتے کے درمیان اگر انا نہ ہو تو وہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹتا-اور آکاش ربانی کو اپنی اور فارس مرتضی کی دوستی میں انا گوارا نہیں تھی-

دوسری طرف میسج پڑھتے فارس کا دل اُس کی طرف سے پل بھر میں صاف ہوا تھا-وہ مسکرایا تھا-دو دن کے بعد مسکراہٹ نے اُس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا-

"اٹس اوکے۔۔۔۔"-چند لمہوں بعد ہی ریپلائی آگیا تھا-آکاش نے ایک دم خود کو ہلکا پھلکا محسوس کیا-تنے ہوئے جزبات ڈھیلے پڑ چکے تھے-

"کہاں ہو؟ "-آکاش نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچ کر پوچھا-

"گھر پہ ہسں"- مختصر سا جواب آیا تھا-

"اوکے پندرہ منٹ میں آرہا ہوں"-وہ اُٹھتے ہوئے بولا-رسٹ واچ پہن کی-چینج کی ضرورت نہیں تھی-اُس کا حلیہ خاصا ٹھیک ٹھاک تھا-

"ٹھیک ہے آجاو۔۔۔"-فارس کا لاسٹ میسج پڑھنے کے بعد اُس نے سیل پاکٹ میں رکھ لیا اور گاڑی کک چابک اُٹھاتا کمرے سے نکل آیا-

وہ انتہائی تیز ڈرائیونگ کر کہ وہاں پہنچا تو فارس کو اپنا منتظر پایا-

"ایم سوری یار "-اُس نے فارس کے گلے لگتے ہوئے شرمندگی سے کہا-

"چھوڑو بس بھول جاؤ"-فارس نے اُس کی شرمندگی دور کرنی چاہی - "ویسے بھی ہمارے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوا پہلے۔۔۔اچھا ہوا کہ اب ہو گیا ورنہ ابنارمل کیس بن جاتا"-اُس نے قہقہ لگاتے ہوئے کہا تو آکاش بھی مسکرایا-

"مینی مینی ہیپی برتھ ڈے"فارس نے اسے تازہ گلاب کی کلی پیش کی-وہ کچھ دیر پہلے ہی باہر سے توڑ کر لایا تھا-

"واؤ ویری نائس"آکاش نے پھول کو ناک تک لے جاتے ہوئے کہا-

"سوری اِس ٹائم بس یہی گفٹ ایولیبل تھا-باقی اُدھار رہا"-اُس نے مسکراتے ہوئے کہا-

"کوئی بات نہیں۔۔۔اور بتاؤ کھانا کھایا"-آکاش یاد آنے پر بولا تو فارس نے نفی میں سر ہلا دیا-

"مجھے تمہارا پہلے پہلے ہی پتہ تھا۔۔آؤ کچن میں کچھ بنا کر کھاتے ہیں"-آکاش کھانا کھا چکا تھا مگر اُس کی خاطر بولا-

"اِس ٹائم کیا بنائیں گے"-وہ ریسٹ واچ پہ نظر ڈال کر حیرت سے بولا-

"میکرونی۔۔۔"-آکاش نے آنکھ دبا کر کہا تو وہ مسکرایا-

"اوکے چلو۔۔۔مگر میں تمہارے ہاتھ کی کھاؤں گا-"

"منظور ہے"-آکاش فورا مان گیا-

وہ دونوں کچن میں آگیے-فارس نے لائیٹ جلائی-آکاش نے کیبنٹ سے میکرونی کا پیکٹ نکالا-فارس اُس کی ہیلپ کرنے لگا-وہ دونوں ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہے تھے-آکاش کے ہاتھ بڑی تیزی سے چل رہے تھے-

"او ہو یہاں تو محفل جمی ہوئی ہے"-حیدر اور فرحان بھی کچن میں آگیے-فرحان کی آنکھیں کچی نیند سے جاگنے کے باعث سرخ ہو رہی تھیں-شور کی آواز پر اُن دونوں کی آنکھ کھل گئی تھی-حیدر فورا سمجھ گیا تھا کہ آکاش آیا ہوا تھا-

"تم لوگ بھی جوائن کر سکتے ہو"-آکاش نے مسکراتے ہوئے آفر دی-وہ دونوں اندر آگیے-

"میں تو اُٹھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ لیلی کا مجنوں آیا ہوا"-حیدر نے کہا تو وہ تینوں قہقہ لگا کر ہنس پڑے-فارس نے اُٹھ کہ فرحان کا منہ سنک کے آگے کر دیا-جو ابھی بھی جھولے لے رہا تھا-فرحان نے دو تین چھینٹے منہ پہ مارے اور نل بند کر دیا-

"ہو گئی تم دونوں کی صلح"-فرحان نے ماتھے سے ٹپکتے پانی کو انگلی پھیر صاف کرنے کی کوشش کی-

"ہاں ہو گئی-میکرونی تیار ہو چکی تھی-آکاش نے تیار شدہ میکرونی کو پلیٹوں میں ڈالا-فارس نے فریج سے کولڈ ڈرنک نکال کر گلاسوں میں ڈالی-

"مجھے پتہ تھا تم دونوں کا گزارہ ہو ہی نہیں سکتا ایک دوسرے کے بغیر۔۔۔۔اویں لڑنے کا ڈرامہ کیاتھا"-حیدر آکاش کی ہیلپ کرنے لگا-فرحان کرسی پہ بیٹھ گیا-آکاش نے سب کچھ ٹیبل پہ رکھ دیا-

"آجاؤ بھئی میکرونی ریڈی ہے"-وہ بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا-فارس اور حیدر نے بھی اپنی کرسیاں سنھال لیں-

وہ رات واقعی ایک یادگار رات تھی-آکاش کے لیے ایک ایک لمہہ قیمتی تھا-

****

آکاش آج فاطمہ کے بارہا فورس کرنے پر اُس سے ملنے آیا تھا- وہ اُس سے دو ٹوک بات کرنا چاہتا تھا- اُس قصے کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہتا تھا- جو اُس کی زندگی کا ایک شاید چھوٹا سا جھوٹ تھا-

"کیسی ہو؟ "- اُس نے ریسٹورینٹ کے خاموش ماحول میں اپنی آواز سے خلل پیدا کرتے ہوئے پوچھا- وہ اکتوبر کی ایک دوپہر تھی- رش نا ہونے کے برابر تھا-

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟ "- فاطمہ نے اُس کے روشن چہرے کو ایک نظر دیکھا- آج اُس کا ہر انداز بدلا ہوا تھا- اُس کے انداز میں عجلت تھی- جیسے وہ وہاں زبردستی بیٹھا ہو- فاطمہ کا دل دھڑکنا چھوڑ رہا تھا- کچھ غلط ہونے والا تھا-

"میں بھی ٹھیک ہوں"- وہ مختصر بولا- پھر اگلی بات کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگا- الفاظ بھی شاید راستہ بھٹک گیے تھے-

"آپ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے"- اُس نے شکوہ کیا- "پتہ میں کب سے انتظار میں تھی کہ آپ آئیں گے مگر آپ نہیں آئے۔۔۔آپ مجھ سے ملنا تو دور کی بات ہے میرا فون اُٹھانا مجھ سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے"- وہ مزید بولی- لہجہ بھیگنے لگا-

"ایسا کچھ نہیں ہے"- وہ اُس سے نظریں چرانے لگا -

"آکاش ایسا کیا ہوا ہے آخر کہ آپ مجھ سے دور ہوتے جارہے ہیں"- وہ اُس کو نظریں چرانا دیکھ چکی تھی- دل کو دکھ ہوا-

"اگر میں کہوں کہ ہم کبھی پاس تھے ہی نہیں تو تم کیا کہو گی"- وہ مدھم سے لہجے میں بولا تھا- فاطمہ سن سی اُسے دیکھتی رہی-

"آپ مزاق کر رہے ہیں"- اُس کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا -

"شاید نہیں۔۔۔۔"- آکاش دل میں شرمندہ ہوا -

"ان سب کی وجہ۔۔۔۔"- فاطمہ کا لہجہ لڑکھڑانے لگا-

"میں واپس جا رہا ہوں اور شاید پھر واپس نا آؤں"- آکاش اُس کی حالت پر دکھی ہوا-

"اور میں۔۔۔۔۔میرا کیا ہو گا"- وہ کتنے ہی لمحے بول نہیں پائی تھی -

"تم اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاؤ۔۔۔۔میرا راستہ تمہاری طرف نہیں جاتا اِس لیے میں اپنا راستہ بدلنا چاہتا ہوں"- اُس نے مدھم سے لہجے میں کہا-

"میں مر جاؤں گی آکاش۔۔۔۔"- فاطمہ کو یقین نہ آیا وہ یہ کہہ رہا تھا -

"کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا فاطمہ۔۔۔سب وقت کے ساتھ سنبھل جاتے ہیں"- اُس نے لاپرواہی دکھائی-

فاطمہ کچھ نہ بولی- بولنے کو اب بچا ہی کیا تھا بھلا -

"سنو۔۔۔ہو سکے تو پلیز مجھے معاف کر دینا۔۔۔میرے لیے دعا کرنا کہ میرا مقصد مجھے حاصل ہو جائے"- وہ کچھ دیر بعد بولا تھا -

فاطمہ کے سینے میں دھڑکتا دل ساکت ہوا-

"میں اگر کسی کو اپنی زندگی میں شامل کرتا تو وہ صرف تم ہوتی۔۔۔تمہارے پہلے نہ کوئی اور آئی ہے اور نہ تمہارے بعد آئے گی"- آکاش نے اُس کو نہیں دیکھا تھا- فاطمہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی- ایک طویل وقفہ آیا-

"مجھے چھوڑ کے مت جاو پلیز۔۔۔میں مر جاوں گی۔۔۔"-وہ مدھم سے بھیگے بھیگے لہجے میں سامنے بیٹھے شخص سے کہہ رہی تھی جو چپ چاپ سر جھکائے زمین کو گھور رہا تھا-

"تم مجھ سے دور جارہے ہو نا تو مجھے یوں لگ رہا جیسے کوئی میری سانسیں کھینچ رہا ہو اور میرے جسم سے ہر لمحہ جان نکلتی جا رہی ہے- میں تمہیں کیسے بتاوں کہ میں کتنی تکلیف میں ہوں اس تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے میرے دل میں ہر طرف

ایک عجیب سی اداسی اور وحشت چھا رہی ہے میرے دل ایک کھنڈر بنتا جارہا ہے جس میں تم کھو رہے ہو میں کیسے ڈھونڈوں گی تمہیں ان کھنڈرات میں اگر تم کھو گیے تو۔۔۔۔پلیز مت جاؤ۔۔۔"-وہ اسے خاموش دیکھ کر پھر بولی اس کی مسلسل خاموشی اس کی روح تک کو زخمی کر رہی تھی- کتنی بے بسی تھی اس کے انگ انگ میں کیسے روکتی اس ظالم کو جو ایسی باتیں کر کے اُس کا امتحان لے رہا تھا-

وہ کچھ نہی بولا تھا تو وہ آخری حربے کے طور پہ رو پڑی اور اس کے انسوؤں نے سامنے بیٹھے پتھر میں شگاف ڈال دیا وہ اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا-

اس کی آنکھیں نمکین پانی سے لبالب بھری ہوئی تھیں جو پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر انے کو بے تاب نظر ارہا تھا وہ اس پانی میں اپنا عکس صاف دیکھ سکتا تھا دونوں یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے پھر پانی کی شدت میں اضافہ ہوا وہ چھلکنے لگا اور اس میں اس کا عکس ڈوبنے ابھرنے لگا وہ آنکھیں مینچ گئی سارا پانی اب ندیوں کی صورت میں گالوں پر بہنے لگا-

کتنا حسین منظر تھا وہ سورج کی نارجی کرنیں اس کے بھیگے چہرے پر پڑ رہی تھیں وہ بے خود سا اسے دیکھتا رہا سفید رنگت دہک رہی تھی اسے معلوم ہوا یوں جیسے وہ کوئی ائینہ ہو جو سورج کی سنہری کرنوں سے اور چمک رہا ہو وہ ہنوز آنکھیں بند کیے

ہوئے تھی اور بند آنکھیں مسلسل موتی گرا رہی تھیں وہ شخص بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا اسے لگا وہ کبھی اس چہرے سے نظریں نہی ہٹا پائے گا

دل کی کیفیت ہر لمحے عجیب سے عجیب تر ہوتی جا رہی تھی ہر سو خاموشی تھی بس وہ اپنی دھڑکنوں کو سن رہا تھا

اچانک اس نے آنکھیں کھولی تھیں نظریں پھر ٹکرائیں سینے میں ایک دفعہ پھر سے ادھم مچا اس سے دل کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔۔۔مقابل پھر سے سنبھل چکا تھا لمحوں میں پیدا ہونے والا سارا فسوں ختم ہو چکا تھا ایک پل لگا تھا اسے اپنی کیفیت پر قابو پانے میں وہ پھر سے پہلے کی طرح بن چکا تھا سارے جزبات سرد پڑ چکے تھے

"مت جاو پلیز۔۔۔"-وہ پھر التجا کرنے لگی

"لوگ ملتے ہی بچھڑنے کے لیے ہیں۔۔۔جو اتا اسے جانا تو ہوتا ہے نا۔۔۔بس سمجھ لینا کہ ہمارا ساتھ بس اتنا ہی تھا اور اگر ہو سکے تو مجھے ماضی سمجھ کہ بھول جانا کبھی یاد مت کرنا کیونکہ ماضی بس تکلیف دیتا۔۔۔"-وہ بولا بھی تھا اتنی دیر تو وہ بھی یہ اسے لگا جیسے وہ الفاظ نہیں بلکہ خنجر اتار رہا ہو اس کے اندر جو اس کی روح کو زخمی کر رہے ہوں وہ تڑپ کر رہ گئی -

"میں تم سے دور ہو کہ مر جاوں گی پلیز ایسے مت کرو۔۔کیا تمہیں مجھ پہ ترس نہی اتا کیا میری حالت تمہیں نظر نہی ارہی میری تکلیف سے تمہیں کوئی فرق نہی پڑتا کیا۔۔۔میں کیسے بھولوں گی سب۔۔۔"-اس نے زخمی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا-

"اگر بھول کہ اگے نہی بڑھو گی تمہارا ہی نقصان ہو گا۔۔ماضی میں جینے والے لوگ ہمیشہ تکلیف ہی سہتے ہیں اور اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے تمہیں کیا کرنا اپنے حال میں جینا یا پھر اپنے دردناک ماضی کے ساتھ۔۔۔"-وہ اس کی ساری امیدوں پر پانی پھیر کہ کھڑا ہو گیا-

وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی سارے الفاظ ہلق میں ہی دم توڑ گیے-

"جارہے ہو۔۔۔۔"-وہ جانے لگا تو اس کی کانپتی ہوئی آواز رکاوٹ بنی وہ مڑا نہی تھا اسے دیکھنے کی ہمت نہیں تھی وہ پتھر کا نہی ہونا چاہتا تھا مڑ کہ -

"ہاں اور امید کرتا ہوں تم میری باتوں پر عمل کرو گی۔۔۔"-وہ اپنی بات کہہ کہ رکا نہی تھا لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس سے دور ہوتا گیا-

جوں جوں وہ دور ہوتا جا رہا تھا اس کا دل ڈوبتا جا رہا تھا آنکھوں میں موجود نمی ہر لمہے بڑھتی جا رہی تھی اور پھر وہ چلا گیا کبھی نا انے کے لیے۔۔۔۔فاطمہ نے اُس

دن اپنی زندگی کو خود سے دور جاتے دیکھا- بے بسی کی انتہا تھی کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی-

* * * * *

نامحرم سے محبت اور بات چیت کرنا جائز نہیں اس سے احتراز کرنا لازم ہے- اگر ایسا ہو جائے تو ہر طرح کا تعلق فوری طور پر ختم کر دیں یا پھر شادی کر لیں ان کے علاوہ کوئی تیسری صورت گناہ ہے جس سے بہر صورت اجتناب کیا جائے -

اسلامیات والے سر بڑے خوبصورت انداز میں اپنی بات کہہ رہے تھے وہاں ہر طرف خاموشی تھی- مگر فریال کے دل و دماغ میں ایک ہی بات کا شور برپا تھا-----نامحرم سے محبت-----وہ وہاں سے اُٹھ کر باہر آگئی- مزید سننے کی ہمت نہیں تھی -

کلاس میں آج کا ٹاپک یہ تھا- سر اُس پر کافی دیر سے بول رہے تھے- بات کہاں سے کہاں جا پہنچی- سر نے محبت کے بارے میں بتانا شروع کر دیا- ایک ایک لفظ فریال کو نشتر کی طرح چبھ رہا تھا- اُسے لگا سر خاص اُس کو سنانے کے لیے کہہ رہے تھے -

وہ غائب دماغی میں ہی گھر کیسے پہنچی وہ نہیں جانتی تھی- گھر پہ کوئی نہیں تھا- وہ اپنے کمرے میں آگئی- دماغ میں اُس جملے کی گونج تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی- تبھی اُس کی نظر کمرے میں بچھے جائے نماز پر پڑی- شبنم صبح نماز کے بعد شاید اُسے اُٹھانا بھول گئی تھی- فریال چپ چاپ اُٹھی-واش روم میں جا کہ وضو کیا اور آکہ سجدے میں گر گئی- اب سکون اور کہیں نہیں ملنا تھا اِس جگہ کے سوا-

سجدے میں گرتے ہی انسو نکل آئے- وہ سجدے میں سر رکھے ہچکیوں سے رونے لگی- کئی لمحے ایسے ہی بیت گئے- جب رو رو کر تھک گئی تو سر اُٹھا کر ہاتھ پھیلا لیے-

"اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی ہوں میں۔۔۔کیسے میں غلط راستے پر جا سکتی ہوں۔۔۔میں نے آپ کی قائم کردہ حدود کو توڑا۔۔۔آپ کے احکامات کو نہیں مانا۔۔۔اسی لیے میں ٹھکرائی گئی۔۔۔۔دھتکاری گئی۔۔۔ذلیل کی گئی۔۔۔۔"- انسو ہاتھوں پہ گرنے لگے- وہ با آواز بول رہی تھی -

" صحیح کہا تھا اُس نے کہ لڑکی ہو کر مجھے اپنی عزت کا خیال نہیں ہے۔۔۔۔میں نے خود اپنی عزت کو ختم کیا اور مجھ جیسی لڑکیوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔۔۔آخر کیسے۔۔۔کیسے میں نے خود اپنے منہ سے وہ سب کہا۔۔۔۔کیسے میں نے اپنی محبت

کا اظہار کیا۔۔کیا میری محبت اتنی بے مول تھی- میں اپنی محبت کا اظہار کر کے اپنی عزت اپنا وقار کھو دیا- میں کیسے بھول گئی کہ جب عورت خود اپنے منہ سے اظہار محبت کرتی ہے تو وہ اپنے مقام سے بہت نیچے گر جاتی ہے اپنی عزت اپنا وقار سب کھو دیتی ہے اور خود کو ذلیل ہونے کے لیے پیش کرتی ہے۔۔۔کیسے بھول گئی میں یہ سب۔۔۔کاش یہ بولنے سے پہلے میں مر جاتی۔۔۔میری زبان سڑ جاتی۔۔۔آپ نے تو نامحرم سے بات کرنا تو دور کی بات اُسے دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دی۔۔پھر میں نے کیوں کر لیا ایسے۔۔۔شیطان میرا ہاتھ تھام کر مجھے غلط راستے پر لے گیا اور میں اُس کے پیچھے چلتی رہی۔۔۔نہیں شاید بھاگتی رہی۔۔۔"- وہ تڑپ رہی تھی - "میں آپ کے سامنے جھکنے آپ سے معافی مانگنے کے قابل نہیں ہوں۔۔۔میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں آپ سے معافی مانگوں۔۔۔مگر اللہ جی آپ کو کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی آپ تو خود ہی سب جان جاتے ہیں۔۔۔میں نے بہت ذلت سہی ہے۔۔۔یہ دن میں نے کانٹوں پر سفر کیا ہے۔۔۔میں بہت تکلیف میں ہوں اللہ جی پلیز مجھے معاف کر دیں-مجھے اس تکلیف سے نجات دیں۔۔مجھے اِس رسوائی سے بچا لیں۔۔۔آپ اُس انسان کی محبت کو میرے دل سے نکال دیں۔۔۔میرے ذہن سے اُس کا ہر خیال کھرچ دیں۔۔۔میں اس انسان کو سوچنا

نہیں چاہتی مگر پھر بھی وہ ہر لمحہ مجھے یاد آتا ہے۔۔۔میں بہت بے بس ہوں کچھ بھی نہیں کر پا رہی۔۔۔آپ پلیز مجھے معاف کر دیں کیونکہ مجھے پتہ ہے جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گے اُس انسان کا خیال میرے دل سے نہیں نکلے گا۔۔۔وہ میرا پیچھا کرتا رہے گا۔۔۔۔میرے دماغ اور دل سے چپکا رہے گا۔۔۔۔ مجھے نہیں چاہیے وہ شخص۔۔۔آپ مجھے بس معاف کر دیں پلیز۔۔۔"-وہ تڑپ رہی تھی سسک رہی تھی- وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ لمحہ قبولیت کا تھا اُس کی دعا قبول ہو گئی تھی- وہ شخص شاید اُسے کبھی نہیں مل سکتا تھا- اُسی کے کہے الفاظ اُسی کے حق میں قبول ہو گیے تھے-

جہاں کوئی مسیحا نہ ہو

درد کا درماں نہ ہو

کوئی تیرے جیسا نہ ہو

یہ اُن ساحلوں پہ اُتار دیتی ہے

محبت مار دیتی ہے

درد کے ماروں کو

گھر کی دیواروں کو

ہر ٹوٹے ہوئے لہجے کو
زندگی دیتی ہے
اعتبار دیتی ہے مگر
محبت مار دیتی ہے
گر جدائی کا ہلکا سا بھی کانٹا چبھ جائے
تڑپ اُٹھتی ہے
رو پڑتی ہے
اپنی گود ماں سے اُتار دیتی ہے
محبت مار دیتی ہے

* * * * *

ہم نے سوچ رکھا ہے
چاہے دل کی ہر خواہش
زندگی کی آنکھوں سے
اشک بن کے بہہ جائے
گھر کی ساری دیواریں

چھت سمیت گر جائیں
اور بے مقدر ہم
اُس بدن کے ملبے میں
خود ہی کیوں نہ دب جائیں
تم سے کچھ نہیں کہنا
کیسی نیند تھی اپنی
کیسے خواب تھے اپنے
اور اب گلابوں پر
نیند والی آنکھوں پر
نرم خو سے خوابوں پر
کیوں عزاب ٹوٹے ہیں
تم سے کچھ نہیں کہنا
گھر گیے ہیں راتوں میں
بے لباس باتوں میں
اِس طرح کی راتوں میں

کب چراغ جلتے ہیں
کب عزاب ٹلتے ہیں
بچ کہ نکلنے کا بھی
راستہ نہیں جاناں !!!!
جس طرح تم کو بھی
لازوال لمہوں سے
واسطہ نہیں جاناں !!!
ہم نے بھی سوچ رکھا ہے
تم سے کچھ نہیں کہنا

وہ لان میں بیٹھی ہوئی تھی- سردی کی شدت بہت زیادہ تھی- بنا کس شال اور جرسی کے وہ خود پر ناجانے کونسے ظلم ڈھا رہی تھی- بادلوں کی اوٹ میں جھانکتے چاند نے ایک نظر اُس اداس سی لڑکی پر ڈالی اور پھر خود بھی بادلوں میں چھپ گیا شاید وہ مزید اُس کی اُداسی نہیں دیکھ سکتا تھا -

ریلنگ سے جھانکتے اُس شخص نے دور سے اُسے دیکھا- وہ اتنے اندھیرے میں بھی پہچان گیا تھا کہ وہ کون ہو سکتی ہے- غصے کی ایک لہر اُس کے جسم میں دوڑی- وہ تن فن کرتا اگلے ہی لمحے اُس کے پاس چلا آیا- فاطمہ نے ایک نظر اُس کو دیکھا- "آخر تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو اِس طرح خود کو تکلیف دے کہ۔۔۔۔"- آکاش کا مارے غصے کے برا حال ہو رہا تھا-

فاطمہ نے شاکی نظروں سے اُس کو دیکھا- وہ آج یونیورسٹی سے واپسی پر لویل کے ساتھ ہی گھر آگئی تھی- دل میں ایک خوش فہمی تھی کہ شاید آکاش نے مزاق کیا ہو اور وہ اُسے منا لے مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا- پورا دن بیت گیا- کل صبح وہ واپس جانے والا تھا- فاطمہ کا دل ٹوٹ گیا-

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں "- آکاش نے اُسے پھر پکارا- وہ بنا کچھ کہے وہاں سے چپ چاپ چلی آئی- آکاش کے دل کو کچھ ہوا- مگر وہ اُس کے پیچھے نہ گیا- جب قدم بڑھا ہی دیے تھے تو پیچھے کیوں مڑتا-وہ بھی اپنے کمرے میں آکر پیکنگ کرنے لگا-

* * * * *

آکاش واپس چلا گیا تو حیدر کی شادی کی ڈیٹ فیکس ہو گئی- اُن کے فائنلز کے فورا بعد اُس کی شادی تھی- ایسے میں اُن سب کو یہی دکھ لگا ہوا تھا کہ شاید آکاش کو چھٹی نہ ملے کیونکہ دو دن پہلے تو وہ گیا تھا اور آج سے پورے پندرہ دن بعد اُس کی شادی تھی- سب سے زیادہ ٹینشن فارس کو لگی ہوئی تھی- وہ لوگ ہمیشہ ایک ساتھ ہر فنکشن اٹینڈ کرتے تھے مگر اب کی بار تو یہ ناممکن نظر آرہا تھا کیونکہ اتنے دنوں میں تو اُسے نائٹ پاس چھٹی بھی نہیں مل سکتی تھی -

حیدر اور فرحان لاؤنج میں کتابیں پھیلائے بیٹھے تھے جب فارس چائے لیے لاؤنج میں چلا آیا- اُس نے چائے ٹیبل پہ رکھی اور اُن کے پاس ہی قالین پہ چوکڑی مار کہ بیٹھ گیا

"آکاش سے بات ہوئی تمہاری حیدر۔۔۔؟"- فارس نے چائے کا کپ اُسے تھماتے ہوئے پوچھا-

"ہاں ہوئی تھی۔۔۔"- وہ مختصر بولا اور چائے کے ہلکے ہلکے سپ لینے لگا-

"کیا کہہ رہا تھا؟ "- فارس نے دوسرا کپ فرحان کو تھمایا اور اپنا بھی ہاتھ میں لے کے ٹیک لگا لی-

"کہہ رہا تھا پاسیبل ہی نہیں ہے۔۔کسی صورت چھٹی نہیں ملے گی ہفتہ اتوار ہوتا تو شاید نائٹ پاس مل جاتی مگر اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔ابھی مجھے آئے کتنے دن ہوئے ہیں چھٹی مانگتے بھی شرم آتی ہے"- وہ سنجیدگی سے اُسے بتانے لگا تھا-

"حد ہے یار۔۔۔۔اب بھلا اُس کے بغیر ہم خاک انجوائے کریں گے۔۔۔۔اور اگر وہ نہ آیا تو میں بھی کوئی نہیں آؤں گا تمہاری شادی میں یاد رکھنا"- فارس کا موڈ آف ہو گیا-

"اگر تم نہ آئے تو میں تمہاری ایک بھی ہڈی سلامت نہیں چھوڑوں گا تم بھی یاد رکھنا"- حیدر نے اُسے ٹانگ ماری تو اُس کے ہاتھ میں موجود چائے چھلکنے لگی-

"بیہودہ جنگلی انسان۔۔۔۔"- وہ اُسے گھورتے ہوئے بولا- ابھی گرم چائے اوپر گر جانی تھی -

اُس کی بات پر حیدر اور فرحان دونوں نے قہقہ لگایا-

"میں خود بات کروں گا اُس سے۔۔۔۔"- فارس نے دل میں ارادہ کیا-

"کتنا یاد ہوا ابھی تمہیں۔۔۔۔"- فرحان نے کتابیں بند کرتے ہوئے حیدر سے ہوچھا-

"پاس ہو جاؤں گا اتنا یاد ہو گیا۔۔۔۔"- وہ اپنا خالی کپ میز پہ رکھتے ہوئے بولا-

"اچھا یہ بتاؤ کہ دوپہر کا کھانا کون بنائے گا"- اُس نے اُن دونوں کو دیکھا-

"ویسے یار حیرت کی بات ہے۔۔۔لوگوں کے گھروں میں یہ پوچھا جاتا سب سے کہ کھانے میں کیا بنے گا اور ہمارے یہاں یہ پوچھا جاتا کہ کھانا کون بنائے گا۔۔۔بنے گا کیا اِس کی تو کسی کو فکر ہوتی نہیں۔۔بس کھانا مل جائے جیسا بھی ہو"- فرحان نے اپنی طرف سے افسوس کا اظہار کیا تھا-

"ایسا اس لیے ہے کیونکہ ہمارے یہاں ہڈ حرام لوگ رہتے ہیں۔۔۔"- حیدر نے منہ بناتے ہوئے کہا-فارس نے کچھ دیر اُس کو دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر بولا-

"گڈ یہ بات تو ہے ویسے۔۔۔مگر تم تو اُن میں شامل ہو نہیں اِس لیے آج کا کھانا تم ہی بنا دو۔۔۔کیوں فرحان؟ "- اُس نے فرحان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا-

"ایک دم سہی بات۔۔۔"- وہ حیدر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور اپنا ہاتھ فارس کے ہاتھ پہ ہلکا سا مارا-

"چلو آؤ ہم زرا کچھ ریسٹ کر لیں اب لنچ کے بعد ہی پڑھیں گے۔۔۔تم لنچ میں بریانی اور ساتھ میں شامی کباب بنا لینا پلیز آج موڈ ہے بریانی کھانے کا"- وہ چہرے

کو جتنا ممکن تھا سنجیدہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا- حیدر کو صدمے کے مارے بت بنے دیکھ کر فرحان سے اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا تھا-

وہ دونوں کہتے ہوئے وہاں سے چلے گیے تو وہ بھی اپنے ہواسوں میں لوٹا- اپنی بات ہی گلے پڑ گئی تھی-

"ایسی بریانی کھلاؤں گا نہ تم کمینوں کو کہ بریانی کا نام لینا بھی بھول جاؤ گے"- اُس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کچن میں چلا گیا-

****

گراؤنڈ میں سب فوجی میچ کھیل رہے تھے- سینئرز اور جونیئرز سب وہیں موجود تھے- ایک ٹیم سئنیرز کی تھی اور ایک جونیئرز کی تھی- میچ زورو شور سے جاری تھا- کرنل بابر اور بریگیڈیر امتیاز ایک طرف بیٹھے میچ دیکھنے کے ساتھ ساتھ اُس پر تبصرہ بھی کر رہے تھے- اُن کو کھیلنے کی بجائے دیکھنا ذیادہ پسند تھا-

"آکاش تمہارا فون بج رہا جا کر دیکھو۔۔۔"- کیپٹن اسلم نے آکر کیپٹن آکاش کو اطلاع دی جو ابھی ابھی باؤلنگ کروا کر ہانپتے کانپتے واپس آئے تھے-

"تم ساتھ ہی لے آتے فون"- اُنہوں نے کیپٹن اسلم کی عقل پر افسوس کیا- جو آکر بتا رہے تھے-

"او سوری مجھے یاد ہی نہیں رہا۔۔۔"- انہوں نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا-
"اچھا میں چیک کر کہ آتا ہوں"- وہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گیے تو کیپٹن اسلم بھی میچ کی طرف متوجہ ہو گیے-

اُنہوں نے فون دیکھا توفارس کی چھ مسڈ کال تھیں- اُنہوں نے فورا کال بیک کی-
"ہیلو۔۔۔!"- فارس نے کچھ دیر میں ہی کال پک کر لی تھی-
"ہاں ہیرو کیسے ہو۔۔۔؟"- آکاش نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو دوسری طرف اُس کی فریش آواز سن کر فارس بھی خوش ہو گیا-
"ایک دم فٹ ہوں تم سناؤ۔۔۔"- وہ بھی اُسی گرم جوشی سے بولا تھا-
"دیٹس گریٹ۔۔۔میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔"-
"اچھا تمہاری چھٹی کا کیا بنا۔۔۔؟"- فارس نے فورا اپنا مدعا بیان کیا جسکے لئے فون کیا تھا-
"یار چار دن تو ابھی مجھے آیئے کو ہوئے ہیں کس منہ سے چھٹی مانگوں۔۔۔"-وہ بے چارگی سے بولے تو فارس چڑ گیا-
"کوئی مجبوری بھی تو ہو سکتی ہے نہ۔۔۔تم ٹرائے تو کرو شاید مل جائے "-اُس نے پھر کہا-

"آرمی کے کچھ رولز اینڈ ریگولیشنز ہوتے ہیں ڈیئر۔۔۔جن کو ہمیں ہر حال میں فالو کرنا ہوتا۔۔۔ہمارا اپنا راج تھوڑی چلتا۔"

"ہاں وہ سارے رولز اینڈ ریگولیشنز تمہارے لئے ہی تو بنے ہیں اور تم ہی اُن کو فالو کرنا"۔ فارس غصے سے بولا تو آکاش کو ہنسی آگئی۔

"ہاہاہا۔۔۔تم بھی نہ۔۔۔اچھا چلو ٹرائی کروں گا مگر ابھی نہیں شادی سے کچھ دن پہلے۔۔۔تب تک کچھ دن بھی گزر جائیں گے"۔ اُنہوں نے حامی بھر لی اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

"پکا تم ٹرائی کرو گے"۔ فارس نے یقین دہانی چاہی۔

"ہاں ٹرائی کروں گا مگر پکا نہیں کہہ سکتا۔۔۔"۔ وہ اُسے کوئی جھوٹی امید نہیں دلانا چاہتے تھے۔

"چلو کچھ تو کرو گے نہ۔۔۔یہی کافی ہے"۔ وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"اچھا میں تم سے رات کو بات کروں گا ابھی بزی ہوں تھوڑا سا۔۔۔"۔اُن کو میچ کا خیال آیا تو بولے۔

"چلو ٹھیک ہے خیال رکھنا اپنا۔۔۔خدا حافظ"۔ فارس نے کہتے ہوئے کال کٹ کردی۔ وہ فون وہیں رکھ کر واپس گراؤنڈ میں چلے گئے۔

****

وہ چاروں اِس وقت کینٹین میں بیٹھی چائے اور سموسوں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں- ساتھ ساتھ باتیں بھی چل رہی تھیں- گفتگو کا موزو مختلف ٹیچرز تھے- کسی کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے اور کسی کی برائیاں ہو رہی تھیں- فریال بھی اب کچھ سیٹ ہو چکی تھی- اُس نے خود کو مکمل چینج کر لیا تھا- پہلے کی طرح بات بات پہ قہقے نہیں لگاتی تھی مگر اُن کے ساتھ تھوڑا بہت ہنس بول لیتی تھی اور یہ سب بھی اُن تینوں کی وجہ سے ہوا تھا- وہ کافی سنجیدہ ہو گئی تھی-

اُن سے کچھ فاصلے پر بیٹھے فرحان کی نظر اُن پر پڑی تو ایک دم اُس کے دل میں جیسے بہار آگئی- کسی بات پہ مسکراتی افشاں کو وہ کتنی ہی دیر دیکھتا رہا- پہلے دن سے ہی یہ لڑکی اُسے بہت اٹریکٹ کرتی تھی- اُس نے کتنی ہی بار فارس لوگوں سے چھپ کر اُس کے ڈیپارٹمنٹ کا دورہ کیا تھا صرف اُسے ایک نظر دیکھنے کے لیے- وہ اُس سے بات کرنا چاہتا تھا مگر ہمت ہمیشہ ختم ہو جاتی کچھ وہ تھی بھی تھوڑی سی موڈی ٹائپ تو وہ ڈر جاتا کہ خواہ مخواہ انسلٹ ہی نہ کروا لے-

کچھ فارس لوگوں کا ڈر تھا اگر اُن کو اُسکی حرکتوں کا پتہ چل جاتا تو وہ تو اُس کا قیمہ کر دیتے جو چوری چھپے ایسے کارنامے سر انجام دے رہا تھا-

"حیدر میں نہ ایک بات کہوں اگر تم غصہ نہ کرو تو۔۔۔"- اُس نے اسائنمنٹ بناتے حیدر کو کچھ سوچ کر پوچھا-

فارس بھی اُس کی طرف متوجہ ہوا -

"ہاں پوچھو۔۔۔"- اُس نے ایک نظر اُس کو دیکھا اور پھر کہہ کر واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا-

"تم فریال لوگوں کو بھی اپنی شادی پر انوائٹ کر لو ہاں۔۔۔"- وہ رازداری سے بولا تو دونوں نے حیرت سے اُس کو دیکھا-

"پاگل ہو گیے ہو۔۔۔اس کی وجہ سے جو اتنا بڑا ڈرامہ ہوا وہ بھول گیے۔۔۔اور یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں اُن کی کہاں سے یاد آگئی- حیدر کو اُس کی بات پر غصہ آیا تھا-

"یار وہ سب تو گزر گیا۔۔۔میں تو ویسے ہی کہہ رہا ہوں کیا ہو جانا اگر تم انوائٹ کر لو گے تو۔۔۔"- اُس نے کچھ جراح کی-

"میرا خیال ہے یہ سہی کہہ رہا ہے انوائٹ کرنے سے کیا ہو جائے گا۔۔۔"- فارس نے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گیا-

"ویسے بہت ڈھیٹ ہو تم دونوں اتنی عزت افزائی کے بعد بھی اثر نہیں ہوا۔۔۔خیر کر دیتا ہوں۔۔۔باقی آنا نہ آنا اُن کی مرضی ہے"- وہ مان گیا تو وہ دونوں دل میں خوش ہو گیے- مگر ظاہر نہ ہونے دیا-

"آج چلیں گے اُنکے ڈیپارٹمنٹ فری ٹائم میں۔۔۔"- وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر بیگ میں رکھنے لگا-

"اُدھر جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ لوگ وہاں بیٹھی ہیں ابھی دے دو۔۔۔"- فرحان نے سرگوشی میں بتایا تو وہ لوگ بھی اُس طرف دیکھنے لگے- وہ ابھی بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھیں -

"تم ہر وقت لڑکیاں تاڑتے رہا کرو بس۔۔۔کون کہاں ہے تمہیں سب کی خبر ہوتی ہے "- حیدر نے اُسے گھورا تو وہ کچھ شرمندہ ہو گیا-

"ارے یار اُس کی نظر پڑ گئی ہو گی تو کہہ دیا۔۔۔اور ویسے بھی بعد میں ہم اُن کو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے ابھی دے دو"- فارس نے کہا تو حیدر بھی قائل ہو گیا- فرحان نے شکر کا سانس لیا-

"ہاں چلو ابھی دے دیتے ہیں۔۔۔"- حیدر اُٹھتے ہوئے بولا تو وہ دونوں بھی اُٹھ گیے-

"ایکسکیوز می۔۔۔۔"- حیدر نے قریب جاکر آہستگی سے کہا تو سب سے پہلے زونیرہ نے اُن کی طرف دیکھا-

باقی بھی اُن کو دیکھنے لگیں- فریال نے ایک نظر دیکھنے کے بعد سر جھکا لیا-

"جی۔۔۔۔"- افشاں نے سوالیہ نظروں سے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا-

"کیا ہم آپ سے کچھ بات کر سکتے ہیں۔۔۔"- حیدر نے شائستگی سے پوچھا-

"جی ضرور کیوں نہیں۔۔۔۔بیٹھیں پلیز"- اُس نے خوش دلی سے آفر کی-

وہ تینوں کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گیے-

فارس نے ایک نظر بلیو حجاب میں جگمگاتے وجیہہ کے چہرے کو دیکھا-

"ایکچوئلی ہم آپ کو انویٹیشن دینے آیئے ہیں۔۔۔حیدر کی شادی ہے اس مہینے کی پچیس تاریخ کو۔۔۔۔"- فارس نے آنے کی وجہ بتائی-

"مینی مینی کنگریٹس۔۔۔۔"- زونیرہ نے سب سے پہلے اُس کو مبارک باد دی-

"تھینک یو سو مچ۔۔۔۔آپ لوگ ضرور آیئے گا"- حیدر نے بیگ سے ایک کارڈ نکال کہ اُن کے سامنے رکھا- اُن تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کارڈ کو دیکھا- فریال چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی تھی- وہ لوگ شش و پنج میں مبتلا تھیں کہ اب کیا کہیں-

"کارڈ کے لیے بہت شکریہ لیکن سوری ہم نہیں آسکتیں"- وجیہہ نے معزرت کر لی تو فارس کا چھن سے دل ٹوٹا-

"مگر کیوں۔۔۔۔"- وہ بے چینی سے بولا تھا-

"وجہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔۔"- اُس نے صاف گوئی سے کہہ دیا-

"ایک منٹ اگر آپ لوگ آکاش کی وجہ سے منع کر رہی ہیں تو میں آپ کو بتا دوں کہ شاید وہ نہ آیئے۔۔۔کیونکہ اُس کی چھٹی کا مسئلہ ہے اور دوسری بات میرا خیال ہے کہ پچھلی باتوں کو بھلا دینا چاہیے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔۔۔اور ویسے بھی وہ معاملہ صرف فریال اور آکاش کے درمیان تھا۔۔۔"- حیدر نے صاف گوئی سے کہا تو وہ سب چپ چاپ بیٹھی رہیں-

حیدر نے اُن کے بولنے کا انتظار کیا مگر وہ تو سب چپ تھیں-

"انوائٹ کرنا اگر آپ کو اچھا نہیں لگا تو اُس کے لیے معزرت۔۔۔۔باقی میں نے آپ لوگوں کو ایز اے فرینڈ انوائٹ کر دیا ہے آنا نا آنا آپ کی مرضی ہے"- وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا- فارس اور فرحان نے بھی اُس کی تقلید کی-

"ہم کوشش کریں گے۔۔۔"- فریال نے سر اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ایک لمحے کے لیے وہ سب چپ ہو گیے تھے- فریال سے ایسی بات کی توقع نہیں تھی -

"مجھے بہت اچھا لگے گا اگر آئیں گی تو اسپیشلی آپ۔۔۔"- حیدر کو خوش گوار سی حیرت ہوئی- فریال نے جوابا مسکرانے پر اکتفا کیا تھا-

"تو پاگل تو نہیں ہو گئی؟ "- اُن لوگوں کے جانے کے بعد زونیرہ نے اُس کو غصے سے دیکھا-

"اِس میں پاگل ہونے والی کیا بات ہے"- وہ حیران ہوئی-

"تم نے ہامی کیوں بھری۔۔۔"- وجیہہ کو بھی غصہ آیا-

"ویسے ہی یار میرا دل کیا۔۔۔اور اتنے پیار سے وہ لوگ انوائٹ کرنے آئے تھے مجھے منع کرنا اچھا نہیں لگا"- اُس نے نارمل سے انداز میں جواب دیا-

"واہ محترمہ آپ کی تو کیا ہی بات ہے۔۔۔خیر آپ خود ہی جائے گا ہم لوگوں میں سے تو کوئی نہیں جائے گا"- زونیرہ نے اُس کو افسوس سے دیکھتے ہوئے کہا-

"ٹھیک ہے میں ہی چلی جاؤں گی۔۔۔"- وہ مسکراتے ہوئے بولی-

اب کیسے بتاتی کہ اُس نے کیا دیکھا تھا- فارس کی آنکھوں میں وجیہہ اور فرحان کی آنکھوں میں افشاں کو دیکھ کر جو رنگ اترے تھے اُس نے اُن کو سن کر دیا تھا- تبھی تو وہ چپ ہو گئی تھی- پیار کرنے والے آنکھوں میں سے ہی راز چرا لیتے ہیں اُن کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی- وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُس کی وجہ سے کسی اور کے ساتھ کچھ ہو کسی اور کا دل ٹوٹے۔۔۔اِسی لیے اُس نے جانے کی حامی بھر لی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اُن لوگوں کو کیسے منانا ہے-اُن لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا یہ بہت اچھا موقع تھا-

****

فریال گھر آئی تو ایک دل دہلا دینے والی خبر اُس کی منتظر تھی- نبیلہ پھوپھو اُس کے لیے اپنے اکلوتے سپوت فیضان علی کا رشتہ لے کر آئی تھیں اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ حسن علی نے وہ رشتہ منظور بھی کر لیا تھا- ایک ہفتے بعد منگنی کی ڈیٹ بھی رکھ دی گئی تھی- یہ ساری انفارمیشن اُسے شبنم کے ذریعے ملی تھی- لاونج میں آسیہ بیگم حسن علی سے باز پرس کر رہی تھیں وہ کسی صورت ان سب پر راضی نہیں تھیں-

"ماما۔۔۔۔"- فریال اُن کی طرف بڑھی- اُنہوں نے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا تو وہ رونے لگی- دادی نے کوفت سے یہ منظر دیکھا-

"ماں تو ماں بیٹی بھی کم نہیں ہے۔۔۔ناجانے ماں نے کیا پٹیاں پڑھا رکھی ہیں۔۔۔۔ارے اتنا اچھا رشتہ آیا ہے بجائے خوش ہونے کے یہاں ماتم ہو رہا ہے"- دادی ناگواری سے بولیں تو آسیہ بیگم کو اُن کی بات تیر کی طرح لگی-

"اماں آپ اِس معاملے میں نہ ہی بولیں تو ہی اچھا ہے"- اُنہوں نے شوہر کا لحاظ کیے بغیر ساس سے کہا-

"اے بی بی میں کیوں نہ بولوں۔۔۔۔ تمہیں تو میں ہمیشہ سے کھلتی ہوں کسی بھی معاملے میں میرا بولنا تمہیں گوارا نہیں ہے"- دادی کے تو سر پر لگی تھی اُن کی بات۔۔۔۔

"ماما مجھے نہیں کرنی فیضان بھائی سے شادی۔۔۔۔"- فریال نے روتے ہوئے کہا تو آسیہ بیگم نے اُس کو خود میں بھینچ لیا- اپنی لاڈلی بیٹی کو وہ مر کہ بھی اُس جہنم میں نہیں دھکیل سکتی تھیں-

"اُس سے کیوں نہیں کرنی۔۔۔کوئی اور ڈھونڈ رکھا ہے کیا"- دادی کو اپنے اکلوتے نواسے کے بارے میں اُس کا انکار ایک آنکھ نہیں بھایا تھا-

"میری بیٹی کے بارے میں اس طرح کی بات کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔۔۔فریال کی شادی میں اپنی مرضی سے کروں گی۔۔۔"- اُنہوں نے فریال کو ابھی تک اپنے ساتھ لگایا ہوا تھا- وہ اب ہچکیوں سے رو رہی تھی اور اُس کا ایک ایک انسو آسیہ بیگم کے دل پر گر رہا تھا-

"نہ اپنی مرضی سے تم کیوں کرو گی ہم مر گیے ہیں کیا۔۔۔یا ہمارا اُس سے کوئی رشتہ نہیں ہے"- اُنہوں نے ناگواری سے بہو کو دیکھا جو آج دو بدو جواب دے رہی تھی -

"ہاں تو ڈھونڈیں نہ پھر اُس کے لیے کوئی ڈھنگ کا لڑکا۔۔۔اگر میں روکوں گی تو کہیے گا"- وہ ایک نظر خاموش تماشائی بنے شوہر پر ڈالتے ہوئے بولیں-

"کیا مطلب ہے تمہارا فیضان ڈھنگ کا لڑکا نہیں ہے کیا۔۔۔اُس میں کیا برائی ہے"- دادی کو یہ بات زرا ہضم نہیں ہوئی تھی-

"آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی پوچھ رہی ہیں یہ بات۔۔۔"- اُن کو حیرت ہوئی-

"بی بی اُس بات کو سات سال بیت چکے ہیں۔۔۔اور ویسے بھی نبیلہ معافی مانگ چکی ہے۔۔۔اِس گھر سے نبیلہ کا رشتہ دوبارہ جوڑنے کے لیے یہ کرنا ضروری

ہے۔۔۔میری بیٹی سات سال اپنے مائیکے سے دور رہی ہے۔۔۔۔مجھ سے دور رہی ہے۔۔۔اب اُس کی سزا ختم ہو جانی چاہیے"-دادی نے اپنی بیٹی کا دفاع کیا-

"اماں آپ کو اپنی بیٹی کی فکر مگر میری بیٹی کی فکر نہیں ہے۔۔۔۔آپ اُس کا رشتہ جوڑنا چاہتی ہیں اِس گھر سے اور میری بیٹی کا توڑنا چاہتی ہیں۔۔۔۔آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ نبیلہ صرف بدلہ لینے کے لیے یہ سب کر رہی مگر پھر بھی آپ کو یہ سب منظور ہے۔۔۔مگر ایک بات آپ لوگ کان کھول کر سن لیں میں اپنے جیتے جی یہ شادی کبھی نہیں ہونے دوں گی"- اُنہوں نے ساس اور شوہر دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا-

"میں بھی دیکھتی ہوں تم کیا کر سکتی ہو۔۔۔میں فریال کی شادی وہیں کرواؤں گی اور تمہیں جو کرنا تم کر لینا"- دادی نے اُٹھتے ہوئے کہا تو آسیہ بیگم نے دہل کر شوہر کو دیکھا مگر اگلے لمحے اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ ماں کے پیچھے ہی اُٹھ کر چلے گیے-

"ماما مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔۔۔۔"- فریال مزید رونے لگی-

"میری جان تم پریشان مت ہو میں ہوں نہ تمہارے ساتھ۔۔۔۔میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی"- اُنہوں نے بیٹی کو تسلی دی-

"مگر دادی۔۔۔۔"- وہ روتے ہوئے بولی-

"تمہاری دادی کو جو کرنا ہے کر لیں۔۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔۔میں تمہاری خاطر اِن سب سے لڑوں گی"- اُنہوں نے بیٹی کے انسو پونچھے- فریال نے اُن کے سینے میں منہ چھپا لیا- اگر آکاش اُس کی زندگی میں نہیں آسکتا تھا تو وہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی- اور فیضان علی تو کبھی بھی نہیں۔۔۔اُسے اِس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت فیضان علی سے تھی-

****

شبنم کچن میں رات کے کھانے والے برتن دھو رہی تھی- وہ جلدی جلدی کام سمیٹ رہی تھی پہلے ہی کافی رات ہو گئی تھی - برتن دھونے کے بعد اُس نے دوپٹے کے پلو سے ہاتھ صاف کیے اور اپنے اور فریال کہ لئے چائے بنانے کا سوچا- وہ فریج سے دودھ نکال کہ پلٹی ہی تھی کہ آسیہ بیگم کچن میں داخل ہوئیں-

"کتنا کام رہتا ہے ابھی تمہارا۔۔۔"- انہوں نے دودھ والا خالی گلاس شیلف پہ رکھتے ہوئے پوچھا-

"بس ہو گیا ختم "- وہ چائے کا پانی رکھتے ہوئے بولی-

"فری سو گئی ہے کیا؟ -"

"نہیں ابھی ۔"

"اُس کو کہنا کل چھٹی کر لے یونیورسٹی سے۔۔۔اور تم بھی کالج نا جانا"۔ شبنم نے اُن کی بات پر حیرانگی سے دیکھا۔

"مگر کیوں؟ "۔ وہ بولتی بہت کم تھی مگر آج وہ ڈرتے ڈرتے پوچھ بیٹھی ورنہ اُن کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر ہی وہ چپ ہو جاتی تھی۔

"کل تمہاری پھوپھو آرہی ہیں اپنی فیملی کے ساتھ "۔ اُنہوں نے مختصر جواب دیا تھا۔ شبنم نے حیرت سے اُن کی طرف دیکھا۔ وہ اِس وقت غصے سے زیادہ سنجیدہ لگ رہی تھیں اور یہ بات کافی حیران کُن تھی۔

"اور اب سو جاؤ جا کہ۔۔۔اتنی رات تک مت جاگا کرو۔۔۔"۔ اُنہوں نے اُسے ہدایت کرتے ہوئے کہا تو فریال کا سر اثبات میں ہل گیا۔

وہ خاموشی سے کچن سے نکل گئیں ۔ شبنم نے چائے کو کپوں میں ڈالا اور کچن کی لائٹ آف کر کہ کچن لاک کرنے کے بعد اپنے اور فریال کہ مشترکہ کمرے میں آگئی۔ مگر اُس کا ذہن الجھ چکا تھا۔ ماما کا اِس طرح بتانا اُس کی سمجھ سے باہر تھا۔ کل تک تو اُن کو نبیلہ پھوپھو کے نام سے بھی نفرت تھی اور آج اچانک یہ تبدیلی کیسے آئی تھی۔

****

فریال کو جب شبنم نے نبیلہ پھوپھو کے آنے کی بات بتائی تو وہ کتنی ہی دیر سن بیٹھی رہی- اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ماما نے یہ بات خود کہی تھی- وہ غصے سے تن فن کرتی ڈرائنگ روم میں آگئی- جہاں آسیہ بیگم اپنی نگرانی میں ملازمہ سے صفائی کروا رہی تھیں- دادی صوفے پر بیٹھی تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں- اُنہوں نے ایک نظر فریال کو دیکھا اور پھر منہ پھیر لیا- صاف ظاہر تھا کہ وہ اُس سے ناراض تھیں مگر اُسے مطلق پروا نہیں تھی- وہ بھی اُن کو نظر انداز کرتی آسیہ بیگم کے سر پر آن کھڑی ہوئی-

"آپ نے شبنم سے کیوں کہا کہ میں یونیورسٹی سے چھٹی کروں؟ "- وہ بدتمیزی سے بولی تو آسیہ بیگم نے ایک نظر اُس کو دیکھا اور پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئیں- فریال ششدر رہ گئی-

"ماما میں آپ سے پوچھ رہی ہوں"- وہ اُن کے سامنے ہوتے ہوئے بولی-

"جب تمہیں یہ پتہ چل گیا ہے کہ تمہیں آج چھٹی کرنی ہے تو یہ بھی پتہ چل گیا ہو گا کہ کیوں کرنی ہے"- وہ سنجیدگی سے جواب دے کر ملازمہ کو ہدایت دینے لگیں- فریال کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسے کہہ رہی تھیں-

"ٹھیک ہے نہ تو جن کے مہمان آرہے ہیں وہ کریں اُن کی خاطر مدارات۔۔۔میں کیوں کروں اپنا ٹائم ویسٹ۔۔۔میں یونی جا رہی ہوں"- وہ ایک نظر دادی پر ڈال کر تلخی سے بولی-

"یہ ہی تمیز سکھائی ہے تم نے اِس کو۔۔۔بڑوں کو طعنے مارے۔۔۔مگر جیسی ماں خود ہے ویسی ہی تربیت کرے گی نہ بیٹیوں کی بھی۔۔۔ہنہہ ایک سے بڑھ کے ایک ہیں"- دادی سے چپ نہ رہا گیا- وہ کہہ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئیں- ملازمہ بھی اُن کے پیچھے ہی چلی گئی-

آسیہ بیگم صوفے پر گر سی گئیں- فریال اُن کی طرف بڑھی-

"ماما آپ ٹھیک ہیں نہ۔۔۔؟"- اُن کا زرد پڑتا چہرہ دیکھ کر اُس کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے-

"جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔۔"- اُنہوں نے اُس کا ہاتھ جھٹک دیا اور منہ پھیر کر بولیں -

"ایم سوری ماما۔۔۔۔"- اُسے اپنے روڈ بیہویر کا احساس ہوا- آسیہ بیگم کو اُس وقت کتنی تکلیف محسوس ہو رہی تھی اِس بات کا اندازہ اُن کے چہرے سے بخوبی ہو رہا تھا -

"تم سے یہ امید نہیں تھی مجھے فریال۔۔۔"- اُن کو بیت دکھ پہنچا تھا- فریال شرمندہ ہو گئی-

"ماما آپ جانتی ہیں کہ مجھے نبیلہ پھوپھو اور اُن کی فیملی سے کتنی نفرت ہے۔۔۔پھر بھی آپ نے اُن کو گھر بلایا ہے"- اُس نے شکوہ کیا-

"تم سے کہیں زیادہ نفرت مجھے ہے اُس عورت سے۔۔۔اُس نے مجھے کبھی چین کی سانس نہیں لینے دی۔۔۔اپنی ذات تک میں سب کچھ برداشت کر سکتی تھی مگر جو تمہارے ساتھ اُنہوں نے کیا ہے وہ میں مر کہ بھی نہیں بھول پاؤں گی۔۔۔تم پر اُس نے الزام نہیں لگایا تھا مجھ پر لگایا تھا کیونکہ تمہاری تکلیف میری تکلیف ہے اور جو تمہیں برا بھلا کہتا ہے وہ اصل میں تمہیں نہیں بلکہ مجھے کہتا ہے۔۔۔میں نبیلہ کو کبھی معاف نہیں کروں گی جس طرح اُس نے کبھی تمہیں ذلیل کیا تھا اُسی طرح میں اُس کو اور اُس کے بیٹے کو ذلیل کروں گی"- ان کی آنکھوں میں نفرت صاف دکھائی دے رہی تھی -

"میں اُن سے نہیں ملنا چاہتی۔۔۔آپ مجھے یونی جانے دیں"- فریال نے اُن کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا-

"تمہارے پاپا نے کہا ہے کہ تم گھر پہ ہی رہو۔۔۔"- اُنہوں نے اُس کے بال سنوارتے ہوئے کہا-

"مجھے فیضان بھائی سے بہت ڈر لگتا ہے ماما اور پھوپھو سے بھی لگتا ہے۔۔۔اُن کی آنکھوں میں میرے لیے بہت نفرت ہے اور یہ میں نے کئی بار محسوس کیا ہے۔۔۔۔اگر اُنہوں نے پھر سے کچھ غلط کرنے کا سوچا تو۔۔۔"- فریال خوف زدہ تھی- اُسے آج بھی وہ دن اچھی طرح یاد تھا جب پھوپھو کی نند کی شادی پر فیضان نے اُس سے بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تھی وہ دھوکے سے اُسے اپنے کمرے میں لے گیا تھا اور پھر اُسی وقت ناجانے پھوپھو کہاں سے آگئی تھیں- اُنہوں نے بنا کوئی لحاظ رکھے سارے مہمانوں کے سامنے اُس کو ذلیل کیا تھا اُس پر گندے گندے الزام لگائے تھے- تب وہ تیرہ سال کی تھی- اُس کے بعد سب گھر والوں نے پھوپھو سے بائکاٹ کر دیا تھا- مگر پھر کچھ سالوں بعد اُنہوں نے واپس آکر سب سے معافی مانگی۔۔۔باقی سب نے تو معاف کر دیا تھا مگر فریال اور آسیہ بیگم نے انہیں معاف نہیں کیا تھا- حسن صاحب کی غیر موجودگی میں وہ کئی بار اُن کو بے عزت کر کے گھر سے نکال چکی تھیں اور اب وہ اِسی بات کا بدلہ فریال سے لینا چاہتی تھیں-

"کچھ نہیں کر سکتے وہ اب۔۔۔۔جب اُنہوں نے وہ سب کیا تھا تب اُن کا وقت تھا مگر آج ہمارا وقت ہے"- آسیہ بیگم نے اُسے تسلی دی-

"جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔۔بیٹھ کہ تیاری کر لو پیپرز کی۔۔۔۔"- اُنہوں نے اُس کا ماتھا چوم کر کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے ڈرائنگ روم سے نکل گئی- آسیہ بیگم پیچھے کتنی ہی دیر کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہیں-

****

کیپٹن آکاش کی کل نائیٹ ڈیوٹی تھی اِس لیے وہ صبح دیر تک سوتے رہے تھے- جب اُٹھے تو گیارہ بج رہے تھے وہ ناشتے کا ارادہ ترک کر کے فریش ہو کہ باہر آیئے تو سب بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے- اُنہوں نے آتے ہوئے چائے کا آرڈر کیا اور اُن کے پاس چلے آیئے-

"گڈ مارننگ گائز۔۔۔۔"-اُنہوں نے کیپٹن تنویر کے ساتھ بیٹھتے ہوئے باآواز کہا تو سب نے جوابا یو ٹو کہا-

"کیا باتیں چل رہی ہیں ؟"- وہ سب کے مسکراتے چہروں کو دیکھتے ہوئے بولے- اِسی اثنا میں چائے آگئی- وہ ساتھ ساتھ چائے بھی پینے لگے-

"ہم کیپٹن علی کی لو اسٹوری سن رہے تھے"- کیپٹن اسلم نے شرارت سے کیپٹن علی کو دیکھتے ہوئے بتایا-

"پرانی والی سن رہے تھے یا کوئی نئ سن رہے تھے"- وہ مسکراتے ہوئے بولے-

"تازہ تازہ ہے ایک دم نئ۔۔۔۔"- کیپٹن علی نے ڈھٹائی سے بتایا تو سب کے قہقے ابل پڑے جب کہ کیپٹن آکاش نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا-

"اچھا۔۔۔مجھے بھی تو سناؤ یہ نئ والی سٹوری کیا ہے آخر۔۔۔۔"- اُنہوں نے قدرے دلچسپی سے پوچھا-

"سنڈے کو ہم بازار گئیے تھے کچھ شاپنگ کرنے وہاں اِنہوں نے ایک مانگنے والی دیکھی اور اُس پہ دل ہار گئیے۔۔۔بس اب میں کیا بتاؤں کہ وہ کتنی کالی تھی مگر علی کا دل آگیا اُس پہ۔۔۔۔۔"- کیپٹن حسن نے علی کو شرارت سے دیکھتے ہوئے بتایا تو کیپٹن آکاش کی ہنسی نکل گئ- باقی سب بھی مسکراتے رہے-جب کہ کیپٹن علی کیپٹن حسن کو مارنے کے لیے لپکے جنہوں نے اُن کی لو اسٹوری کا بیڑہ غرق کر دیا تھا-

"تمہیں تو میں بتاتا ہوں۔۔۔"- وہ جارحانہ تیور لیے اُن کی طرف بڑھے تو کیپٹن حسن کیپٹن آکاش کے پیچھے ہو گئیے-

"آکاش پلیز مجھے اِس دہشت گرد سے بچانا۔۔۔ورنہ یہ مجھے مار دے گا"- اُنہوں نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی-

"تم ہمیشہ میری لو اسٹوری میں ولن کا کردار نبھاتے ہو۔۔۔جس لڑکی کو بھی میں پٹانے کی کوشش کرتا ہوں تم اُسی کو میرے خلاف کر دیتے ہو۔۔۔ تمہیں تو آج میں کسی صورت نہیں چھوڑنے والا"- کیپٹن علی نے کیپٹن حسن کو مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو کیپٹن آکاش نے فورا چائے کا کپ نیچے رکھ کہ اُن کے ہاتھ تھام لیے-

"اچھا چلو معاف کر دو اِس کو آخری بار یہ آئیندہ ایسا کچھ نہیں کرے گا"- اُنہوں نے ہنستے ہوئے کیپٹن حسن کا دفاع کیا-

"میں تو بس اُن کو جاکہ یہ ہی بتاتا ہوں کہ آپ کا اِس کی گرل فرینڈ لسٹ میں اتنا نمبر ہے۔۔۔اب وہ خود چھوڑ جاتی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔بتائیں زرا سب۔۔۔"- اُنہوں نے کہتے ہوئے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیے- سب کا ہنس ہنس کا برا حال ہو رہا تھا-

"تو تمہیں کون کہتا کہ تم یہ نیک کام کرو جاکہ۔۔۔"- کیپٹن علی نے دانت پیستے ہوئے کہا- کیپٹن حسن معصوم سی شکل بنائے کیپٹن آکاش کے پیچھے کھڑے تھے-

"بس مجھے خدمت خلق کا بہت شوق ہے۔۔۔میں کسی معصوم اور بھولی لڑکی کو تم جیسے شاطر بندے کے جال میں پھنستے ہوئے نہیں دیکھ سکتا"- وہ اب بھی کیپٹن علی کو چھیڑنے سے باز نہیں آرہے تھے-

"تمہارا خدمت خلق کا جزبہ تو میں نکالتا ہوں "- وہ کیپٹن آکاش سے خود کو چھڑواتے ہوئے بولے-

"اچھا سوری سوری۔۔۔آئیندہ نہیں کروں گا پکا۔۔۔"- اُنہوں نے فورا کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ اُن کو گھورتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر چلے گئے- کیپٹن علی بھی ہنستے ہوئے کیپٹن آکاش کے ساتھ ہی بیٹھ گیے- اب وہ کیپٹن علی کے ساتھ بیٹھنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے-

"توبہ ہے تم لوگ بھی نہ کبھی کبھی حد ہی کر دیتے ہو۔۔۔"- کیپٹن آکاش مسکراتے ہوئے بولے تو کیپٹن حسن اُن کے کاندھے پر اپنا بازو رکھتے ہوئے بولے-

"بس تھوڑا بہت انجوائے کر لیتے ہیں۔۔۔اور علی کو چھیڑے بغیر مجھ سے رہا ہی نہیں جاتا میں کیا کروں۔۔۔اِس کو دیکھ کر ہی مجھے چھیڑنے کی گدگدی شروع ہو جاتی ہے"- اُنہوں نے کیپٹن علی کو آنکھ مارتے ہوئے کہا تو سب نے پھر قہقے لگائے جب کہ کیپٹن علی سب کو گھورتے رہے-

وہ سب جب بھی فری ہوتے کسی نہ کسی کو گھیر کے اُس کو خوب زچ کرتے- کیپٹن حسن اس کام میں سرِ فہرست ہوتے تھے- وہ بہت زندہ دل انسان تھے- خود بھی ہمیشہ ہنستے رہتے اور دوسروں کو بھی ہنسائے رکھتے- کیپٹن آکاش کو اُن سے دلی لگاؤ تھا- کیپٹن علی اور کیپٹن حسن کی بھی گاڑھی چھنتی تھی- مگر کیپٹن حسن کیپٹن علی کو تنگ کرنے سے کبھی باز نہیں آتے تھے- وہ ہر موقعے پہ اُن کی کسی نہ کسی بات کو پکڑ کر بیٹھ جاتے -

"چلو آکاش کوئی گانا سنا دو آج۔۔۔کافی دن ہو گیے ہیں تم سے گانا سنے۔۔۔"- کیپٹن تنویر نے کیپٹن آکاش کو پکڑا-

"نن نہیں نہیں بھئی مجھے کوئی گانا وانا نہیں آتا۔۔۔"- اُنہوں نے فورا انکار کیا-

"آکاش پلیز یار سنا دو ہاں کچھ آج بہت دل کر رہا۔۔۔"- کیپٹن اسلم نے بھی کہا تو باقی سب بھی فورس کرنے لگے-

کیپٹن آکاش کو ماننا ہی پڑا- کیپٹن علی بھاگ کر اندر سے ایک صندوق پکڑ لائے-

"چلو آکاش سنا دو اب تو ڈھول بجانے کے لیے مراسی بھی تشریف لے آیئے ہیں"- کیپٹن حسن نے شرارت سے کہا تو کیپٹن آکاش کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی ہنس پڑے-

"میں اکیلا نہیں سناؤں گا آج۔۔۔بلکہ سب باری باری سنائیں گے اور شروعات حسن سے کرتے ہیں۔۔۔۔کیوں بھئی"۔ اُنہوں نے باقی سب کی بھی رائے لی۔کیپٹن حسن تو مارے حیرت کے اُچھل ہی پڑے۔ نئی مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔

"یاہو۔۔۔۔۔یہ ہوئی نہ بات آکاش۔۔۔۔چلو بھئی ہو جاؤ شروع۔۔۔۔"۔ کیپٹن علی کو بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔

"یہ تو غلط بات ہے مجھے کوئی گانا نہیں آتا۔۔۔"۔ اُنہوں نے دہائی دی۔

"کچھ بھی سنا دو۔۔۔۔جیسا آتا ویسا ہی چلے گا۔۔۔۔"۔ کیپٹن آکاش نے کہا تو اُنہوں نے منہ کے کئی زاویے بنائے۔ کیپٹن علی کو اُن کی حالت بہت مزہ دے رہی تھی۔

"چلو حسن شروع ہو جاؤ"۔ کیپٹن اسلم نے کہا تو اُنہوں نے منہ بناتے ہوئے گانا شروع کر دیا۔

میرے رشک قمر

تو نے پہلی نظر

جب نظر سے ملائی

مزہ آگیا

کیپٹن حسن گلا پھاڑ پھاڑ کر گانے لگے تو سب نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

"او بھئی بس کر دے بخش دے بیچارے مرحوم نصرت فتح علی خان کو۔۔۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری یہ پھٹے ڈھول جیسی آواز سن کر وہ قبر سے اُٹھ کر تیری مرمت کرنے آجایئے"۔ کیپٹن علی نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔

"آکاش تم سناؤ پلیز۔۔۔کیونکہ ہمارے کانوں میں اتنی طاقت نہیں ہے"۔ اُنہوں نے کیپٹن آکاش کو کہا۔ وہ اب مزید کسی اور کا گانا سننے کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔

"ہاہاہا۔۔۔توبہ علی اچھا خاصا تو گا رہا تھا بیچارہ۔۔۔ابھی تو اُس نے تمہاری شادی پر بلو ٹھمکا لگا والے گانے پر ڈانس بھی کرنا ہے"۔ کیپٹن آکاش بولے تو سب ہنس پڑے۔

"بلو نہیں بلا ٹھمکا لگا۔۔۔۔"۔کیپٹن علی نے اُن کی بات درست کی۔ کیپٹن حسن نے کھینچ کہ اپنی کیپ اُن کو دے ماری جسے اُنہوں نے فورا سرعت سے کیچ کر لیا۔

"چلو آکاش سناؤ پلیز۔۔۔"۔ وہ سب فورس کرنے لگے تو وہ بالا آخر مان ہی گیے۔

"اوکے فائن بٹ میں گانا نہیں کوئی نغمہ سنا دیتا ہوں"۔ اُنہوں نے گلا کھنکارتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔کچھ بھی چلے گا"۔ کیپٹن تنویر نے فورا کہا۔

قسم ہے تمہارے لہو کی شہیدو
قسم ہے تمہارے لہو کی شہیدو
قرض ہم تمہارا چکا کر رہیں گے
جو دشمن ہراساں ہمیں کر رہا ہے
جو دشمن ہراساں ہمیں کر رہا ہے
ہم اُن ظالموں کو مٹا کر رہیں گے
قسم ہے تمہارے لہو کی شہیدو
قرض ہم تمہارا چکا کر رہیں گے

اُنہوں نے اپنی خوبصورت آواز میں جونہی گانا شروع کیا تو وہاں ایک سماں بند گیا۔ اُن کی آواز میں سب کھو سے گیے۔

امن ہو گا گلشن میں مہکیں گی کلیاں
وہ شہروں میں رونق وہ روشن سی گلیاں
یہ جنت سی وادی یہ دلکش نظارے
پہاڑوں میں بہتی ندی کے کنارے
بہت خوبصورت وطن ہے ہمارا

ہم اس کے حسن کو بڑھا کر رہیں گے
جو دشمن ہراساں ہمیں کر رہا ہے
جو دشمن ہراساں ہمیں کر رہا ہے
ہم اُن ظالموں کو مٹا کر رہیں گے
قسم ہے تمہارے لہو کی شہیدو
قرض ہم تمہارا چکا کر رہیں گے

جزبات کی شدت سے اُن کا چہرہ سرخ ہو گیا-ہر کوئی اُن کی وطن سے اِس قدر محبت پر حیران رہ گیا- پُر عزم لہجہ جس میں کچھ کر جانے کی لگن تھی- سب کو اُن پر رشک آیا- اُن کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گیے -

"جادو ہے تمہاری آواز میں آکاش۔۔۔۔قسم سے انسان کھو سا جاتا"- کیپٹن اسلم نے سچائی سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائے- سب نے تالیاں بجا کر اُن کو داد دی-

اُسی اثنا میں میجر کاشف اور میجر بابر وہاں آگیے- سب کے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ زبانوں کو بھی بریک لگ گیے- وہ فورا مودب ہو کر کھڑے ہو گیے-

"کیا چل رہا بھئی یہاں۔۔۔؟"- اُنہوں نے باری سب کا جائزہ لیا- کسی کی ہمت نہیں تھی کہ اُن کی بات کا جواب دیتا- سب سر جھکائے کھڑے رہے-

"کافی سستی آگئی ہے آپ لوگوں میں۔۔۔"- میجر بابر نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا- "کچھ کام نہ لیا جائے ان سے کیا خیال ہے"- اُنہوں نے میجر کاشف سے رائے مانگی -

"بلکل میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔آئیں زرا گراؤنڈ میں آپ سب۔۔۔"- وہ اُن کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے آگے بڑھ گیے-

سب فورا اُن کے پیچھے ہی لپکے-

"مجال ہے دو گھڑی چین کی سانس لے لے بندہ"- کیپٹن علی نے کیپٹن حسن کے کان میں سرگوشی کی جسے کیپٹن آکاش نے بخوبی سن لیا تھا -

"تو اور کیا۔۔۔"- اُن کا بھی موڈ آف ہو گیا-

****

فریال کتابیں اور نوٹس پھیلائے پڑھنے میں مگن تھی جب شبنم چلی آئی-

"اپی آپ کو پاپا نے نیچے بلایا ہے"-اُس نے آکر اطلاع دی-

"کیوں؟ "- وہ حیران ہوئی-

"پھوپھو آئی ہیں اِس لیے۔۔۔"- وہ سر جھکا کر گویا ہوئی -

"کیا مصیبت ہے۔۔۔ماما کہاں ہیں ؟"- اُس کو غصہ آگیا-

"وہ بھی وہیں ہیں۔۔۔۔"- وہ سنجیدگی سے بولی-

فریال دوپٹہ درست کرتی بیڈ سے نیچے اُتری- وہ چپل پہن کر کمرے سے نکل گئی- شبنم بھی اُس کے پیچھے ہی لپکی-

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو سب وہیں موجود تھے- ایک صوفے پر دادی اور پھوپھو بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ دوسرے پر پاپا اور اُن سے کچھ فاصلے پر فیضان بیٹھا ہوا تھا- ماما البتہ اکیلی ہی بیٹھی ہوئی تھیں- اُن کا چہرہ از حد سنجیدہ تھا -

فریال کو دیکھ کر نبیلہ پھوپھو کہ چہرے پر کئی رنگ آیئے-

فریال نے آہستہ سے سلام کیا اور آسیہ بیگم کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی-

"ارے بیٹا اِدھر میرے پاس آکر بیٹھو نہ۔۔۔۔"- نبیلہ پھوپھو نے اپنے اور دادی کے درمیان جگہ بناتے ہوئے کہا- لہجے کو جتنا ممکن تھا میٹھا بنانے کی کوشش کی-

"میں یہیں اپنی ماما کے پاس ہی ٹھیک ہوں"- وہ نخوت سے بولی-

نبیلہ پھوپھو اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں- اُن کو شدید انسلٹ فیل ہوئی- مگر برداشت کر گئیں-

"بھائی صاحب اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنی بیٹی کو انگوٹھی پہنا دوں"- کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اُنہوں نے حسن صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا-

"لو بھئی اِس میں پوچھنے والی کیا بات ہے ضرور پہناؤ"- جواب دادی کی طرف سے آیا تھا- شبنم اور آسیہ بیگم کا رنگ فق یوا -

جب کہ فریال اطمینان سے بیٹھی رہی- اُس کو حیرت نہیں ہوئی تھی -

"فریال بیٹا پھوپھو کہ پاس بیٹھو آکر۔۔۔"- پاپا نے اُسے کہنے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں اشارہ بھی کیا- تو وہ بنا کچھ بولے اُن کے پاس آکر بیٹھ گئی-

جس پر آسیہ بیگم کے ساتھ ساتھ دادی اور پاپا کو بھی حیرت ہوئی-

پھوپھو نے بمشکل اپنی خوشی چھپائی- اُنہوں نے پرس سے انگوٹھی نکالی-

"پھوپھو آپ یہ کس چیز کی انگوٹھی پہنا رہی ہیں مجھے۔۔۔"- اُس نے معصومیت سے سوال کیا تو اب کی بار پھوپھو حیران ہوئیں-

"بیٹا میں تمہیں اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں- میں نے حسن بھئی سے تمہیں اپنے فیضان کے لیے مانگ لیا ہے- اور یہ منگنی کی انگوٹھی ہے"- اُنہوں نے زبردستی مسکراتے ہوئے بتایا-

"ایک منٹ ایک منٹ آپ کو کس نے کہا کہ میں آپ کے بیٹے سے منگنی کر رہی ہوں۔۔۔"- اُس نے کہا تو وہاں موجود سب کو سانپ سونگھ گیا-

"میں سمجھی نہیں بیٹا۔۔۔"- نبیلہ پھوپھو یا تو انجان ہونے کا ڈرامہ کر رہی تھیں یا واقعی نہیں سمجھی تھیں-

"سیدھی سی تو بات کہی ہے کہ میں فیضان بھائی سے انگیجمنٹ نہیں کرنا چاہتی اب اس میں نا سمجھ آنے والی کیا بات ہے بھلا"- اُس نے اطمینان سے جواب دیا تو دادی کو تو جیسے پتنگے ہی لگ گیے-

"ارے زبان تو دیکھو اِس کی کیسے قینچی کی طرح چلتی ہے- نہ باپ کا لحاظ ہے اور نہ باقی بڑوں کا۔۔۔سامنے تیری پھوپھی بیٹھی ہے کوئی سہیلی نہیں جیس کو تو نے کیسے منہ پھاڑ کہ کہہ دیا کہ منگنی نہیں کرے گی"-دادی تڑخ کر بولیں تھی-

"او فو دادی آپ تو ہر بات کا اُلٹا ہی مطلب لیا کریں- جب مجھے نہیں کرنی تو مطلب نہیں کرنی اب فضول کی بحث میں کیا ملے گا"- وہ دو بدو جواب دیتے ہوئے بولی- ناجانے اتنی ہمت آج کہاں سے آگئی تھی-

"فریال کمرے میں جاؤ اپنے۔۔۔"- حسن صاحب نے غصے سے کہا تو اُس کا دل اچھل کر ہلق میں آگیا- فریال نے اُن کی طرف دیکھا غصے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں خون اتر آیا تھا-

"پاپا آپ ایک بات اچھی طرح جان لیں آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے مار دیں بے شک مجھے منظور ہے مگر میں فیضان بھائی سے کسی صورت شادی نہیں کروں گی"- اُس نے ہمت سے کہا اور کمرے سے نکل گئی- آسیہ بیگم کے اندر تک سکون اُتر آیا-وہ بھی اُس کے پیچھے ہی چلی گئیں- جبکہ باقی بیٹھے افراد ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگے-

****

دن تیزی سے گزرنے لگے- حیدر کی شادی میں بس تین دن باقی تھے- حیدر کی شادی کے تمام فنکشن شہر میں اُس کے بڑے تایا کے گھر تھے- اُس کے سارے گھر والے وہاں آچکے تھے- وہ تینوں بھی اپنا سامان پیک کر رہے تھے-

"آکاش سے بات کرنی تھی نہ۔۔۔آیئے گا یا ایسے ہی ٹرخا رہا ہے"- پیکنگ کرتے حیدر نے فارس سے پوچھا جو اپنی شرٹ پریس کر رہا تھا- فرحان شاور لے رہا تھا-

"مجھے تو لگتا نہیں آنا اُس نے کیونکہ اگر آنا ہوتا تو بتاتا۔۔۔"- فارس نے بنا اُس کی طرف دیکھے جواب دیا- حیدر نے بیگ کی زپ بند کی-اُس کا کام ختم ہو چکا تھا-

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا اُسکا۔۔۔اویں لگا ہوا تھا کہ کوشش کروں گا آنے کی۔۔۔"- وہ اُس کے پاس چلا آیا- دیوار سے ٹیک لگا، کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا ہو گیا-

"کال کرو زرا اور پوچھو ہاں کیا کہتا بھلا۔۔"- فارس نے اُسے مشورہ دیا تو وہ منہ بناتے ہوئے بولا-

"میرے فون میں بیلنس نہیں ہے۔۔۔ -"

"شاباش ہے۔۔۔کبھی پیسے خرچ بھی کر لیا کرو۔۔کنجوس نہ ہو تو۔۔۔یہ لو میرے سیل سے کر لو"- فارس نے پاکٹ سے نکال کر اپنا سیل اُس کی جانب بڑھایا- حیدر نے ڈھٹائی سے بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے تھام لیا-فارس اُسے گھور کر اپنے کام میں مگن ہو گیا-

حیدر نے نمبر ملایا مگر وہ آف تھا- اُس نے دو تین بار ٹرائی کیا مگر نمبر ہنوز آف ملا -

"بند ہے اُس کا نمبر۔۔۔"- اُس نے فارس کو فون پکڑاتے ہوئے کہا-

"ایک بات تو بتاؤ؟ "- اُس نے فون پاکٹ میں ڈالتے ہوئے پوچھا-حیدر نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا-

"کل فریال سے کیا باتیں کر رہے تھے تم لان میں کھڑے ہو کر۔۔۔"- فارس نے اُسے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا-

"کچھ خاص نہیں۔۔۔ویسے ہی پوچھ رہا تھا کہ وہ شادی میں آیئے گی یا نہیں "- وہ پاکٹ سے چاکلیٹ نکالتے ہوئے بولا- ریپر اُتار کر ایک بائیٹ لی-

"تو کیا کہا تھا اُس نے۔۔۔"- فارس نے استری کا پلگ نکال دیا-

"کہہ رہی تھی کہ آئیں گی وہ لوگ۔۔۔میں نے تو مہندی کی انویٹیشن بھی دی تھی مگر اُس کے لیے اُس نے منع کر دیا کہ رات کو آنے کی پرمیشن نہیں ملے گی۔۔۔ویسے یار کیا ہی اچھا ہو اگر آکاش بھی آجایئے تو"- حیدر نے چاکلیٹ ختم کر کے ریپر واپس پاکٹ میں ڈال لیا-

"اگر ایسا ہوا تو وہ بہت غصہ ہو گا۔۔۔پہلے ہی لڑائی کر چکا اِس بات پہ۔۔۔"- وہ بالوں کو ہاتھ کی مدد سے سنوارتے ہوئے بولا تو حیدر نےایک لمبا سانس لیا- بات تو ایک دم سہی کہہ رہا تھا-

"وجیہہ بھی آئے گی۔۔۔ویسے میں تو یار کہوں گا کہ تم اُس کو بتا ہی دینا کہ تمہیں اُس سے پہلی نظر والا پیار ہو گیا"- حیدر آنکھ دباتے ہوئے بولا تو فارس نے ایک گھونسا اُسے دے مارا-

"دفعہ ہو جاؤ تم۔۔۔۔"- وہ نظریں چراتا کمرے سے نکل گیا تو پیچھے وہ کتنی ہی دیر مسکراتا رہا-

****

آج اتوار تھا- صبح صبح ہی دھوپ نکل آئی تھی- دسمبر کی یہ دھوپ بہت بڑی نعمت تھی- آکاش جلدی اُٹھ گیا تھا- وہ ایکسرسائز کرنے کے بعد لان میں چلا آیا- دھوپ کی ہلکی ہلکی تپش سکون دے رہی تھی- اُس نے ہاتھ پاکٹ میں ڈال لیے اور واک کرنے لگا-دل میں عجیب سی اُداسی چھائی ہوئی تھی- کل حیدر کی مہندی تھی اور وہ اُن کے ساتھ نہیں تھا- چھٹی کے امکان نظر نہیں آرہے تھے -

تبھی اُس نے میجر بابر بابر کو اپنی طرف آتے دیکھا- وہ وہیں رک گیا-

"ہیلو آکاش گڈ مارننگ۔۔۔۔"- وہ بھی شاید ایکسرسائز کر کے واپس آئے تھے- کیونکہ اُن کا سانس پھول رہا تھا-

"ہیلو سر گڈ مارننگ ٹو یو ٹو۔۔۔۔"- وہ مسکراتے ہوئے بولا-

"میں جاگنگ کر کہ آیا تھا۔۔تمہیں یہاں دیکھا تو چلا آیا"- اُنہوں نے وضاحت دی-

آکاش نے بس مسکرانے پر اکتفا کیا-

"سر آپ کو بیٹے کی بہت بہت مبارک ہو۔۔۔"- آکاش کو یاد آیا تو بولا- میجر بابر کا بیٹا ہوا تھا- آکاش جب چھٹی پہ تھا تب اُنہوں نے سب کو پارٹی بھی دی تھی -

"تھینک یو آکاش۔۔۔۔"- اُنہوں نے اُس کا شکریہ ادا کیا-وہ لوگ چلتے ہوئے کافی دور نکل آئے-

"تم بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔کچھ دنوں سے میں نوٹ کر رہا ہوں کافی پریشان لگ رہے ہو"- میجر بابر عقابی نظریں رکھتے تھے یہ بات آکاش نے سنی تھی مگر آج دیکھ بھی لی- وہ رک گیا- حیرت سے اُن کو دیکھنے لگا- تو وہ مسکرائے-

"ایسا تو کچھ نہیں پوچھا میں نے جو تم اتنا حیران ہو رہے ہو۔۔۔۔"- وہ آج شاید اچھے موڈ میں تھے- ورنہ اتنے فرینک کبھی نہیں ہوتے تھے-آکاش تو حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگا-

"نہیں سر ایسی کوئی بات نہیں ہے"- وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولا-

"اگر کوئی پرسنل بات ہے تو اٹس اوکے لیکن اگر کوئی فیملی پرابلم ہے تو تم مجھ سے ڈسکس کر سکتے ہو"- اُنہوں نے کہا تو آکاش کو پھر جھٹکا لگا- میجر بابر کا یہ تو کوئی اور ہی روپ تھا-

"سر ایسی کوئی بات نہیں ہے بس کل میرے بیسٹ فرینڈ کی شادی ہے تو دل تھوڑا اُداس ہے"- وہ سچائی سے بولا- میجر بابر کتنی ہی دیر اُس کی طرف دیکھتے رہے-

"کب ہے شادی۔۔۔؟"- اُنہوں نے دوبارہ پوچھا-

"کل مہندی ہے۔۔۔"- وہ مختصر بولا-

"تم نے چھٹی کے لیے اپلائی کرنا تھا"- وہ دوبارہ چلنے لگے-

"کیا فائدہ سر جب چھٹی ملے گی ہی نہیں۔۔۔"- وہ افسردہ ہو گیا-

"میں تمہاری سفارش کر سکتا ہوں اگر تم چاہو تو۔۔۔"- وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولے-

"رئیلی سر۔۔۔"- آکاش نے بے یقینی سے اُن کو دیکھا-

"آف کورس یار۔۔۔اب بتاؤ کتنے دن کی چھٹی چاہیے -"

"بس دو دن کی سر۔۔۔"- آکاش سے اپنی خوشی سنبھالنا مشکل ہو گیا-

"چلو ٹھیک ہے تمہیں چھٹی مل جائے گی۔۔۔انجوائے کرنا شادی اچھے سے۔۔۔"- اُنہوں نے اُس کا کاندھا تھپتپاتے ہوئے کہا-

"چلو اب میں چلتا ہوں۔۔۔ایک چھوٹا سا کام نمٹانا ہے۔۔۔ٹیک کیئر"- وہ جانے لگے تو آکاش نے ممنون نگاہوں سے اُن کو دیکھتے ہوئے کہا-

"تھینک یو سر۔۔۔۔"- وہ فرط جزبات سے بولا تو وہ مسکرا کر آگے بڑھ گیے-

"او مائی گاڈ یہ سر کو کیا ہو گیا اچانک سے اتنی مہربانیاں۔۔۔۔"- وہ دل میں سوچنے لگا-

"خیر جو بھی ہو میرا کام تو ہو گیا نہ۔۔۔۔حیدر لوگوں کو سرپرائز دوں گا"- وہ سر جھٹک کر بڑبڑاتا ہوا واپس آ گیا-

****

مہندی کی تقریب پورے زور و شور سے جاری تھی- وائٹ شلوار سوٹ میں ملبوس گلے میں پیلے رنگ کی پٹی ڈالے حیدر بہت خوبصورت لگ رہا تھا- آج تو اُس کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے تھے- فارس اور فرحان اُس کو بہت چھیڑ رہے تھے- وہ اندر سے تھوڑا اداس بھی تھا- وجہ آکاش کی غیر موجودگی تھی-

"یار کیا تھا اگر آکاش بھی آجاتا تو۔۔۔۔"- وہ افسردگی سے بولا-

"کاش آجاتا۔۔۔۔"- فارس بھی اداس ہو گیا-

"چلو یار اداس مت ہو۔۔۔تم دولہے ہو اور دلہے اداس اچھے نہیں لگتے۔۔۔موڈ ٹھیک کرو زرا"- فارس نے اُس کی خاطر چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجا لی- فارس نے کولڈ ڈرنک گلاس میں ڈال کر اُس کی طرف بڑھائی- وہ سپ لینے لگا -

"حیدر بھائی آکاش بھائی آئے ہیں "- حیدر کی چھوٹی سسٹر نے آکر بتایا تو حیدر کے ہاتھ سے گلاس چھوٹتے چھوٹتے بچا-

او مائی گاڈ۔۔۔۔۔"- فارس خوشی اور حیرت کے ملے جلے جزبات لیے بولا- کچھ ایسا ہی حال حیدر کا بھی تھا-

وہ دونوں وہیں بیٹھے تھے ابھی جب وہ چلا آیا- اُس وقت وہ ابھی یونیفارم میں ہی تھا -

"واٹ آ سرپرائز آکاش۔۔۔۔"- حیدر اُس کے گلے لگ گیا- آکاش مسکرایا- "سیریسلی مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ تم آگیے ہو میں اور فارس ابھی تمہارے بارے میں ہی بات کر رہے تھے"- اُس نے آکاش سے الگ ہوتے ہوئے بتایا- فارس بھی اُٹھ کر اُس سے ملا-

"بس یار میں نے سوچا کونسا تم نے بار بار شادی کرنی ہے چلا ہی جاتا ہوں کیا یاد رکھو گے"- وہ شرارت سے بولا تو حیدر مسکرایا-

"تم ہر بار آنے کی حامی بھرو میں دو تین اور شادیاں کر لوں گا"- اُس کا لہجہ بھی شرارتی تھا- فارس نے ایک مکا اُس کے بازو پہ دے مارا-

"فرحان کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہا"- آکاش کو اُس کی کمی محسوس ہوئی تو پوچھنے لگا-

"یہیں کہیں ہو گا۔۔۔تم آؤ بیٹھو۔۔۔"- فارس نے اُس کے لیے جگہ بنائی تو وہ بیٹھ گیا-

"سیدھے یہاں آئے ہو۔۔۔؟"- فارس نے اُس کا حلیہ دیکھ کر انداز لگایا-

"ہاں سیدھا آیا ہوں۔۔۔کل گھر جاؤں گا صبح۔۔۔"- اُس نے اپنی کیپ اُتار کر سائیڈ پہ رکھ دی-

"اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے پانی پیو گے یا چینج کرو گے؟ -"

"نہیں پہلے میں چینج کروں گا۔۔۔اُس کے بعد کچھ اور۔۔۔ -"

"چلو آؤ میرے ساتھ میں تمہیں لے کے چلتا ہوں۔۔۔تم فریش ہو جانا اور میں تمہارا سامان نکال دوں گا۔۔۔"- فارس نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے اُٹھ گیا- " اور تم لان میں چلو ہم وہیں آئیں گے۔۔۔"- فارس نے حیدر کو کہا تو وہ ٹھیک ہے کہتا ہوا باہر نکل گیا-

تبھی فرحان فارس کو ڈھونڈتا ہوا وہاں آیا تو آکاش کو سامنے پاکر وہیں دروازے میں رک گیا- آکاش مسکراتے ہوئے اُس کی طرف بڑھا-

"آکاش تم۔۔۔"- فرحان کو بھی اُسے سامنے دیکھ کر جھٹکا لگا-

آکاش نے اُس کو گلے لگا لیا- "صرف تم سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔۔۔"- اُس نے فرحان کو چھیڑا-

"سیریسلی۔۔۔"- وہ بھی شرارتی ہوا -

"ہاں تو اور کیا تم سے ملنے کے لیے بہت دل کر رہا تھا۔۔۔حیدر کی شادی کا تو بس بہانہ تھا -"

"رہنے دو سب پتہ مجھے۔۔۔"- فرحان مسکرایا-

"چلو میں پانچ منٹ میں چینج کر کہ آیا۔۔۔"- آکاش نے کہا اور فارس کے ساتھ چلا گیا- فرحان بھی گنگناتا ہوا باہر چلا گیا-

****

برات کا فنکشن رات میں تھا- فریال کو بڑی مشکلوں سے اجازت ملی- اُس نے کئی جھوٹ بولے تب جاکہ آسیہ بیگم نے اُس کو بھیجا مگر ساتھ میں شبنم کو بھی لے جانے کا کہا- فریال اِس بات پر کچھ بگڑ گئی- مگر آسیہ بیگم نے جب کچھ سختی سے کہا تو وہ مان گئی- اُس نے زونیرہ لوگوں کو بھی اپنے ساتھ تیار کر لیا- وہ بھی لاکھ نخرے کر کہ مانی تھیں- فریال نے بلیک کلر کا کلیوں والا فراک پہنا تھا جس پر

گولڈن کام تھا- ساتھ میں گولڈن کلر کے ہی آئیر رنگز اور چوڑیاں تھیں- گولڈن ہی پنسل ہیل پہنی تھی- بالوں کی اُس نے فرنچ چوٹیا کی تھی جو اُس پر ہمیشہ کی طرح بہت سوٹ کر رہی تھی -

وہ بہت پیاری لگ رہی تھی- حیدر اُن کو دیکھ کر کافی خوش ہوا تھا- اُس کو یقین نہیں تھا کہ وہ لوگ آئیں گی-

"تھینک یو فریال آپ نے میرے کہنے کا مان رکھا۔۔۔یو آر سچ آ نائس گرل۔۔۔"- وہ مسکراتے ہوئے بولا تو فریال نے بھی جواباً ہلکی سی مسکراہٹ سے شکریہ ادا کیا -

"شادی کی بہے بہت مبارک ہو آپ کو۔۔۔"- سب نے باری باری اُسے مبارک باد دی- حیدر نے اِدھر اُدھر دیکھا -

"شکریہ گرلز۔۔۔"- وہ کچھ پریشان سا تھا-

"یااللہ اب پلیز آکاش کا اور فریال کا سامنا نہ یو جائے۔۔۔وہ تو میرا خون کر دے گا۔۔۔"- اُس نے دل میں دعا مانگی-

"فریال اندر آئیں آپ لوگ میں اپنی ماما سے آپ کو ملواتا ہوں۔۔۔"- اُس نے اُن لوگوں کو ہال سے ہٹانا چاہا- سسس

وہ سب اُس کے ساتھ اندر آگئیں- جہاں حیدر کی سسٹرز اور کزنز بھی تھیں- فریال کو سب سے مل کہ بہت اچھا لگا-

زونیرہ لوگوں کا موڈ بھی اب کچھ بہتر ہو گیا تھا- شبنم البتہ چپ چپ تھی- اُس کے لیے سب اجنبی تھے -

حیدر کی مدر اُن لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوئیں- اُن کو فریال بہت پسند آئی تھی- وہ اُن کو چھوڑ کر خود باہر آگیا-

فرحان اور آکاش دونوں تصویریں لینے میں مگن تھے- تبھی آکاش کی نظر اُس لڑکی پر پڑ گئی- وہ کتنے ہی لمحے اُس کو دیکھتا رہا- نظر ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی- وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ لڑکی کون تھی مگر وہ اُسے بہت اچھی لگی تھی- وہ لڑکی فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے بہت پریشان سی لگ رہی تھی- آکاش نے اپنے ساتھ کھڑے کیمرے میں تصویریں دیکھتے فرحان کو مخاطب کیا-

"فرحان۔۔۔۔"- اُس نے ہولے سے پکارا-

"ہوں۔۔۔۔"- وہ مصروف سے انداز میں بولا- اُس کا دیہان کیمرے میں تھا-

"وہ لڑکی کون ہے۔۔۔۔؟"- اُس نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ اب بھی فون ہر لھی تھی- فرحان نے حیرانگی سے نظریں اُٹھا کر اُس سمت دیکھا جس

سمت اشارہ کیا گیا تھا- آکاش کسی لڑکی کے بارے میں پوچھ رہا تھا حیرت کی بات تو تھی -

جب اُس کی نظر سیڑھیوں پر پڑی تو کیمرہ اُس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا- آکاش نے تعجب سے اُس کو دیکھا- فرحان نے فورا کیمرہ پکڑ لیا-

"کیا ہوا۔۔۔؟"- آکاش نے سوالیہ انداز میں اُس کو دیکھا-

"کک کچھ نہیں۔۔۔"- وہ گڑبڑا گیا-

"حیرت ہے۔۔۔"- فرحان نے زیر لب کہا-

"تم نے بتایا نہیں کہ یہ لڑکی کون ہے۔۔۔؟"- آکاش نے پھر پوچھا- فریال اب وہاں سے جاچکی تھی -

"کاشی کیا تم سچ میں اِس کو نہیں جانتے۔۔۔"- اُس نے دکھی سا منہ بناتے ہوئے پوچھا-

"ظاہر ہے نہیں جانتا اِسی لیے تو پوچھ رہا ہوں۔۔۔"- آکاش نے اُس کے انداز کچھ خاص نوٹ نہیں کیے تھے- اُس کا دیہان تو ابھی تک اُس لڑکی میں تھا -

"یااللہ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔"- فرحان نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو آکاش نے حیرت سے اُس کو دیکھا-

"کیا مطلب۔۔۔"- وہ کچھ نہیں سمجھا تھا-

"مطلب یہ کہ تم نے کبھی اِس لڑکی کو پہلے نہیں دیکھا کیا۔۔۔آئی مین یاد کرو کبھی دیکھا ہو یا بات ہوئی ہو۔۔۔۔"- فرحان کو اُس کی یادشت پہ شعبہ ہو رہا تھا- ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔وہ اُسے کیسے نہیں پہچان سکتا تھا-

"یار اب اتنے بھی برے دن نہیں آئے کہ میں لوگوں کو بھولنا شروع کر دوں۔۔۔اِس لڑکی کو میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار اِس کو دیکھا۔۔۔"- آکاش نے اُس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا- جب کہ فرحان تو بیہوش ہونے والا ہو گیا تھا-

"اچھا بتاؤ تو کون ہے یہ۔۔۔۔؟"- آکاش کے لہجے میں بے چینی تھی-

"ہماری یونی فیلو ہے۔۔۔۔"- فرحان نے اب کچھ تو کہنا تھا- اُسے سیدھا سیدھا نام لینا مناسب نہیں لگا تھا-

"ویسے تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔۔؟"- فرحان نے اب کی بار مشکوک انداز میں پوچھا تو آکاش سر کھجانے لگا-

"یار مجھے لائف میں پہلی بار کوئی لڑکی اچھی لگی ہے۔۔۔سیریسلی شی از ویری نائس اینڈ پریٹی۔۔۔۔"- آکاش کا انداز کھویا کھویا تھا- اور یہ سن کر فرحان تو مرنے والا ہو گیا تھا-

تبھی آکاش کا فون بجا تو وہ سائیڈ پہ چلا گیا- فرحان وہی کرسی پہ ڈھیر ہو گیا-

فارس اُسے ڈھونڈتا ہوا آیا تو اتنا اداس اور پریشان بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا-

"کیا ہوا تمہیں۔۔۔۔بڑے اداس بیٹھے ہو۔۔۔۔انداز تو ایسے ہیں جیسے کوئی لڑکی دھوکا دے گئی ہو۔۔۔۔"- فارس نے شرارت سے اُس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا-

"لڑکی نہیں لڑکا دھوکا دے گیا ہے۔۔۔۔"- وہ عجیب سے انداز میں بولا تو فارس نے اُس کے سر پر ایک چپت لگائی-

"کیا بول رہے ہو۔۔۔۔؟"- وہ اُس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا-

"بلکل سچ بول رہا ہوں فارس۔۔۔۔جب تم سنو گے نہ تو تمہارا بھی یہی حال ہو گا-"

"رئیلی ایسی کیا بات ہے۔۔۔۔۔بتاؤ زرا۔۔۔۔"- فارس نے تجسس سے پوچھا-

"آکاش نے فریال کو پہچاننے سے صاف انکار کر دیا۔۔۔"- اُس نے بتایا تو فارس سپرنگ کی طرح اچھلا-

"پہلیاں مت بجھاؤ جلدی بات بتاؤ۔۔۔ -"

"یار ابھی کچھ دیر پہلے فریال سیڑھی پہ کھڑی کسی سے بات کر رہی تھی فون پر ۔۔۔آکاش نے مجھ سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے۔۔۔اور میرے کئی بار ہوچھنے پر بھی اُس نے کہا کہ وہ اُس لڑکی کو نہیں جانتا بلکہ وہ تو اُسے دیکھ ہی فرسٹ ٹائم رہا ہے۔۔۔"- فرحان نے بتایا تو فارس کو سہی معنوں میں شاک لگا-

"ایسا کیسے ہو سکتا جس لڑکی کی وجہ سے اُس نے ہم لوگوں سے لڑائی کی۔۔۔اتنا تماشہ ہوا وہ اُس کو جانتا تو دور کی بات پہچانتا ہی نہیں۔۔۔"- فارس کو اب فرحان کی حالت کا اندازہ ہوا تھا- وہ بیچارہ واقعی سہی پریشان تھا -

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا ہے یہ سب۔۔۔"- فرحان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی-

"اس بارے میں فری ہو کر سوچیں گے۔۔۔بٹ ابھی تم آکاش کو یہ نہ بتانا کہ وہ فریال ہے۔۔۔چپ چاپ بس نوٹ کرتے رہو اُسکو۔۔۔جو ہو گا دیکھ لیں گے۔۔۔"- فارس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو فرحان نے سر اثبات میں ہلا دیا-

****

I am a Soldier,

My heart is in the land.

I fight for life and freedom,

As I walk upon the sand.

I do not walk unworthy,

I will not stand alone.

The Angels travel with me,

I fight for land and home.

I am a Soldier,

A Daddy and a friend,

A comrade and a brother,

A warrior to the end.

I do not walk unknowing,

The risk upon the way,

For God travels with me,

Each and every day.

میسج کی ٹون بجنے پر آکاش نے چیک کیا تو کیپٹن حسن کا میسج تھا- اُنہوں نے زیرِ لب پڑھا اور پڑھنے کے بعد ویری نائس حسن لکھ کہ سینڈ کر دیا-

کچھ دیر بعد ہی حسن کا دوسرا میسج آگیا-

"آکاش واپس کب آؤ گے۔۔۔؟ -"

"کل انشاء اللہ آجاؤں گا۔۔۔"- اُس نے جواب لکھ کہ بھیجا- وہ ساتھ ساتھ ٹی وی پر میچ دیکھ رہے تھا -

"ہم لوگ آج شام کو ایک اپریشن کے لیے جا رہے ہیں اگر تم آج آجاتے تو تم سے ملاقات ہو جاتی"- حسن کا تیسرا میسج تقریباً پانچ منٹ کے وقفے سے موصول ہوا تھا -

"ڈونٹ وری یار جب تم واپس آؤ گے تو ملاقات ہو جائے گی"- آکاش نے ایک سمائلنگ فیس کے ساتھ میسج کا جواب دیا-

"آکاش اگر زندگی نے دوبارہ مہلت ہی نہ دی ملنے کی تو۔۔۔"- فورا میسج آیا- آکاش پریشان ہو گیا- اُس نے اُسی ٹائم حسن کے نمبر پہ کال کی-

حسن نے دو تین بیل پر ہی کال پک کر لی۔

"کیا ہو گیا حسن ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔۔۔؟"۔ آکاش نے بنا کوئی اور بات کیے ڈائریکٹ بات پوچھی۔

"پتہ نہیں مگر مجھے ایسا لگتا کہ جیسے میں لاسٹ ٹائم جا رہا ہوں۔۔۔اُس کے بعد مجھے کبھی شاید موقع نہ ملے۔۔۔"۔ حسن کی آواز میں کچھ تو غیر معمولی تھا۔ آکاش کو اُس کی بہت فکر ہوئی۔ وہ ایسا ہی تھا۔ ہر کسی کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتا تھا۔

"پاگل مت بنو ایسا نہیں سوچتے کچھ نہیں ہو گا۔۔۔انشاء اللہ تم واپس آؤ گے۔۔۔"۔ آکاش نے اُسے تسلی دی۔

"آکاش اگر تم شام سے پہلے آجاتے تو میں تم سے ایک بار مل لیتا۔۔میرا بہت دل کر رہا تم سے ملنے کو پلیز آجاؤ۔۔۔"۔ حسن نے اُس سے جیسے ریکوسٹ کی تھی۔

"اب تو ناممکن ہے۔۔۔اگر تم صبح مجھے بتاتے تو میں شاید آجاتا مگر اب اگر آ بھی گیا تو شاید ملاقات نہ ہو پائے۔۔۔"۔ آکاش کو افسوس ہوا۔ اگر اِس وقت وہ حسن کے پاس ہوتا تو اُسے تسلی دیتا۔

"اور اگر ہم کبھی نہ مل پائے دوبارہ تو۔۔۔"- حسن نے پھر وہی بات چھیڑ دی-
"تمہیں پتہ آکاش اِس اپریشن کے لیے مجھے نہیں چنا گیا تھا مگر میں نے زبردستی اپنا نام لکھوایا ہے۔۔۔اور مجھے ایسے لگتا جیسے یہ کام میں نے نہیں کیا بلکہ مجھ سے کروایا گیا ہے۔۔۔میرے اندر سے کسی نے مجھے کہا کہ تم بھی اِس کام کے لیے جاؤ کیونکہ تمہارا جانا بہت ضروری ہے۔۔۔"- وہ آکاش کو بتا رہا تھا اور آکاش کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں -
"حسن پلیز ڈونٹ وری کچھ نہیں ہو گا اللہ پر بھروسہ رکھو۔۔۔"- آکاش نے اُس سے زیادہ جیسے خود کو تسلی دی-
"تمہیں پتہ آکاش تم بہت اچھے ہو۔۔۔تمہارا دل سونے کا ہے۔۔۔تم ہمیشہ سب کا اچھا سوچتے ہو۔۔۔مجھے کبھی کبھی تم پہ رشک آتا کہ تم اتنے اچھے ہو۔۔۔میں تمہیں بہت ذیادہ پسند کرتا ہوں آکاش۔۔۔"- حسن نے کہا تو آکاش کی آنکھوں میں نمی آگئی-
"تم بھی بہت اچھے ہو حسن۔۔۔میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ کی طرح کامیاب ہو کہ واپس آؤ۔۔۔کیونکہ تم ہم سب کے لیے بہت خاص ہو۔۔۔"- آکاش کو اِس وقت اُس انسان پہ بہت پیار آیا- کتنا معصوم اور سچا انسان تھا -

"اگر زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔۔۔۔"- حسن نے الوداعی کلمات کہے-

"انشاء اللہ۔۔۔۔"- آکاش نے سچے دل سے کہا-

"اپنا خیال رکھنا میں تمہیں بہت مس کروں گا۔۔۔۔اور پریشان ہونے کی بلکل ضرورت نہیں ہے"- آکاش نے اُسے تسلی دی-

حسن نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا-

آکاش کو عجیب سی بے چینی لگ گئی- اُس کا ٹی وی میں بلکل دل نہیں لگ رہا تھا- وہ لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا- لیپ ٹاپ میں سب کی تصویریں دیکھنے لگا- مگر ناجانے کیوں حسن کی تصویر دیکھ کر اُس کے دل کی بے چینی بڑھتی چلی جاتی- کچھ تو غلط ہونے والا تھا -

وہ لیپ ٹاپ لے کر کہ باہر لاؤنج میں آگیا-

مسز ربانی لاونج میں صوفے پر بیٹھی کسی کام میں مصروف تھیں-

وہ اُن کے قدموں میں بیٹھ گیا- سر اُن کی گود میں رکھ لیا- مسز ربانی نے پیار سے اُسکی طرف دیکھا-

"کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔۔؟"- اُنہوں نے اُسے لیپ ٹاپ پر مصروف دیکھ کر پوچھا-

"اماں کمانڈو کا یونیفارم دیکھیں کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔۔۔اور اِس کا کلر دیکھیں میرون ہے۔۔۔یونیفارم میں پانچ رنگ ہیں۔۔۔آرمی کے یونیفارم سے یہ کتنا ڈفرنٹ ہے۔۔۔"- آکاش نے اُن کو ایک پک دکھاتے ہوئے بتایا-

"یہ کون ہے۔۔۔؟"- اُنہوں نے سکرین پہ جگمگاتی تصویر کو دیکھ کر پوچھا جس کے بارے میں وہ اُن کو بتا رہا تھا-

"اماں یہ شہید ہو چکے ہیں۔۔۔اور یہ اِن کی مدر ہے"- اُس نے ایک اگلی تصویر دکھاتے ہوئے بتایا-

"ماشاء اللہ بہت پیارا بچہ ہے۔۔۔"- اُنہوں نے توصیفی انداز میں کہا-

"اماں دیکھیں یہ کتنی پراؤڈ مدر ہیں۔۔۔اگر میں شہید ہوا نہ تو آپ بھی ایسے ہی پراؤڈ مدر ہونگی۔۔۔"- وہ اپنے دیہان میں کہہ گیا مگر اُن کے تو جیسے کسی نے دل پہ وار کیا تھا- اُنہوں نے فورا اپنا ہاتھ اُس کے ہونٹوں پہ رکھا-

"کاشی میں تو مر ہی جاؤن گی۔۔۔میں تو ایک دن بھی تمہارے بغیر نہیں رہ پاؤں گی۔۔۔"- اُن کی آنکھوں میں انسو دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا-

"میں تو مزاق کر رہا تھا آپ تو سیریس ہی ہو گئی"- اُس نے لیپ ٹاپ بند کر سائیڈ پہ رکھتے ہوئے کہا-

مغرب کی اذانیں شروع ہو گئیں -

"آکاش ایسی باتیں مت کیا کرو میرے ساتھ مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں"- اُنہوں نے اُس کے بالوں پہ اپنے لب رکھتے ہوئے کہا-

"پر اماں یہ بھی تو دیکھیں نہ جب میں شہید ہوا تو آپ کو میرا آرمی کا یونیفارم ملے گا اور ساتھ جھنڈا بھی دیا جائے گا۔۔۔"- وہ کھویا کھویا بولا-

"تم پھر شروع ہو گیے۔۔۔"- اُنہوں نے ناراضگی سے کہا-

"اماں کہتے ہیں اذان کے وقت جو بھی دعا مانگیں قبول ہوتی ہے اور میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ آپ ایک دن پراؤڈ مدر بنیں۔۔۔"

"اللہ کرے تیرے بچے بھی تجھے ایسی باتیں کہیں پھر تمہیں احساس ہو گا کہ کیسا لگتا ہے۔۔۔"- وہ پھر ناراض ہوئیں-

"او فو اماں آپ تو واقعی میں سنجیدہ ہو جاتی ہیں میں تو اویں مزاق میں لگا ہوں۔۔۔"- آکاش اُن کو پریشان ہوتا دیکھ کر بات پلٹ گیا-

"آکاش جب تم ایسی باتیں کرتے ہو نہ تو مجھے لگتا جیسے کوئی میری بہت قیمتی چیز مجھ سے چھیننا چاہتا ہو۔۔۔تم خدا کے لیے یہ سب نہ کہا کرو کیونکہ اگر تمہیں کچھ ہو

گیا نہ تو میں ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ پاؤں گی۔۔۔۔"- وہ پھر رونے لگیں تو اُسے لینے کے دینے پڑ گیے-

"میری پیاری ماں میں بس مزاق کرتا ہوں آپ اویں ٹینشن لے لیتی ہیں۔۔۔۔اچھا چلیں مجھے چائے بنا کہ دیں "- اُس نے اُن کا دیہان بٹانا چاہا-

وہ واقعی اس میں کامیاب بھی ہو گیا- مسز ربانی اُٹھ کر کچن میں چلی گئیں اور آکاش کا دیہان پھر سے حسن کی طرف چلا گیا-

****

دسمبر کا مہینہ سٹارٹ ہو چکا تھا- آکاش، اگلے دن ہی واپس چلا گیا- آج تین دسمبر کی تاریخ تھی- صبح سے ہی دھند نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا- پورا دن دھوپ نے اپنی شکل نہیں دکھائی تھی- سردی کی شدت اِس قدر زیادہ تھی کہ ہیٹر کی موجودگی میں بھی ہاتھ سخت سرد تھے- آکاش اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا- اُس کی سوچ کا پنچھی دور کہیں ایبٹ آباد کی فضاوؤں میں پرواز کر رہا تھا- وہ لڑکی اِس وقت شدت سے یاد آرہی تھی- اُس نے سوچا کہ اُسے حیدر لوگوں سے نمبر لے کر اُس لڑکی سے بات کرنی چاہیے- اِس سے پہلے کہ وہ کسی کو کال کرتا کیپٹن علی بہت عجلت میں اندر داخل ہوئے- اُن کے چہرے پر ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں -

"کیا ہوا علی۔۔۔؟"- اُن کو کسی گڑ بڑ کا احساس ہوا- وہ فورا اُٹھ کہ اُس کے پاس آیا -

"حسن شہید ہو گیا آکاش۔۔۔"- علی کی آنکھوں میں انسو آگیے- آکاش ساکت ہوا- اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ علی نے جو بات کہی تھی وہ سچ تھی- اُس کے کانوں میں کیپٹن حسن کے وہ آخری الفاظ گونجنے لگے -

"آکاش اگر زندگی نے دوبارہ ملنے کی مہلت نہ دی تو۔۔۔"-

علی ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا تھے- آکاش کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بولے -

"کب ہوا یہ۔۔۔؟"- اُس نے کافی دیر بعد ہمت جھٹا کر پوچھا-

"دوپہر دو بجے کے قریب ہوا۔۔بٹ مجھے ابھی اطلاع ملی ہے۔۔۔عشا کی نماز کے بعد جنازہ ہے۔۔۔سب لوگ جارہے ہیں تم بھی آجاؤ۔۔۔"- کیپٹن علی اپنی بات کہہ کر جا چکے تھے -

آکاش وہیں کرسی پر ڈھیر ہو گیا- کیا ہے اِس زندگی کی حقیقت۔۔۔اگلی سانس بھی آئے گی یا نہیں کون جانے۔۔۔کس قدر تلخ حقیقت ہے یہ موت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کو جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا مگر اس کو تسلیم کرنا بھی بہت مشکل ہے اور کبھی کبھی تو نا ممکن ہی ہو جاتا- کتنی بے رحم ہے یہ کتنے پیارے پیارے لوگوں کو کس بے دردی سے نگل لیتی ہے اور اُن کا نام و نشان تک مٹا دیتی ہے- اور بے شک شہید کی موت سے بہتر کوئی موت نہیں ہے مگر دکھ تو اُس کو بھی ہوتا۔۔۔اپنے پیاروں کو خود سے جدا کرنا اتنا آسان کہاں ہے-

اپنے پیاروں کو رخصت کرنا اُن کو خدا حافظ کہنا کتنا مشکل ہے یہ آکاش نے اُس دن جانا تھا -

کیپٹن حسن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی- آکاش کو لگا جیسے وہ کہہ رہا ہو دیکھ لیا آکاش تم نہیں آیے نہ اب ترسو گے مجھ سے ایک بار ملنے کو۔۔۔

اُن کو زیادہ دیر دیکھنے کی آکاش میں ہمت نہیں تھی -

"خدا حافظ حسن میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔۔۔"- آکاش نے اُس کا آخری دیدار کرتے ہوئے زیرِ لب یہ الفاظ کہے- وہ فورا وہاں سے ہٹ گیا- اُس کو قبر میں اتارنے یا دیکھنے کی ہمت اُس میں نہیں تھی -

وہ لوگ رات دس بجے وہاں سے واپسی کے لیے روانہ ہو گیے- تین دسمبر کا وہ دن آکاش کی زندگی کا سیاہ ترین دن تھا- اُس نے اپنا بہت پیارا ساتھی، دوست اور

ہمارے ملک نے ایک بہادر جانباز کھویا تھا- ہر سو فضا میں سوگواریت تھی- ہر آنکھ اُس بہادر جوان کی شہادت پر نم تھی-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہر زخم وقت کے ساتھ بھر جاتا ہے مگر وہ ایسا نشان چھوڑ جاتاہے جو وقتاً فوقتاً اُس کی یاد دلاتا رہتا ہے- کچھ انسان ہمیشہ کے لئے دلوں میں بس جاتے ہیں- اُن کی یادیں اُن کی باتیں دل و دماغ پر نقش ہو جاتی ہیں- دنیا کی کوئی دوسری چیز اُن کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی -

کیپٹن حسن سب کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیے تھے- کیپٹن علی بہت اداس رہنے لگے تھے- وہ دونوں جتنا لڑتے تھے اُتنا ہی ایک دوسرے سے پیار بھی کرتے تھے- آکاش خود بہت ڈسٹرب تھا- کیپٹن حسن سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس اُن کو زندگی بھر رہنا تھا- وہ رات کے کھانے کے بعد واپس آیا تو فرحان کی کال آگئی -

اُس نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے کال پک کر کے فون کان سے لگا لیا -

"کیسے ہو۔۔۔؟"- فرحان نے خوشگوار موڈ میں پوچھا-

"ٹھیک ہوں تم سناؤ۔۔۔"- وہ سنجیدہ تھا -

"کہاں بزی تھے میں کب سے کال کر رہا تھا۔۔۔۔ -"

"کھانا کھانے گیا تھا ابھی واپس آیا ہوں۔۔۔۔سیل فون روم میں ہی تھا"-مختصر سا جواب دیا گیا-

"فارس کیسا ہے اور حیدر بھی واپس آیا کہ نہیں۔۔۔۔؟ -"

"حیدر تو ابھی تک ہنی مون سے ہی نہیں آیا۔۔۔۔فارس آج کل جاب ڈھونڈ رہا ہے"- فرحان نے مختصر تفصیل دی-

"تمہارے کیا ارادے ہیں۔۔۔۔؟"- آکاش نے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا- تبھی کیپٹن حسن چلے آئے-

"آکاش چارجر دینا زرا میرا نہیں مل رہا۔۔۔"- اُنہوں نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا- آکاش نے سوئچ بورڈ کی طرف اشارہ کیا- کیپٹن علی نے آگے بڑھ کہ اُتار لیا-

"فری ہو کہ آنا چائے پئیں گے۔۔۔۔"- وہ جاتے جاتے اُن کو کہہ کر چلے گیے- آکاش نے خاموشی سے بس سر ہلا دیا- کیپٹن علی باہر نکل گیے- وہ اِس وقت ساتھ والے روم میں بیٹھے تھے- باقی سب بھی وہیں تھے -

"کیاہوا آکاش۔۔۔۔؟"- فرحان نے اُسے چپ پاکر پوچھا-

"کچھ نہیں تم بتاؤ جو میں نے پوچھا ہے۔۔۔۔ -"

"میں پاپاکابزنس جوائن کروں گا۔۔۔"- فرحان نے ایک لمبا سانس بھرتے ہوئے کہا-

"ہمم گڈ۔۔۔یہ فارس گھر گیا کہ نہیں۔۔۔۔"- اُسے یاد آیا تو پوچھا-

"گیا تھا مگر مرتضی انکل سے پھر جھگڑا ہو گیا تو واپس آگیا۔۔۔-"

"بہت بد تمیز ہے کرتا ہوں بات اور لیتا ہوں اِس کی خبر۔۔۔"- آکاش کو سن کے افسوس ہوا- فارس کی اپنے پاپا کے ساتھ کم ہی لگتی تھی- وہ ڈاکٹر تھے- اُسے اپنے کام میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں تھی -

"ہاں یار سمجھاؤ کچھ اُسکو۔۔۔میں نے اِسی لیے فون کیا تمہیں۔۔۔میری تو کوئی سنتا نہیں۔۔۔"- فرحان نے افسوس سے کہا-

"ہاں میں کرتا ہوں بات کہاں اس وقت۔۔۔؟"- آکاش نے اُسے تسلی دی-

"باہر گیا ہوا کسی کام سے۔۔۔ -"

"میں کال کر کہ سمجھاؤں گا ڈونٹ وری۔۔۔ -"

"اور سناؤ سب ٹھیک ہے۔۔۔؟"- فرحان نے پوچھا تو آکاش نے اضطراب سے بالوں کو مٹھی میں بھرا -

"ہاں سب ٹھیک ہے۔۔۔"- وہ کچھ دیر بعد بولا-

ایک طویل وقفہ اُن دونوں کے درمیان حائل ہوا۔

"فرحان ایک کام کرو گے میرا۔۔۔؟"۔ آکاش نے دوبارہ بات شروع کی۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔"۔ فرحان نے جھٹ سے جواب دیا۔

"مجھے اُس لڑکی کا نمبر دو جسے حیدر کی شادی پہ دیکھا تھا میں نے۔۔۔اور سنو اُس کی مرضی سے دینا اگر وہ انکار کر دے تو فورس مت کرنا۔۔۔"۔ آکاش کی بات پر فرحان نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ وہ کتنا انجان تھا۔

"آکاش اُس کا نمبر تو میں ابھی تمہیں دے سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس ہے مگر۔۔۔"۔ فرحان نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مگر۔۔۔"۔ وہ پریشان ہوا۔

"یار یہ وہی لڑکی ہے جس نے تمہیں فون کیا تھا مطلب وہ لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ فریال حسن ہے۔۔۔"۔ فرحان نے اُس کے سر پہ جیسے بم پھوڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کچھ ایسا بھی ہو سکتا۔

"آکاش اگر تمہیں نمبر چاہیے تو میں دے سکتا ہوں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔"۔ فرحان نے اُسے چپ پاکر دوبارہ کہا۔

"نہیں چھوڑو۔۔۔"۔ وہ انکار کرتے ہوئے بولا۔ فرحان چپ ہو گیا۔

"تم نے اُس لڑکی کو پہچانا کیوں نہیں تھا میرا مطلب ہے کہ تم مل چکے ہو اُس سے پھر بھی تمہیں پتہ نہیں چلا تھا۔۔"- وہ کچھ دیر بعد بولا -

"یہ بہت پرانی بات ہے ریسٹورینٹ میں اُسے میں نے اتنے غور سے نہیں دیکھا تھا بس سرسری سی نظر پڑ گئی تھی- آکاش کی آنکھوں کے سامنے اُس دوپہر کا منظر گھوم گیا- جب وہ لڑکی ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھ رہی تھی- مگر اُس نے اتنا غور نہیں کیا تھا- وہ کچھ دیر کے لیے اپنی فرینڈ کی طرف متوجہ ہوئی تو اُس دوران وہ لوگ وہاں سے آگیے تھے- اُسکے بعد وہ سب بھول بھال گیا -

"ویسے آکاش وہ بہت اچھی لڑکی ہے اینڈ شی رئیلی لوز یو۔۔۔جب سے تم نے اُس کو انکار ہے کافی چینج ہو گئی ہے۔۔۔بہت چپ چپ رہتی ہے۔۔۔تم نے اچھا نہیں کیا اُسکے ساتھ۔۔۔۔"- فرحان کو فریال کے لیے افسوس ہوا-

"میں اب جب واپس آؤں گا نہ تو گھر میں بات کروں گا۔۔۔۔میں شادی کرنا چاہتا ہوں اُس سے۔۔۔۔۔"- کچھ دیر بعد جب وہ بولا تو فرحان کو شاک لگا-

"رئیلی کیا تم واقعی سیریس ہو۔۔۔۔"- وہ بے یقین تھا-

"ہاں یار میں سیریس ہوں۔۔۔مجھے افسوس ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ غلط کیا اُسکا دل توڑا۔۔۔وہ تھوڑی پاگل ہے اِسی لیے اُسنے مجھ سے تب وہ سب باتیں کی تھی۔۔لیکن اب میں بات کرنے کی بجائے ڈائریکٹ شادی کروں گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔ہم سب یہی چاہتے تھے کیونکہ وہ لڑکی سچ میں اچھی ہے اور تمہارے لیے بیسٹ ہے۔۔۔اور اگر بات کرنی ہوئی تو مجھ سے نمبر لے لینا ویسے اگر تم اُس سے بات کر لیتے تو زیادہ اچھا تھا پھر بھی جو تمہیں مناسب لگے"۔ فرحان نے اُس کا موڈ اچھا دیکھ کر کہا۔

"کہہ تو تم سہی رہے ہو۔۔۔لیکن پہلے میں گھر میں بات کر لوں۔۔۔"۔ آکاش نے اُس کی بات سے اتفاق کیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔"۔ فرحان کو خوشی ہوئی تھی۔

"فارس آیا تو اُس کو کہنا مجھ سے بات کرے۔۔۔"۔ وہ مدھم سا مسکرایا تھا۔

"کہہ دوں گا۔۔۔"۔ فرحان نے ہامی بھر لی۔

"اپنا خیال رکھنا ٹھیک ہے پھر بات ہو گی۔۔۔"۔ آکاش نے ٹائم دیکھتے ہوئے کہا۔ کیپٹن علی کی بار بار اندر کال آرہی تھی۔ وہ لوگ ویٹ کر رہے تھے۔

"خدا حافظ۔۔۔"۔ فرحان بولا۔

"خدا حافظ۔۔۔۔"- آکاش نے کہتے ہوئے کال کٹ کر دی-

****

زندگی اپنے معمول کے مطابق رواں دواں تھی- دن گزر رہے تھے-فارس کو جاب مل گئی تھی- فرحان نے اپنے پاپا کا بزنس جوائن کر لیا- وہ آج کل سنگا پور میں ہوتا تھا- وہاں اُن کی ایک فرم تھی وہ فرحان سنبھال رہا تھا- پاکستان کا چکر کبھی تین مہینے بعد لگتا اور کبھی چھ مہینے بعد وہ آجاتا- حیدر اپنے گاؤں چلا گیا تھا- وہ تینوں بھی اب ایک دوسرے سے الگ ہو چکے تھے- فرحان اور افشاں کی انگیجمنٹ ہو چکی تھی- ہر کوئی اپنی زندگی کی الجھنوں میں کھویا ہوا تھا- کبھی مہینوں بعد وہ لوگ کچھ گھنٹوں کے لئے ملتے تھے- دو سال بیت گیے- مگر لگتا یوں تھا جیسے صدیاں بیت گئیں- آکاش کی ایس ایس جی کی ٹریننگ شروع ہو چکی تھی- وہ اُن سب سے زیادہ مصروف تھا- اب تو وہ فون پہ بھی بہت کم بات کرتا تھا- فریال نے اِن دو سالوں میں ہر لمحہ اُس کو یاد کیا تھا- آکاش اُس سے چاہنے کے باوجود بھی بات نہیں کر پایا تھا-

فریال بی ایس کرنے کے بعد اب گھر میں ہی ہوتی تھی- مئی کی وہ ایک دوپہر تھی- جب زونیرہ اُس سے ملنے آ گئی- وہ آجکل اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف

تھی- فریال اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی ناجانے کتنے دنوں بعد وہ اُس سے مل رہی تھی- گھر پہ اِس وقت کوئی نہیں تھا وہ اُسے اپنے کمرے میں لے آئی-

"زونی تم بیٹھو میں تمہارے لئے کچھ لے کہ آتی ہوں۔۔۔"- فریال نے اُس کو بٹھایا اور بولی -

"نہیں فری رہنے دو تم اِدھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔۔۔"- زونیرہ نے اُس کا بازو تھام کر اُسے روک لیا- فریال نے دروازہ بند کر کے اے سی آن کر دیا -

وہ اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی-

"شادی میں آنے کا ارادہ ہے نہ تمہارا یا نہیں۔۔۔"- زونیرہ نے چادر اُتار کر سائیڈ پہ رکھی اور دوپٹہ گلے میں لے لیا-

"آؤں گی جانی نہ والی کونسی بات ہے۔۔۔"- فریال نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے چیپس کے دو بڑے پیکٹ نکالے جو شبنم نے کل رکھے تھے- اُس نے ایک زونیرہ کی طرف بڑھایا اور دوسرا خود لے لیا-

"کل افشی آئی تھی ہم دونوں شاپنگ پہ بھی گئیں تھی"- زونیرہ نے پیکٹ کھولتے ہوئے اُسے بتایا-

"مجھے بھی بلا لیتی بد تمیزی میں بھی آ جاتی۔۔۔گھر میں رہ رہ کہ تو میں پاگل ہونے والی ہوں"- فریال نے اُسے گھورا تو وہ ہلکا سا مسکرائی-

"تمہیں فون کیا تھا لیکن تمہارا نمبر بند تھا پھر ہم دونوں کی چلی گئیں۔۔۔ -"

"ہڈ حرام عورت لینڈ لائن پہ کر لیتی۔۔۔"- فریال کو افسوس ہوا-

"یاد نہیں رہا۔۔۔"- وہ بے نیازی سے بولی-

"دفعہ ہو تم سے امید بھی یہی ہے۔۔۔اچھا بیٹھو میں کولڈ ڈرنک لاتی ہوں ۔۔۔"- وہ بیڈ سے اُٹھتے ہوئے بولی-

"نہیں چاہیے کولڈ ڈرنک تم بیٹھی رہو۔۔۔"- زونیرہ نے اُسے پھر ٹوکا-

"تم نہ پینا میں اپنے لیے کے آتی ہوں۔۔۔"- وہ کہہ کر چلی گئی- زونیرہ منہ بناتے ہوئے چپس کھانے لگی- کچھ ہی دیر بعد وہ کوک کے دو گلاس لے آئی- ساتھ میں شامی کباب بھی تھے -

"انٹی نے تمہیں بڑا سگھڑ بنا دیا ویسے۔۔۔"- وہ شرارت سے بولی- "ویسے شامی کباب اتنی جلدی بنا لائی ہو۔۔۔"- اُسے حیرت بھی ہوئی-

"تمہارے آنے سے پہلے بنائے تھے ابھی تو بس گرم کر کہ لائی ہوں۔۔۔"- وہ کوک کا گلاس اُسے پکڑاتے ہوئے بولی-

"کل افشی نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جو تم سنو گی نہ تو پاگل ہو جاؤ گی۔۔۔"- زونیرہ نے ایک سپ لیا اور بولی-

"ایسا کیا بتا دیا۔۔۔؟"- اُس نے بھونیں اچکاتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا-

"یار مجھے قسم سے سن کہ یقین نہیں آیا تھا"- زونیرہ نے سسپنس کریٹ کیا- فریال کو ہمیشہ کی طرح تپ چڑھ گئی-

"ڈرامے کم کرو اور سیدھی طرح بتاؤ۔۔۔ -"

"پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں آکاش کی یاد آتی ہے۔۔۔؟"- زونیرہ نے پوچھا تو فریال کا منہ کی طرف جاتا گلاس والا ہاتھ رک گیا-

"پتہ نہیں۔۔۔تم چھوڑو اِس بات کو اور یہ بتاؤ کہ افشی نے کیا بتایا تھا؟ "- اُس نے گلاس واپس ٹرے میں رکھ دیا- اب پینا مشکل تھا-

"حیدر کی شادی پہ آکاش بھی آیا تھا۔۔۔"- زونیرہ نے اُسکے سر پر دھماکا کیا- وہ حیران رہ گئی-

"لیکن میں نے تو اُس کو نہیں دیکھا۔۔۔"- وہ دماغ پہ زور ڈالنے لگی-

"مگر اُس نے تمہیں دیکھا تھا۔۔۔"- وہ سنجیدگی سے بولی-

"ہاں اور پھر اپنے دوستوں سے لڑائی کی ہو گی کہ اُنہوں نے مجھے کیوں بلایا۔۔۔بیچارے وہ لوگ ہمیشہ میری وجہ سے اپنی انسلٹ کروا لیتے ہیں۔۔۔"- فریال کو سن کے بہت افسوس ہوا تھا-

"اُس نے تمہیں پہچانا ہی نہیں تھا۔۔۔"- زونیرہ کی اگلی بات اُس کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھی-

"چلو یہ کثر رہ گئی تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔۔۔"- اُس کا لہجہ بولتے ہوئے رندھ گیا-

"اُس نے فرحان سے تمہارا نمبر مانگا تھا۔۔۔وہ تم سے بات کرنا چاہتا تھا"- زونیرہ بولی تو وہ حیرانگی سے اُس کو دیکھنے لگی- دونوں کی کولڈ ڈرنک گرم ہو چکی تھی-

"کک کیوں۔۔۔؟"- فریال کا دل دھڑکنے لگا-

"یہ تو مجھے نہیں پتہ اب۔۔۔لیکن فرحان نے اُس کو بتا دیا تھا کہ جس لڑکی کا وہ نمبر مانگ رہا وہ تم ہو اور پھر اُس نے کہا کہ اُسے نمبر نہیں چاہیے۔۔۔"

"اتنی نفرت ہے اُسے مجھ سے۔۔۔"- فریال کا دل ایک بار پھر ٹوٹا- اُس کی آنکھوں میں انسو آ گئے-

زونیرہ نے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا- وہ رونے لگی-

"میں نے ایسا کیا کر دیا ہے زونی جو وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتا ہے۔۔۔"- وہ ہچکیاں لے رہی تھی- زونیرہ کو افسوس ہوا اُسے یہ بات فریال کو نہیں بتانی چاہیے تھی-

****

زندگی تھک کے گرتی ہے تو خیال آتا ہے
جان لیوا ہے لاحاصل کی تمنا

کیا ہے زندگی۔۔۔؟ شاید ایک پہیلی۔۔۔کوئی پزل۔۔۔یا کوئی راز۔۔۔ایسا راز جس سے آج تک پردہ نہیں اُٹھا سکا- انسان ساری زندگی کوشش کرتا رہ جاتا مگر اِس پہیلی۔۔۔اس پزل۔۔۔اس راز تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا -

کبھی کبھی یوں لگتا جیسے ہم بے مقصد سفر کر رہے ہیں ایک انجان راستے پر ۔۔۔جہاں نہ کوئی مسافر ہے نہ کوئی راہی اور نہ ہی اُس سفر کی کوئی منزل ہے -

کبھی زندگی ایک دریا کی طرح لگتی ہے جو بہتا جاتا بہتا جاتا۔۔۔جس کی نہ موجیں ہوتی ہیں اور نہ ہی لہریں۔۔۔اُس کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا۔۔۔کوئی سمت نہیں ہوتی -

انسان فضول میں ہی اِس کے پیچھے سفر کر رہا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ایک دن رک جائے گی۔۔۔فنا ہو جائے گی مگر پھر بھی وہ اِس کی تسلسل میں ہے۔۔۔اِس کی کھوج میں بھاگ رہا ہے۔۔۔اُسے اِس بات کا بھی خطرہ ہوتا کہ وہ آخر میں خالی ہاتھ رہ جائے گا مگر وہ بنا پرواہ کیے صرف بھاگتا ہے -

وہ بھی لاحاصل کے پیچھے بھاگ رہی تھی- اُس سفر میں اُس کی کوئی منزل نہیں تھی- کوئی اُس کا ہمراہی نہیں تھا- وہ بلکل اکیلی تھی- وہ اُس راستے سے مڑنا چاہتی تھی مگر کوئی طاقت تھی جو اُس کو اُس راستے پر مڑنے نہیں دے رہی تھی- اُس کو آگے بس آگے لے کے جا رہی تھی- وہ طاقت محبت کی طاقت تھی- جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی بلکہ اب تو جنون کا روپ اختیار کر چکی تھی -

اُس کی زندگی میں ہر طرف بس اندھیرا تھا- مگر اُس اندھیرے میں اُمید کی ایک چھوٹی سی کرن تھی محبت۔۔۔اُس کو یقین تھا کہ شاید ایک دن اُس کی محبت اتنی روشن ہو جائے گی کہ اُس کی زندگی سے سب اندھیرے ختم کر دے گی- لیکن وہ وقت شاید بہت دور تھا یا پھر وہ وقت کبھی آنا ہی نہیں تھا-

****

آج لویل کا برتھ ڈے تھا- وہ اُٹھی تو سیل فون چیک کیا کافی لوگوں کے میسج تھے مگر آکاش کا میسج نہیں تھا- وہ حیران ہوئی- یہ کیسے ہو سکتا تھا وہ کیسے بھول سکتا تھا-

اُس نے فیس فک اوپن کی تو وہ آن لائن تھا- لویل نے اُسے میسج کیا-

"کیسے ہو جگر۔۔۔؟ -"

"فٹ ہوں۔۔۔سب خیریت ہے نہ۔۔۔؟"- کچھ دیر میں ہی میسج سین ہوا اور ریپلائی آگیا-

وہ کچھ دیر چپ رہی- آکاش اتنے میں آف لائن ہو گیا- لویل نے پھر میسج کیا-

"آن لائن ہو۔۔۔؟ -"

"نہیں۔۔۔"- دو منٹ بعد ریپلائی آیا-

وہ مسکرائی-

"افففف یہ چیز۔۔۔آئی لو دس۔۔۔"- لویل نے سمائل والے ایمو جی کے ساتھ ریپلائی کیا-

"تم سناؤ کیا حال ہے۔۔۔؟ -"

"اللہ کا شکر ہے۔۔۔"- وہ ایک دم فرش ہو گئی-

"ویسے آج کچھ ہے؟ "- اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا-

"نہیں۔۔۔"- فوراً جواب ملا-

لویل کو افسوس ہوا- اُسے واقعی میں بھول گیا تھا -

"ہاں ہے۔۔۔۔"- اُس نے تھوڑا زور دیا اپنی بات پر-

"یار تو آخر ہمارے اپریشن میں اتنا انٹرسٹ کیوں لے رہی ہے۔۔۔اپنا کام کر۔۔۔۔"- آکاش کو لگا وہ اِس سلسلے میں کچھ پوچھ رہی تھی -

"دفعہ ہو۔۔۔۔میں کچھ اور کہہ رہی ہوں۔۔۔۔"- اُسنے ناراضگی سے کہا-

"یاد کرو۔۔۔۔آج کچھ ہے۔۔۔۔ -"

"بتا دو اگر کوئی کام ہے کرنے کو تو۔۔۔۔"- آکاش اُسے تنگ کرنے لگا-

"فری نہ ہو زیادہ۔۔۔۔۔سیدھی طرح بتا۔۔۔"- اُس کا موڈ مزید بگڑ گیا-

"نہیں ڈیوڈ آج کچھ نہیں ہے۔۔۔آج بیس جون ہے۔۔۔۔اپریشن تیئس اور چوبیس کو ہے۔۔۔۔"- وہ ابھی بھی سنجیدہ نہیں تھا -

"دفعہ ہو جا۔۔۔۔"- لویل کو غصہ آگیا-

"بیس جون کے ساتھ کیا ہے۔۔۔۔؟ -"

"یار قسم سے بیس جون کو کچھ نہیں ہے۔۔۔میرے ذہن میں تو کچھ نہیں آرہا۔۔۔"- آکاش نے انجان ہونے کی ایکٹنگ کی-

"میری برتھ ڈے۔۔۔"- بالآخر لویل کو خود ہی بتانا پڑا-

"ہاں۔۔۔"- وہ فورا بولا- "ہاہاہا تو یہ بات تھی"- وہ ہنسا-

"دفعہ۔۔۔تو بھول گیا۔۔۔اُس دن تو یاد تھی تجھے۔۔۔"- وہ تھوڑا دکھی ہو گئی-

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ڈئیر سسٹر۔۔۔"- آکاش نے اُسے وش کیا-

"تھینک یو تھینک یو۔۔۔"- وہ خوش ہو گئی-

"تو تجھے کیا چاہیے برتھ ڈے پہ۔۔۔؟"- آکاش نے پوچھا-

اکیس سال کی ہو گئی ہوں۔۔۔ایک گرینیڈ چاہیے۔۔۔"- شرارتی سے ایکسپریشن کے ساتھ اُس نے میسج کیا-

"اوکے ڈن۔۔۔پھر بعد میں نہ بولیں کہ تجھے پیسے چاہیں۔۔۔۔ٹھیک ہے نہ۔۔۔"- آکاش نے بھی جواباً شرارت سے جواب دیا-

"ہاہاہا۔۔۔بعد میں جب آؤ گے تب دیکھوں گی اور گرینیڈ تجھے فری میں پڑ رہا ہے نہ اِس لیے۔۔۔"- وہ ہنسی تھی -

"ہاہاہا۔۔۔اوکے۔۔۔۔ -"

"ویسے کاشی تم سچ میں میرا برتھ ڈے بھول گیے تھے۔۔۔"- لویل نے کچھ دیر بعد پوچھا-

"تیرا کیا خیال ہے میں صبح صبح فیس بک آن کر کے بیٹھ جاتا ہوں اور کوئی کام نہیں ہے کیا مجھے۔۔۔آج بس آن کی ہے اور وہ بھی کسی خاص وجہ سے۔۔۔اور وہ وجہ اب تمہیں پتہ چل گئی ہے۔۔۔"- آکاش کا لمبا چوڑا میسج موصول ہوا-

"ہائے میری جان۔۔۔لو یو سو مچ۔۔۔یو میڈ مائے ڈے ویری سپیشل۔۔۔تھینک یو سو مچ۔۔۔"- لویل کو اُس پہ ڈھیروں پیار آیا-

"اچھا اماں اُٹھ گئی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ کاشی کے لیے ڈھیر سارا پیار۔۔۔ساتھ یہ بھی پوچھ رہی ہیں کہ نادان پرندے گھر کب آؤ گے۔۔۔؟-"

"اماں کو بھی میری طرف سے ڈھیر سارا پیار۔۔۔اور اُن کو بول کہ یہ نادان پرندہ اب اپنا مقصد پورا کر کے ہی گھر لوٹے گا"- کچھ دیر بعد اُس کا میسج آیا- سگنل پرابلم کی وجہ سے میسج دیر سے آ جا رہے تھے -

"اچھا چلو بائے اب مجھے کچھ کام ہے جلدی پھر بات کروں گا-"

"اوکے اپنا خیال رکھنا اور آرام سے رہنا اُدھر۔۔۔۔"- اُس نے جواب لکھ کر بھیجا تو کچھ دیر بعد ہی وہ آف لائن ہو گیالویل نے بھی فیس بک آف کر دی-

****

جولائی کا مہینہ شروع ہو چکا تھا- وقت تو جیسے پر لگا کر اُڑ رہا تھا- آج جولائی کی دو تاریخ تھی- اُن لوگوں کی ٹریننگ آجکل ایک صحرائی علاقے میں ہو رہی تھی- دھوپ کی شدت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ سب پسینے میں نہائے ہوئے تھے- دوپہر کا وقت تھا- وہ لوگ دوپہر کے کھانے کے لیے سامان ڈھونڈ رہے تھے- دو دو تین تین لوگوں کے گروپ بنا کر اُن کو کھانے کی تلاش میں بھیج دیا گیا- کیپٹن آکاش اور کیپٹن علی ایک ساتھ تھے- وہ چلتے ہوئے کافی دورآ گیے -

"پتہ نہیں کب ختم ہو گی یہ ٹریننگ۔۔۔۔؟"- وہ سخت اکتائے ہوئے لگ رہے تھے- شروع شروع میں سب کا جوش ہی قابلِ دید تھا مگر جوں جوں دن گزر رہے تھے اور ٹریننگ ٹف سے ٹف ہوتی جا رہی تھی اُن کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھتا جا رہا تھا- کافی لوگ تو ٹریننگ چھوڑ کر جا چکے تھے- بقول اُن کے یہ اُن کے بس کی بات نہیں تھی -

"ہو جائے گی یار ٹینشن مت لو۔۔۔"- کیپٹن آکاش نے اُن کو تسلی دی- ایس ایس جی کی ٹریننگ کرنا اُن کی زندگی کا سب سے بڑا خواب تھا-

"ٹینشن نہ لوں۔۔۔کیا بات کر رہے ہو یار۔۔۔"- وہ ایک دم رک گیے- "تم نے شکل دیکھی ہے میری یہاں آنے سے پہلے ایسی تھی کیا۔۔۔توے کی سیاہی کی طرح میرا رنگ ہو گیا۔۔۔مجھے تو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ یہ سہی کیسے ہو گا۔۔۔"- اُن کے اپنے ہی دکھڑے تھے- کیپٹن آکاش کو ہنسی آ گئی-

"فکر کیوں کرتے ہو جگر بازار میں ایک سے ایک رنگ گورا کرنے والی کریمیں دستیاب ہیں۔۔۔بس لگانے کی دیر ہے-"

"لگاؤں گا تو تب نہ جب یہاں سے نکلوں گا۔۔۔بازار کی شکل دیکھے یوں لگتا جیسے صدیاں گزر گئی۔۔۔مجھے تو لگتا کہ میں اِدھر ہی فوت ہونے والا ہوں وہ بھی بہت جلد۔۔۔"- کیپٹن علی آج کچھ زیادہ ہی بیزار نظر آ رہے تھے- دو دن سے وہ لوگ صرف پانی پہ گزارا کر رہے تھے- اور پانی بھی ایسا ہوتا جیسے ابال کے دیا ہو۔۔۔اوپر سے آج یہ آرڈر جاری کر دیا گیا تھا کہ کھانا خود ڈھونڈ کے لائیں- اب بندہ پوچھے کہ اِس صحرا میں کھانے کے لیے کیا ملے گا-

"بس تھوڑی سی رہ گئی ہے۔۔۔یہ بھی ہو جائے گی انشاء اللہ۔۔۔"- کیپٹن آکاش نے ان کے کاندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا-

"آکاش میرا تو دل کر رہا میں واپس چلا جاؤں۔۔۔ورنہ میں تو یہاں بھوک سے ہی مر جاؤں گا۔۔۔ -"

"خبردار جو ایسا سوچا بھی تو۔۔۔اگر یہی کرنا تھا تو آئے کیوں تھے۔۔۔اور یہ تم بار بار مرنے کی بات کیوں کر رہے ہو۔۔۔ہم سب بھی تو تمہارے ساتھ ہیں نہ۔۔۔"- اُن کی بات سن کر وہ ایک دم غصہ ہوئے -

"آکاش سانپ۔۔۔"- کیپٹن علی چلائے -

"کہاں۔۔؟"- وہ مڑے- پیچھے ایک موٹا تازہ اور کئی انچ لمبا سانپ تھا- کیپٹن علی فورا اُن کے پیچھے ہو گیے-

"اب یہ منحوس کہاں سے آ گیا۔۔۔"- وہ بڑبڑاتے ہوئے بولے-

"لگتا آج دوپہر اِسی پر گزارا کرنا پڑے گا۔۔"- کیپٹن آکاش کے چہرے پر مسکراہٹ آئی -

"پاگل ہو گیے ہو۔۔۔میں ایسا لنچ ہر گز نہیں کروں گا۔۔۔اس سے تو اچھا میں بھوکا ہی مر جاؤں"- کیپٹن علی کو سوچ کر ہی جھرجھری آ گئی-

"بیٹا کھانا تو یہی پڑے گا۔۔۔کیونکہ صحرائی علاقے کی سب سے مشہور ڈش سانپ ہے۔۔۔"- اُنہوں نے شرارت سے کہا- سانپ اب بھی وہیں تھا- وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا-

"نو نیور۔۔۔"- اُنہیں دیکھ کر ہی متلی سی ہو، رہی تھی- کجا کہ اُس کو کھانا۔۔۔

"چلو اِس کو پکڑتے ہیں۔۔۔"- کیپٹن آکاش نے بیگ سے ایک بوتل نکالی-

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا۔۔۔"- کیپٹن علی کو اُن کی دماغی حالت پر شعبہ ہوا تھا-

"فضول میں وقت مت ضائع کرو اور پکڑو اِس کو۔۔۔ -"

"اگر اِس نے کاٹ لیا تو۔۔۔؟"- اُن کو خوف محسوس ہوا- اتنا بڑا تو سانپ تھا-

"کچھ نہیں کہے گا۔۔۔سانپوں کو پکڑنے کے لیے بھی خاص ٹریکس ہوتی ہیں"- کیپٹن آکاش نے ایک نظر سانپ کو دیکھتے ہوئے کہا-

"کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ دن بھی آئیں گے"- کیپٹن علی نے افسردگی سے کہا تو وہ مسکرائے-

پانچ منٹ کی سر توڑ کوشش کے بعد اُنہوں نے سانپ کو پکڑ کر بوتل میں ڈال لیا اور واپسی کے لیے قدم بڑھائے-

جب وہ لوگ کیمپ پہنچے تو وہاں بھی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی- دو تین موٹے تازے سانپ پکڑ کے رکھے گئے تھے- کیپٹن شیر خان جو کہ پٹھان تھے اُنہوں نے ایک سانپ کو بلا کسی خوف کے ہاتھ میں پکڑا اور اُس سانپ کا اگلا حصہ جہاں زہر ہوتا وہ کاٹ کے پھینک دیا- سانپ اُن کے ہاتھ میں تڑپ رہا تھا- بعد میں اُنہوں نے بڑے آرام سے اُس کی کھال اُتار دی- کیپٹن علی کے لیے یہ منظر انتہائی کراہیت بھرا تھا- کچھ سوکھی لکڑیوں کو جمع کر کے آگ جلائی گئی- اُس سانپ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیے گیے- پھر اُن کو لوہے کی ایک سیخ پر چڑھا دیا گیا- کچھ دیر بعد وہ بھون گیے تو یہ فرق کرنا مشکل ہو گیا کہ وہ سانپ کا گوشت تھا یا کسی اور کا۔۔۔۔

"سچ میں یار یہ سانپ کا گوشت تو بہت ٹیسٹی ہوتا۔۔۔۔چکن بھی اس کے سامنے کچھ نہیں ہے۔۔۔۔واہ مزہ آ گیا آج تو۔۔۔۔"- کیپٹن اسلم نے شرارت سے کیپٹن علی کو دیکھتے ہوئے کہا جو اس وقت از حد قابل رحم لگ رہے تھے -

"بلکل ٹھیک کہا۔۔۔۔علی تم ایک بار ٹیسٹ تو کرو۔۔۔۔"- کیپٹن آکاش نے کیپٹن علی کو آفر کی-

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔جس کو دیکھ کر مجھے الٹی آتی ہے۔۔۔میں اس کو کھاؤں۔۔۔۔ایمپوسیبل۔"

"کھانا تو پڑے گا تمہیں آج۔۔۔۔"۔کیپٹن آکاش نے اُن کو چھیڑا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔"۔وہ نخوت سے بولے۔

کھاتے ہوئے سب نے مزے لے لے کر کھایا۔کیپٹن علی کسی صورت وہ کھانے کو تیار نہیں تھے۔مگر کیپٹن آکاش اور کیپٹن تنویر نے زبردستی اُن کو کھلایا۔اُن کی حالت دیکھ کر سب کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔

"اگر مجھے زرا سا شک بھی ہوتا کہ ایس ایس جی کی ٹریننگ میں یہ سب ہوتا تو میں کبھی خواب میں بھی یہاں آنے کا نہ سوچتا۔۔۔۔"۔کیپٹن علی نے کیپٹن آکاش کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تو سب ہنس پڑے۔

وہ سب اِس وقت قہوہ پی رہے تھے۔قہوہ بھی کیا تھا گرم پانی میں پتہ نہیں کس پودے کے پتے پیس کر ڈال دیے تھے اور اُس عجیب و غریب مشروب کو قہوے کا نام دے دیا گیا تھا۔نہ اُس میں کوئی چینی ڈالی گئی تھی۔

"ویسے میں نے اپنی پوری زندگی میں اس سے زیادہ بد مزہ مشروب نہیں پیا۔۔۔۔"۔کیپٹن حارث نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"خان صاحب تو بڑے مزے لے لے کر پی رہے ہیں یوں لگ رہا جیسے دودھ پتی ہو۔۔۔"- کیپٹن تنویر نے کیپٹن شیر خان کو دیکھتے ہوئے کہا-

"خان صاحب کی تو بات ہی چھوڑ دو ان کا تو کیس ہی الگ ہے۔۔۔وہ تو سانپ کا گوشت بھی بڑے مزے لے لے کر کھا رہے تھے-"- کیپٹن آکاش نے کہا تو سب ہنس پڑے جس میں کیپٹن شیر خان کی دبی دبی ہنسی بھی شامل تھی-

"اب کل کے لنچ میں بچھو کا گوشت کھانے کو ملے گا کیونکہ یہاں بچھو بھی کافی پائے جاتے ہیں۔۔۔۔"- کیپٹن اسلم نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا -

"استغفراللہ کتنے گندے ہو تم سب۔۔۔سانپ بچھو کی باتیں ایسے کر رہے ہو جیسے چکن بیف اور مٹن ہو۔۔۔۔اللہ نہ کرے کہ ایسا وقت آئے۔۔۔"- کیپٹن علی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور وہاں سے اُٹھ کہ ہی چلے گیے-

سب کے قہقہوں نے دور تک اُن کا پیچھا کیا-

****

فریال لاؤنج میں بیٹھ کہ ٹی وی دیکھ رہی تھی- جب دادی وہاں آئیں- اُسے ٹی وی کے سامنے بیٹھا دیکھ کر اُن سا رہا نہ گیا اور بول پڑیں-

"ساری عمر باپ کے گھر بیٹھ کر ٹی وی ہی دیکھنا۔۔۔۔"- وہ اُس کے سامنے ہی صوفے پر بیٹھ گئیں- فریال نے ایک لمبا سانس لیا-

"ویسے اچھا آئیڈیا ہے دادی۔۔۔۔میں بھی آجکل یہی سوچتی ہوں"- وہ شرارت سے بولی تو اُنہوں نے کھا جانی والی نظروں سے اُسکی طرف دیکھا-

"جب عمر نکل گئی نہ تو کوئی بیاہنے نہیں آئے گا۔۔۔۔"- اُنہوں نے طنز کیا-

"ہاں تو نہ آئے۔۔۔۔میں کونسی مری جارہی ہوں شادی کرنے کے لیے۔۔۔۔"- سامنے بھی فریال تھی- ہر بات کا تیار شدہ جواب ہوتا تھا اُس کے پاس۔۔۔۔

"شرم تو نہیں آتی ایسا اول فول بکتے ہوئے۔۔۔۔اتنا اچھا رشتہ تھا جو ہاتھ سے نکل گیا اب بیٹھی رہو یہیں۔۔۔"- اُن کا بس نہیں چلتا تھا ورنہ شام سے پہلے کسی کے ساتھ بھی اُس کو رخصت کر دیتیں- فریال نے ٹی وی کا والیوم کم کر دیا-

"آپ کو تو ہر آنے والا رشتہ ہی اچھا لگتا۔۔۔۔اب میں ہر کسی سے شادی تھوڑی کر سکتی ہوں"- وہ اُٹھ کے اُن کے پاس آن بیٹھی- دادی نے ناراضگی سے چہرہ پھیر لیا-

"اچھا اب بس بھی کر دیں اور کتنی دیر مجھ سے ناراض رہیں گی۔۔۔۔"- وہ اُن کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی- دادی کا غصہ تو دور ہو گیا مگر وہ چپ رہیں-

"دادی پلیز اب تو مان جائیں۔۔۔۔"- اُس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا -
"ٹھیک ہے مان جاؤں گی مگر اب جو رشتہ آیا تم اُس میں کوئی نقص نہیں نکالو گی۔۔۔۔"- دادی کو اپنی بات پہ قائم دیکھ کر فریال کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے -
"اچھا ٹھیک ہے اب جو بھی رشتہ آئے گا آپ میری شادی کر دینا۔۔۔۔اگر اتنے ہی تنگ ہیں آپ لوگ مجھ سے تو۔۔۔۔"- وہ ناراضگی سے بولی تو اُنہوں نے اُسے ساتھ لگا لیا-
"پگلی تجھ سے تنگ کیوں ہونگے۔۔۔۔بس یہ تو دنیا کا اصول ہے بیٹیاں ایک نہ ایک دن پرائی ہونی ہی ہونی ہوتی ہیں۔۔۔۔شادی کی بھی ایک عمر ہوتی ہے اور پھر شبنم بھی تو ہے نہ اُس کی بھی تو کرنی ہے نہ اگر تمہاری نہیں ہو گی تو اُس کا کیسے سوچیں گے"- دادی اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ آہستہ سمجھانے لگیں- فریال کی آنکھوں میں ناجانے کب نمی اُتر آئی- وہ آج پھر شدت سے آیا تھا -

****

8جون 2014 پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ دن ہے جب دہشت گردوں نے جناح انٹرنیشنل ائیرپورٹ کراچی پر ایک خود کش دھماکہ کیا- جس میں چھتیس کے قریب لوگ مارے گئے-پاکستان آرمی نے اس کے خلاف شمالی وزیرستان میں ایک اپریشن

کا آغاز کیا جس کو ضرب عضب کا نام دیا گیا- پاک آرمی کے تیس ہزار فوجی اس اپریشن میں شامل تھے- اس اپریشن نے پاکستانی سیاست اور دفاع کی مکمل سپورٹ حاصل کی- اس اپریش کا بنیادی مقصد پاکستان کی سر زمین کو دہشت گردوں سے پاک کرنا تھا- یہ ایک مشکل ترین ٹارگٹ تھا- پاکستان آرمی کا مقابلہ ویل ٹرینڈ دہشت گردوں سے ہونا تھا- لیکن پاک فوج نے ثابت کر دیا کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں وہ اپنے وطن کی حفاظت کے لیے ہر خطرے سے دوچار ہونے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں- کیپٹن آکاش اور باقی سب کی ایس ایس جی ٹرینگ ختم ہو چکی تھی -

اس اپریشن میں بہت سارے دہشت گرد جہنم واصل ہوئے- میجر کاشف نے تمام فوجیوں کی چھٹی کینسل کر دی اور جو چھٹی پر تھے اُن کو واپس بلا لیا- پاک آرمی کے یہ جوان دل میں وطن کے لیے محبت کا جزبہ لے کہ دوڑے چلے آئے -

کیپٹن آکاش بھی دو دن واپس ہیڈ کوارٹر آچکے تھے-

میجر کاشف نے ایک میٹنگ رکھی تھی- جس میں پاک آرمی کے بہادر جوانوں کو جنگ میں لڑنے کے لیے تیار کیا گیا- اُن کے دلوں میں جزبہ حُب الوطنی کو مزید

فروغ دینے کی کوشش کی گئی- اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے پلاننگز کی گئیں -

کیپٹن آکاش اور اُن کے ساتھیوں کو آج وزیرستان روانہ ہونا تھا- وہ اُن تیاریوں میں لگے ہوئے تھے- تبھی ایک سپاہی نے کیپٹن آکاش کو آکر اطلاع دی کہ کرنل عباس نے اُن کو اپنے افس میں بلایا ہے- کیپٹن آکاش اپنا کام چھوڑ کر فوراً اُن کے افس پہنچ گئے-

"مے آئی کم ان سر۔۔۔"- اُنہوں نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اجازت طلب کی-

"یس آکاش کم ان۔۔۔"- میجر بابر نے اُسے اندر آنے کے لیے کہا تو وہ اندر داخل ہو گیے- وہاں کرنل عباس، بر گیڈیئر امتیاز، میجر فہد، میجر کاشف اور میجر بابر پہلے سے موجود تھے-

کیپٹن عباس نے اُن سب کو سلیوٹ مارا- میجر کاشف نے اُن کو بیٹھنے کا اشارہ کیا- وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیے-

"آکاش کیا ارادہ ہے پھر۔۔۔"- میجر بابر نے اُن کو خاطب کیا-

"سر ہم شام کو تین بجے یہاں سے نکلیں گے۔۔۔"- اُنہوں نے مودب لہجے میں جواب دیا-

"گڈ۔۔۔کیپٹن اسلم، کیپٹن تنویر، کیپٹن راجا اور کیپٹن علی بھی آپ کے ساتھ جائیں گے"- اُنہوں نے اُن کو مزید اطلاع دی-

"فائن سر۔۔۔۔"-

"آکاش اب کی بار تم سے ہماری امیدیں اور زیادہ ہیں۔۔۔"- بر گیڈیئر امتیاز نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا-

"انشاء اللہ سر آپ کی سب امیدوں پر پورا اُترنے کی کوشش کروں گا۔۔۔اور یہ اپریشن ضرور کامیاب ہو گا"- اُنہوں نے اُن کو امید دلائی-

"انشاء اللہ۔۔۔"- سب نے بیک زبان کہا-

اب تم جاؤ اور جا کہ تیاری کرو- کرنل عباس نے اُن کو جانے کی اجازت دی تو وہ اُٹھ کر باہر آگئیے-

****

کیپٹن آکاش نے روم میں آتے ہی سب سے پہلے فرحان کو کال ملائی- کچھ دیر بعد ہی فون اُٹھا کیا گیا تھا -

"سچی آکاش میں ابھی تمہیں ہی مس کر رہا تھا اور تمہارا فون آگیا۔۔۔اِس کو کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے"- فرحان کی فریش آواز اُن کے کانوں میں پڑی تھی -

"ہاں یہ بات تو ہے۔۔۔اور سناؤ کیا حال چال ہیں۔۔۔؟"-کیپٹن آکاش ساتھ ساتھ پیکنگ بھی کر رہے تھے -

"سب فٹ ہے تم بتاو کہاں بزی ہوتے ہو۔۔۔نہ کوئی کال نہ کوئی میسج"- فرحان نے شکوہ کیا تھا -

"بس یار ٹائم ہی نہیں ملتا۔۔۔خیر یہ سب چھوڑو میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے ۔۔۔مجھے کام ہے ایک تم سے۔۔۔"- اُن کے ہاتھ بڑی تیزی سے چل رہے تھے -

"خیریت اتنی جلدی میں کیوں ہو۔۔۔؟"- فرحان کو تشویش ہوئی-

"کچھ دیر میں ہم لوگ ایک اپریشن کے لیے نکل رہے ہیں۔۔۔اور جب تک میں واپس نہیں آجاتا میرا سیل فون آف رہے گا۔۔۔"- اُنہوں نے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے کہا-

"پھر سے۔۔۔۔افففف آکاش "- فرحان اداس ہو گیا-

"دعا کرنا میرے لیے پلیز۔۔۔۔۔"- وہ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے بولے-

"ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں جگر ٹینشن مت لینا۔۔۔بس جلدی واپس آجانا اور پلیز کانٹیکٹ میں رہنا۔۔۔"- فرحان نے اُسے تسلی دی-

"کوشش کروں گا۔۔۔اچھا مجھے فریال کا پوسٹل ایڈریس چاہیے اگر تمہارے پاس ہے تو مجھے دو ورنہ پانچ منٹ میں حیدر سے لے کے دو اُس کے پاس ہو گا۔۔۔"- اُنہوں نے ریسٹ واچ پہ نظر دوڑاتے ہوئے کہا- چار بج کے دس منٹ ہو چکے تھے -

"نمبر ہے میرے پاس اُسکا وہ دیتا ہوں۔۔۔"- فرحان کچھ حیران ہوا تھا -

"نہیں مجھے پوسٹل ایڈریس چاہیے نمبر رہنے دو۔۔۔ -"

"اچھا میسج کرتا ہوں۔۔۔"- فرحان نے ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا-

"ہاں پلیز جلدی بھیجو۔۔۔اچھا سنو فارس اور حیدر کو میرا سلام کہنا۔۔۔میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے ورنہ میں خود بات کر لیتا اُن کو کہنا میں جلدی رابطہ کروں گا اُن لوگوں سے۔۔۔ -"

"ہاں کہہ دوں گا۔۔۔"- فرحان کو کچھ عجیب سا فیل ہو رہا تھا -

"فرحان پلیز فارس کا دیہان رکھنا۔۔۔۔تمہیں پتہ نہ وہ تھوڑا ایمو شنل سا ہے بات کو دل پہ لے لیتا۔۔۔اُس سے تم اور حیدر کبھی بھی ناراض مت ہونا پلیز۔۔۔اگر کچھ غلط کر بھی دے تو اگنور کر دینا۔۔۔اور اُس کو کہنا کہ گھر واپس چلا جائے ۔۔۔انکل سے جھگڑا بھی نہ کیا کرے۔۔۔"- وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولے- فرحان کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا-

"آکاش پلیز ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو تم مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔سب ٹھیک ہے نہ؟۔۔۔"- فرحان بے چین سا ہو گیا-

"ارے یار کچھ نہیں ہوا۔۔۔بس ویسے ہی بول رہا ہوں"- اُسے پریشان دیکھ کر اُنہوں نے مزید کچھ بھی کہنے سے خود کو باز رکھا-

"تم بس اپنا بہت سارا دیہان رکھنا۔۔۔میں تم لوگوں کو بہت مس کرتا ہوں ۔۔۔انشاءاللہ زندگی رہی تو بہت جلد ملاقات ہو گی۔۔۔اور میرے آنے تک کم سے کم کوئی ایک لڑکی تو ضرور پٹا لینا۔۔۔"- اُنہوں نے ہنستے ہوئے کہا- جب کہ فرحان مسکرا بھی نہ سکا-

"آکاش پلیز جلدی آنا۔۔۔"- فرحان نے افسردگی سے کہا-

"ہاں جیسے ہی اپریشن ختم ہوا ہم واپس آجائیں گے۔۔۔اور میں پھر ملنے آؤں گا"- اُنہوں نے اپنے لہجے کو تھوڑا ہشاش بنانے کی کوشش کی-

"ہمیں انتظار رہے گا۔۔۔خیال رکھنا اپنا"- فرحان کو تسلی تو نہیں ہوئی تھی مگر مزید کچھ نہ بولا-

"تم بھی خیال رکھنا خداحافظ۔۔۔"- اُنہوں نے دوبارہ ٹائم دیکھا- پندرہ منٹ ہو چکے تھے -

"خدا حافظ۔۔۔"- فرحان نے کہا تو اُنہوں نے فون بند کر دیا-

تبھی کیپٹن علی چلے آئے-

"آکاش کتنی دیر ہے ابھی سب انتظار کر رہے ہیں آ بھی جاؤ۔۔۔"- اُنہوں نے دروازے میں داخل ہوتے ہی کہا -

کیپٹن آکاش دراز میں سے نوٹ بک اور پنسل نکال رہے تھے -

"بس دس منٹ دو آرہا ہوں۔۔۔"- مصروف سے انداز میں جواب آیا-

"کیا کرنے لگے ہو۔۔۔؟"- وہ نزدیک آگیے-

"ایک لیٹر لکھنا ہے مجھے۔۔۔بس دس منٹ لگیں گے۔۔۔"- اُنہوں نے درمیان میں سے ایک پیج نکالا-

"لو لیٹر لکھنا ہے۔۔۔۔"- شرارت سے پوچھا گیا-

"فضول باتیں نہ کرو اور جاؤ یہاں سے آرہا ہوں کچھ دیر میں۔۔۔۔"- اُنہوں نے کیپٹن علی کو گھورا مگر وہ ڈھٹائی سے وہیں کھڑے مسکراتے رہے-

"ہائے لیٹر میں جو فیلنگز آتی ہیں وہ میسج اور کال میں کہاں۔۔۔۔"- حسرت بھرے انداز میں کہا گیا-

"دماغ خراب نہ کرو اور نکلو یہاں سے۔۔۔۔"- اُنہوں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا-

کیپٹن علی قہقہ لگاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے مگر پھر اچانک رک گیے-

"لیٹر لکھ کہ مجھے دینا میں پوسٹ کر دوں گا۔۔۔۔"- رگِ شرارت پھر پھڑکی-

"میرے ہاتھ سلامت ہیں میں خود کر لوں گا تمہیں اتنی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔"- وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولے-

"تکلیف کیسی۔۔۔۔۔خدمت خلق کا بہت جزبہ ہے ہمارے اندر۔۔۔۔آپ کو شک ہے تو آزما لیں"- وہ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گیے-

"تم اپنا یہ جزبہ کہیں اور دکھاؤ جا کہ۔۔۔۔میں اپنے کام خود کرتا ہوں اور اب تم مجھے چلتے پھرتے نظر آؤ"- اُنہوں نے اُن کی اِس ڈھٹائی پر مصنوعی گھوری سے نوازا-

"کیا زمانہ آگیا۔۔۔۔نیکی کرنے والے کی کوئی قدر ہی نہیں۔۔۔۔"- وہ مصنوعی آہیں بھرتے وہاں سے چلے گیے- کیپٹن آکاش نے مسکراتے ہوئے اپنا دیہان واپس لیٹر کی طرف کیا- اُن کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے- سات منٹ میں اُنہوں نے لیٹر مکمل کر لیا اور لفافے میں ڈال کر پاکٹ میں رکھا اور بیگ اُٹھا کر باہر نکل آیے- آنے سے پہلے ایک نظر کمرے کے چاروں طرف ڈالی جہاں اُنہوں نے اپنی زندگی کا ایک خوبصورت ٹائم گزارا تھا- اُن کو وہاں کی ہر شے اداس سی لگی-

****

فریال رات کے کھانے میں ماما کی کچن میں ہیلپ کر رہی تھی- ماما کسی کام سے اپنے کمرے میں گئی ہوئی تھیں جب شبنم آئی-

"کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔؟"- شبنم نے پیچھے سے آکر اُس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا-

"کھانا بنانا سیکھ رہی ہوں۔۔۔۔"- وہ مسکرائی تھی -

"سسرال جانے کا ارادہ تو نہیں ہے کہیں۔۔۔۔؟"- اُس نے شرارت سے پوچھا-

"چل پاگل کہیں کی۔۔۔۔"- فریال نے اُس کو پیار سے ڈپٹا-

"سچی اپی آپ شادی کروا لیں نہ اب۔۔۔۔مجھے اتنا شوق ہے اپکی شادی کا۔۔۔۔"- وہ اُس کے کاندھے پر تھوڑی ٹکاتے ہوئے بولی-

"میری شادی کا شوق ہے کہ اپنی شادی کا۔۔۔۔کیونکہ میری ہو گی تو تمہارا نمبر آئے گا۔۔۔۔"- فریال نے اُسے چھیڑا-

"افففف اپی ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔"- وہ بلش ہوئی-

"اچھا چھوڑیں یہ سب آپ کے لیے کچھ لائی ہوں میں۔۔۔۔"- اُس نے بات بدل دی-

"کیا لائی ہو۔۔۔۔؟"-فریال نے سرسری سا پوچھا-

"اپ گیس کرو کیا ہو سکتا ہے۔۔۔۔"- وہ اُسے تنگ کرنے لگی-

"اب یہ مجھے کیسے پتہ ہو گا کہ تم کیا لائی ہو۔۔۔۔"- وہ اُس کی طرف مڑی- "چلو دکھاؤ کیا ہے۔۔۔۔"- فریال نے اس سے پوچھا-

"اپکے نام یہ لیٹر آیا ہے۔۔۔۔"- شبنم نے ایک لفافہ اس کے سامنے کیا- فریال حیران ہوئی-

"میرے لیے۔۔۔مگر کس نے بھیجا؟ "- اُس نے شبنم کے ہاتھ سے وہ لے لیا اور الٹ پلٹ کر دیکھا- نام پتہ کچھ بھی نہیں لکھا تھا- ناجانے کس نے بھیجا تھا -

"اچھا چلو میں دیکھ لوں گی۔۔۔"- فریال نے وہ لفافہ شیلف پہ رکھا-

"تم یہ سارے برتن سٹینڈ پہ لگا دو۔۔۔میں تب تک آٹا گوند لیتی ہوں"- فریال نے کہا تو وہ منہ بناتے ہوئے برتن سٹینڈ پر لگانے لگی- فریال نے جب تک آٹا گوندا شبنم نے سارے دھلے ہوئے برتن سٹینڈ پر لگا دیے-

"میں روٹیاں بنا لوں گی اپ نہا لیں جاکہ کافی بری حالت ہو رہی ہے اپکی۔۔۔"- شبنم نے اُسے پسینے میں تر دیکھا تو بولی-

فریال سر ہلاتے ہوئے وہ لفافہ لے کر اپنے کمرے میں آ گئی- نہانے سے پہلے سوچا کہ اُسے پڑ لے کیونکہ تجسس پیدا ہوتا جا رہا تھا -

اُس نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے وہ لفافہ چاک کیا اور کاغز کو کھول لیا-

اُس نے لفافے کو سائیڈ پہ رکھا اور پڑھنے لگی-

"السلام و علیکم! امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہونگی- آپ سے میں کال پہ یہ سب باتیں کہتا مگر وقت نہیں ملا اِسی لیے جلدی جلدی یہ خط لکھا ہے۔۔۔میں نہیں جانتا کہ آپ میرے بارے میں اب کیا سوچتی ہیں مگر میں آپ کے بارے

میں بہت سوچتا ہوں اور آج وہ سب شئیر کرنا چاہتا ہوں- آپ کو پہلی بار میں نے ریسٹورینٹ میں دیکھا تھا لیکن بہت سرسری سا حتی کہ وہاں سے نکلتے ہوئے میں سب بھول بھی گیا تھا- کچھ سال پہلے میری انگیجمنٹ میری کزن سے ہوئی تھی جس سے میں پیار تو نہیں کرتا تھا مگر وہ مجھے اچھی ضرور لگتی تھی- ایسا شاید اس لیے تھا کیونکہ ہم دونوں دوست تھے- پھر ایک دن آپ نے مجھے کال کی میں آپ کو مکمل طور پر بھول چکا تھا۔۔۔مجھے شروع ہی سے لڑکیوں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔۔۔مجھے آپ بری نہیں لگی تھیں مگر آپ کا انداز پسند نہیں آیا تھا آپ کا ڈائریکٹ مجھ سے یہ کہنا کہ آپ مجھ سے پیار کرتی ہیں مجھے اچھا نہیں لگا تھا اسی لیے شاید میں اتنا روڈ بن گیا تھا- میں نے آپ کی انسلٹ بھی کی تھی- آپکو لے کر میری اور فارس کی لڑائی بھی ہوئی تھی اور زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا- میں اور فارس بیسٹ فرینڈ ہیں ہم کبھی ایک دوسرے سے نہیں جھگڑتے یہاں تک کہ کبھی ناراض بھی نہیں ہوئے تھے مگر آپکی وجہ سے پہلی بار ایسا ہوا تھا- اسی لیے مجھے سے نفرت ہو گئی تھی- ایک ایسی لڑکی سے جس کو میں جانتا تک نہیں تھا دیکھا بھی نہیں تھا مجھے وہ بہت بری لگتی تھی- اسی وجہ سے میں نے اپنی کزن سے انگیجمنٹ بھی توڑ دی تھی -

پھر میں نے آپکو حیدر کی شادی پر دیکھا- اور زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ کسی کو دیکھ کو دیکھ کر میرا دل دھڑکا تھا۔۔۔میں نے بلکل نہیں سوچا تھا کہ آپ وہی لڑکی ہیں جس سے میں شدید نفرت کرتا ہوں۔۔۔میں نے فرحان سے اپکا نمبر بھی مانگا تھا- مگر جب فرحان نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آپ ہیں تو مجھے یقین مانے ایک لمحے کے لیے بھی اپ سے نفرت نہیں محسوس ہوئی تھی اور مجھے نہیں پتہ کہ ایسا کیوں ہوا تھا- میں یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے آپ سے پہلی نظر میں پیار ہوا بلکہ مجھے تو آپ سے عشق ہو گیا۔۔۔تین سالوں میں ہر لمحہ میں نے اپ کو یاد کیا۔۔۔کئی دفعہ اپ سے بات کرنے کا سوچا مگر ہمت ہی نہیں ہوئی- اب بھی شاید ایسا ہی ہے کہ میں اپ سے یہ سب نہیں کہہ سکتا تھا اسی لیے لکھ رہا ہوں-

اس دنیا میں مجھے سب سے زیادہ جس عورت سے عشق ہے وہ میری امی ہیں اور اُن کے بعد آپ ہیں- میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر پتہ نہیں کیوں ایسا لگ رہا جیسے زندگی مجھے مہلت نہیں دے گی اور یہ خواب کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکے گا۔۔۔مجھے غلط مت سمجھیے گا۔۔۔اور پلیز مجھے معاف کر دیجیے گا ۔۔۔میں یہ نہیں کہتا کہ میرا انتظار کیجیے گا مگر تب میرے سوا کسی اور کو نہ سوچیے گا جب تک آپ کو یہ نہ پتہ چل جائے کہ آکاش ربانی شہید ہو گیا۔۔۔یہ صرف

ایک خواہش ہے اور آپ اس پر عمل کرنے کے لیے پابند نہیں ہیں۔۔۔دعا کیجیے گا میرا مقصد مجھے مل جائے۔۔۔دل میں تو اور بھی بہت کچھ ہے جو شئیر کرنا چاہتا ہوں مگر وقت نہیں ہے نہ میرے پاس اور نہ ہی شاید موت کے پاس۔۔۔اگر زندگی نے مجھے مہلت دی تو واپس آتے ہی آپ سے بات کروں گا۔۔۔پلیز میری واپسی کا یا میری موت کا انتظار کر لیجیے گا۔۔۔یہ پہلی اور آخری ریکوسٹ ہے۔
اپنا خیال رکھیے گا اگر کوئی بات بری لگی تو معاف کر دیجیے گا۔"

آکاش ربانی

خط ختم ہو چکا تھا۔ فریال کی ہچکیاں بند چکی تھیں۔ یہ کیا ہو گیا تھا۔ وہ رو رہی تھی۔ اونچی آواز میں رو رہی تھی۔ بلکہ وہ تو چیخ رہی تھی چلا رہی تھی۔ تو کیا صرف اتنی عمر تھی اُس کی محبت کی۔ اُس نے اقرار سونپا تو تھا لیکن کب۔۔۔۔

فریال کا دل چاہا وہ مر جائے۔ کتنی تکلیف تھی۔ اتنی تکلیف تو تب بھی نہیں ہوئی تھی جب اُس نے انکار کر دیا تھا۔ کتنا سنگ دل تھا وہ شخص کتنے آرام سے کہہ رہا تھا کہ اُس کی موت کا انتظار کرے وہ بیٹھ کہ۔۔۔اس سے اچھا نہیں تھا وہ خود مر جاتی۔

وہ اُس سے نفرت ہی کرتا رہتا اُس سے دور ہی رہتا مگر کم از کم یہ تو نہ کہتا کہ وہ اس کی موت کا انتظار کرے- اُس نے کہا تھا کہ وہ اُس کے علاوہ اور کسی کو نہ سوچے۔۔۔اُس نے اُسے اس قابل چھوڑا ہی کہاں تھا کہ وہ کچھ اور سوچتی -

وہ بیڈ پہ بیٹھی پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچ رہی تھی- اونچی آواز میں رو رہی تھی- کیا کوئی کسی کو اتنی تکلیف دے سکتا جتنی اُسکو دی گئی تھی -

وہ بیڈ سے اُتری- دوپٹہ نوچ کر دور پھینکا- سائیڈ ٹیبل پہ رکھی اپنی تصویر کو زور سے زمین پہ دے مارا- زمین سے پڑی تصویر جو کہ فریم سے الگ ہو چکی تھی اُسے کراہیت ہوئی اُسے دیکھ کر- کتنا بد صورت چہرہ تھا اُسکا۔۔۔کانچ کے ٹکڑے کمرے میں دور دور تک پھیل گیے- اُس نے کانچ کے ایک ٹکڑے پر پاؤں رکھا -

وہ ٹکڑا اُس کے نازک پاؤں کو چیرتا ہوا اندر گھس گیا- اُس نے ایک دوسرے ٹکڑے پہ پاؤں رکھا-یہ بہت تکلیف دہ عمل تھا مگر یہ تکلیف اس تکلیف سے زیادہ نہیں تھی جو اُس شخص نے دی تھی- دونوں پاؤں کے تلوے خون سے رنگ چکے تھے -

وہ اب زمین پہ بیٹھ گئی- کانچ کا ٹکڑا اُٹھا اپنی کلائی پہ پھیرا- خون کا فورا چھوٹ پڑا- کمرے میں داخل ہوتی شبنم کے لئے وہ قیامت کا منظر تھا- اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں-

"اپی۔۔۔"- وہ دوڑ کے اُس کے پاس آئی-

فریال پاگلوں کی طرح جگہ جگہ سے کاٹ رہی تھی- شبنم نے اُس کے ہاتھ سے چھین لیا-

"چھوڑو مجھے۔۔۔ہمیشہ میں ہی کیوں تکلیف سہوں۔۔۔ہمیشہ مجھے ہی کیوں درد ہو۔۔۔مجھے ہی کیوں سزا ملے۔۔۔

وہ کہتا کہ وہ مر جائے گا اور میں بیٹھ کہ اُس کی موت کا انتظار کروں۔۔۔پل پل جیوں اور پل پل مروں۔۔۔ہمیشہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہو۔۔۔اب کی بار اُس کے ساتھ ہو گا۔۔۔کیونکہ میں مروں گی اور اُسے تکلیف ہو گی۔۔۔اُسے سزا ملے گی۔۔۔وہ روئے گا۔۔۔اسے پتہ چلے گا کہ جب کوئی مر جاتا تو کیسا لگتا ۔۔۔اُس نے ہمیشہ مجھے درد دیا لیکن اب میں اسے درد دوں گی۔۔۔پیار کی سزا اگر مجھے ملی ہے تو اُس کو بھی ملنی چاہیئے- کیونکہ ہر بار فریال پاگل نہیں ہو گی اب کی بار وہ پاگل ہو گا۔۔۔وہ کہتا کہ میں دعا کروں کہ وہ مر جائے۔۔۔لیکن کیا

اس نے ایک بار بھی سوچا کہ میں کیا ایسا کر سکتی ہوں۔۔۔میں ہی کیوں نہ مر جاؤں۔۔۔اُس کو کیوں کچھ ہو"- وہ چیختے ہوئے بول رہی تھی- اسکے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ شبنم کی جان کھینچ رہا تھا- اتنا درد تھا اُس کی بہن کے اندر۔۔۔۔اتنی تکلیف میں تھی وہ اور وہ کبھی جان ہی نہ پائی- اُس نے بیڈ کے پاس پڑا ہو خط اُٹھا لیا- پورا خط پڑھنے کے بعد سب کچھ صاف ہو چکا تھا- فریال اب رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی- تین سال بعد پھر سے وہ وقت واپس آگیا تھا جب ایسا پہلی بار ہوا تھا- شبنم کو وہ رات یاد آئی جب فریال کی ایسی حالت ہوئی تھی- وقت اپنے آپ کو دہرا رہا تھا- اُس نے دھیرے سے اُس کے پیروں میں سے کانچ کے ٹکڑے نکالے- فریال نے اُس کی طرف دیکھا-اُسے لگا کیسے فریال کی آنکھوں میں انسوؤں کی جگہ لہو بہہ رہا تھا-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

15جون 2014

اپریشن ضرب عضب شمالی وزیرستان کے علاقوں میں شروع ہوا-اپریشن کا پہلا محاز شدید ہوائی کاروائی سرکشوں کی تربیتی سہولیات ، پناہ گاہوں اور دوسرے بنیادی ڈھانچوں کو نشانہ بنانے سے ہوا-

پاکستانی افواج نے پچھلی رات کی ہوائی کاروائی میں دہشتگردوں کی آٹھ پناہ گاہوں کو تباہ کیا۔

داتا کھیل میں موجود پناہ گاہوں کو جیٹ کرافٹ کی مدد سے اس وقت نشانہ بنایا گیا جب علاقائی اور غیر ملکی دہشت گردوں کا کراچی ائیر پورٹ میں حملے میں ملوث ہونے کی تصدیق ہوگئی۔ اس لڑائی میں تقریبا ایک سو چالیس کے نزدیک دہشتگرد مارے گئے جن میں کمانڈر اور ائیرپورٹ پر کاروائی حملہ کرنے والا ماسٹر مائینڈ عبدالرحمن المانی بھی شامل تھا۔

شمالی وزیرستان اس کے ہمسائیہ ایجنسیوں اور فاٹا کے علاقہ جات کو دہشتگردوں کی حرکات کو روکنے کے لیے بند کر دیا گیا۔ شمالی وزیرستان میں فوجیوں نے سرکش (دہشتگرد) جن میں میر علی اور میرن شاہ کے قبضے بھی شامل ہیں کو گھیرے میں لے لیا۔

پاکستان آرمی کی اپریشن کے پہلے دن ہی یہ بہت بڑی جیت تھی۔ کیپٹن آکاش نے اُس آیریا میں جگہ جگہ فوجی پہرے لگوا دیے۔ وہاں کے لوگوں کی حفاظت اُن کا پہلہ فرض تھا۔

رات کی تاریکی اپنے عروج پر تھی- ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا- خیموں کے باہر جگہ جگہ آگ کے آلاؤ روشن تھے- جن کا مقصد صرف ماحول کو روشنی فراہم کرنا تھا- کیپٹن آکاش اور کیپٹن تنویر بیٹھے چائے پی رہے تھے- کچھ دور آگ کا ایک آلاؤ جل رہا تھا- جس کی روشنی اُن دونوں کے چہروں پر پڑ رہی تھی- مطلع آج کسی حد تک صاف ہی تھا اِس لیے چاند بھی نکلا ہوا تھا- مگر چاند کے ابتدائی دنوں کے باعث روشنی کچھ خاص نہیں تھی -

"آکاش تمہاری گھر بات ہوئی۔۔۔؟"- کیپٹن تنویر نے چائے ختم کر لی اور سائیڈ پہ کپ رکھتے ہوئے پوچھا -

"دو دن پہلے ہوئی تھی- مگر آتے ہوئے نہیں ہوئی۔۔۔اور اب تو شاید کئی دن نہ ہو کیونکہ یہاں نیٹ ورک ہی نہیں آتا"- وہ اب بھی گھونٹ گھونٹ چائے کی چسکیاں لے رہے تھے- اُن کے چہرے پر ایک عجیب سا کرب تھا- کیپٹن تنویر کچھ دیر اُن کو دیکھتے رہے-

پھر ایک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے دوبارہ بولے-

"بہت چپ چپ ہو۔۔۔کسی وجہ سے پریشان ہو۔۔۔؟ -"

کیپٹن آکاش نے اُن کی طرف دیکھا- وہ جواب کے انتظار میں تھے -

"کچھ خاص نہیں بس ویسے ہی چپ ہوں۔۔۔"- اُنہوں نے ٹالا- اب اس بات کا کیا جواب دے سکتے تھے -

"ہمممم اوکے۔۔۔۔میں اب سونے جا رہا ہوں۔۔۔۔گڈ نائٹ۔۔۔۔"- وہ اُٹھ کر اندر چلے گئے-

کیپٹن آکاش کتنی ہی دیر اپنی اُسی پوزیشن میں بیٹھے رہے- کچھ دیر بعد کیپٹن علی وہاں آئے-

"کیا ارادہ ہے۔۔۔۔رات یہیں گزارو گے۔۔۔۔؟"- اُنہوں نے اُن کو دور اندھیرے میں نظریں گاڑھے دیکھ کر پوچھا- کچھ دیر اپنی بات کے جواب کا انتظار کرتے رہے مگر جب ہنوز خاموشی چھائی رہی تو اُنہوں نے حیرت سے اُن کی طرف دیکھا- وہ اب بھی اُدھر ہی دیکھ رہے تھے -

"آکاش میں تم سے مخاطب ہوں کہاں کھوئے ہو۔۔۔۔؟"- اُنہیں پاس آکر اُن کو ہلانا پڑا- تبھی اُن کی محویت ٹوٹ گئی-

"کیا کہا تم نے۔۔۔۔؟"- وہ نا سمجھی سے اُن کو دیکھنے لگے-

"شاباش۔۔۔۔یعنی کے تم نے سنا ہی نہیں کہ میں نے کیا کہا ہے۔۔۔۔"-کیپٹن علی اُن سے کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے بولے-

"تم نے کچھ کہا تھا کیا۔۔۔؟"- وہ واقعی انجان تھے -

کیپٹن علی نے اُن کو گھورا-

"تو تمہیں سچ میں نہیں پتہ کہ میں نے کیا بولا ہے۔۔۔تم آخر کس کے خیالوں میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے۔۔۔؟"- وہ کچھ مشکوک ہوئے-

"تمہارے خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا"- وہ کچھ سنبھل گیے-

"ہاں میرے خیالوں میں ڈوبے ہوئے تھے اِسی لیے لائیو میری بات نہیں سنی۔۔۔"- اُنہوں نے طنز کیا-

"اچھا خیر چھوڑو۔۔۔بتاؤ کیا کہا تھا تم نے۔۔۔؟ -"

"کچھ نہیں کہا تھا بس یہ پوچھ رہا تھا کہ سونے کا ارادہ ہے یا نہیں۔۔۔"- اُنہوں نے کچھ دیر بعد جواب دیا-

"بس اُٹھنے ہی والا تھا۔۔۔چلو آؤ چلتے ہیں۔۔"- وہ خالی کپ رکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے -

"آؤ۔۔۔"- کیپٹن علی کو بھی اُن کی تقلید کرنی پڑی -

****

فریال گم سم سی لیٹی تھی- شبنم نے کتنی ہی بار اُس کی طرف دیکھا اُسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیسے مخاطب کرتی-

وہ کافی دیر سوچ بچار میں مصروف رہی -

"اپی۔۔۔۔"- ہمت کر کے پکارا-

"ہوں۔۔۔۔"- وہ اُسکی طرف دیکھنے لگی -

"آپ کے لیے چائے بنا کہ لاؤں۔۔۔۔؟"- اُسے کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یہی بول گئی-

"نہیں رہنے دو۔۔۔۔۔"- وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی- کھلے بالوں کو اکھٹا کر کے کلپ میں جھکڑا- دوپٹہ اُٹھا کر گلے میں ڈال لیا-

"آپ پریشان ہیں۔۔۔؟"- شبنم کو اُس پہ ترس آیا- ناجانے وہ کس کرب سے گزر رہی تھی- چہرہ سرسوں کے پھول کی طرح پیلا ہو چکا تھا- ایک دن میں ہی یوں لگتا تھا جیسے کسی نے اُس میں سے سارا خون نچوڑ لیا ہو- بائیں کلائی پہ تین جگہ پٹی بندھی ہوئی تھی- دونوں پیروں کا بھی یہی حال تھا- شبنم کا دل کٹ کر رہ گیا -

فریال خاموشی سے گھٹنوں پہ تھوڑی ٹکائے بیٹھی رہی-

"آپ کو خود پہ ترس نہیں آتا۔۔۔کیوں اتنی سزا دے رہی ہیں خود کو۔۔۔"- وہ اُس کے پاس آن بیٹھی-

"کسی کو بھی تو مجھ پہ ترس نہیں آتا نہ۔۔۔سب مجھے بس تکلیف دیتے ہیں۔۔۔"- بولتے ہوئے لہجہ نم ہو گیا-

"جب آپ خود پہ ترس نہیں کھائیں گی تو لوگ کیسے کھائیں گی۔۔۔آپ کو کوئی تکلیف نہیں دے رہا بلکہ آپ خود کو خود ہی تکلیف دے رہی ہیں۔۔۔آپ اپنا خیال رکھیں گی تو باقی سب بھی آپ کا خیال رکھیں گے-"- وہ اُس کو سمجھانے لگی- فریال چپ چاپ انسو بہاتی رہی-

"پلیز اپی مت روئیں۔۔۔"- شبنم سے سُس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی -

"شبنم اگر اُسے کچھ ہو گیا نہ تو میں کیسے زندہ رہوں گی۔۔۔"- وہ تڑپ رہی تھی -

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔آپ کیوں اتنی ٹینشن لیتی ہیں۔۔۔اللہ پر بھروسہ رکھیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔"- وہ اُس کے انسو صاف کرتے ہوئے بولی-

"اللہ مجھے کچھ نہ دیں بس وہ دے دیں۔۔۔کیونکہ میں اُس کے بغیر مر جاؤں گی۔۔۔"- اُس کی حالت بگڑنے لگی-

"جو چیز آپکی ہے وہ آپ کو ہی ملے گی۔۔۔اللہ کسی کے ساتھ کبھی زیادتی نہیں کرتے۔۔۔۔وہ انسان کو آزماتے ہیں۔۔۔آپ بھی یہ سمجھ لیں کہ یہ آپ کی آزمائش کا وقت ہے آپ کو اِس آزمائش میں ثابت قدم رہنا ہے اور اللہ سے اچھے کی دعا کرنی ہے۔۔۔۔"- شبنم نے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا-

فریال کا وجود کانپ رہا تھا- وہ ہچکیاں لے رہی تھی -

"میں کیسے دعا کروں کہ وہ قبول ہو جائے۔۔۔۔"- فریال بے بسی کی آخری حد پر تھی -

دل کے ایک کونے میں اگر کچھ غلط ہونے کا ڈر تھا تو دوسرے کونے میں ایک موہوم سی امید بھی تھی کہ شاید سب ٹھیک ہو جائے-

"آپ بس سچے دل سے دعامانگا کریں کے سب خیریت سے ہو جائے۔۔۔دل سے نکلی ہر دعا قبول ہوتی ہے اور دیکھنا آپکی بھی ہو جائے گی۔۔۔۔۔"- وہ اُس کو تسلی دے رہی تھی- فریال کو کچھ حوصلہ ہوا- ابھی بھی وقت تھا سب ٹھیک ہو سکتا تھا -

"کیا سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔؟"- اُس نے ایک آس سے پوچھا-

"انشاء اللہ ہو جائے گا بس آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور پلیز رویا مت کریں اور آئیندہ اس طرح خود کو تکلیف مت دیجیے گا کبھی بھی۔۔۔۔"- وہ اُسکے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتے ہوئے بولی-

فریال نے دھیرے سے سر ہلا دیا- کچھ دیر بعد وہ تھوڑی ریلکس ہو گئی شبنم نے اُس کو پانی پلایا- وہ پھر لیٹ گئی- دل میں ایک سکون سا اُتر آیا تھا- جب انسان سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیتا تو وہ بہت پر سکون ہو جاتا- یوں لگتا جیسے سب پریشانیاں ختم ہو گئی ہوں- وہ تھوڑی دیر میں ہی سو گئی تھی- شبنم کتنی ہی دیر اُس پر سورتیں پڑھ کر پھونکتی رہی- اُس کا رواں رواں اپنی پیاری بہن کے لیے دعا گو تھا-

****

16جون

پچھلی رات دہشت گردوں کی طرف سے ہونے والے اچانک حملے میں تین فوجی جوان شدید زخمی ہوئے جبکہ اس حملے میں سات دہشت گرد اپنے انجام کو پہنچے-

فجر کی نماز سب نے ایک ساتھ ادا کی اور دل سے اپنے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگیں- سوری طلوع ہونے تک وہ سب لوگ ایک بار پھر ایک نئے جزبے نئے جوش اور نئ امنگ کے ساتھ تیار ہو گیے -

صبح صبح ہونے والی ایک لڑائی میں ستائیس کے قریب دہشت گرد مارے گیے جب کہ دو پاکستانی آرمی کو سپاہی رتبہ شہادت پر فائض ہوئے -

شوال کے علاقے میں کوئی عام شہری نہیں تھا- گیارہ بجے کے قریب دہشت گردوں کی طرف سے ہونے والے ایک دھماکے میں چھ سپاہی مزید شہید ہو گیے جبکہ تین شدید زخمی ہوئے- کیپٹن علی نے زخمیوں کو واپس کیمپ بھجوا دیا- اُن کی حالت کافی نازک تھی- شہدا کو وہیں شوال کی وادی میں نمازِ جنازہ کے بعد سپردِ خاک کر دیا گیا-

ہر کوئی اپنے وطن کو بچانے کے لیے سر توڑ کوشش میں لگا ہوا تھا-

پورا دن جنگ زورو شور سے جاری رہی- پاکستانی افواج کے ہاتھوں کئ دہشت گرد جہنم واصل ہوئے- دن کے اختتام تک دونوں طرف سے برابر حملے ہوتے رہے- دشمن ہر بار منہ کی کھانے کے باوجود بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا-

****

محافظ ہیں وطن کے
ہم گھبرایا نہیں کرتے
بھلے ہی تیز اندھی ہو یا
بلا کی تیز ہو بارش
یہ سینے کٹ تو سکتے ہیں
مگر ہم ہٹایا نہیں کرتے

19جون

شمالی وزیرستان کا چالیس فیصد حصہ پہلے تین چار دنوں میں دہشت گردوں سے مکمل طور پر پاک کر دیا گیا-

فجر کے وقت ہونے والی لڑائی میں تقریباً چالیس کے قریب ملکی اور غیر ملکی دہشت گرد مارے گیے- دہشت گردوں کی چھ خفیہ پناہ گاہوں کو بھی تباہ کیا تھا- پاکستانی فوج بڑی بہادری سے آگے بڑھ رہی تھی- دل میں وطن سے محبت کے دیے جلائے وہ جوان ہر اندھیرے سے لڑ رہے تھے- کچھ کر جانے کا جنون اور وطن کی محبت اُن کے جسم میں لہو بن کر دوڑ رہی تھی- حوصلے چٹانوں کو بھی مات دے رہے تھے- ارادے فولاد کی طرح مضبوط تھے -

دن بھر وقفے وقفے سے دونوں طرف سے حملے ہوتے رہے- اِس دن کے اختتام ہونے تک کئی دہشت گرد مارے جا چکے تھے اور کئی پکڑے جا چکے تھے-

ہر گھڑی ہر لمحہ
ملک وملت کی حفاظت کا عزم لئے
اپنا خون پسینہ بہاتے ہیں
یہ محافظ ہمارے
اسی لیے یہ صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ
ہماری آنے والی نسلوں کے بھی محسن ہیں

20جون

قریب بارہ بجے میرام شاہ کے باہر تین دہشت گرد پکڑے گیے- جس کے نتیجے میں ایک بار پھر جنگ شروع ہو گئی اِس جنگ میں بارہ دہشت گرد جن میں سے کچھ غیر ملکی تھے مار گیے جب کہ پاکستان آرمی کا ایک سپاہی شدید زخمی ہوا جس کو فورا طبعی امداد کے لیے کیمپ بھیج دیا گیا-

رات کے وقت ہر طرف خاموشی تھی- کیپٹن آکاش کو ناجانے کیوں یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی- دشمن کی طرف سے عصر کے بعد کوئی حملہ

نہیں ہوا تھا- وہ اچانک سے خاموش ہو گیا تھا- اُن کے لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کیونکہ یقیناً اس خاموشی کے بعد بہت بڑا طوفان آنے والا تھا- وہ لوگ بہت چکنے تھے- ہر آہٹ پر اُن کا دیہان تھا- جگہ جگہ پہرہ لگا ہوا تھا- میرام شاہ میں لگے چیک پوائنٹس پر رات کے دس بجے کے قریب تین دہشت گرد گرفتار ہوئے جو کہ وہاں کے رہائشی بن کر گھوم رہے تھے مگر اپنی مشکوک حرکتوں کی وجہ سے پکڑے گیے- دشمن کی طرف سے ابھی تک کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی- پھر اچانک رات کے بارہ بجے اُس کو ناجانے کیا سوجھی کہ اُس نے حملہ کر دیا- چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی اور پاک آرمی کے جوان جو کہ پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے ایک بار پھر میدان میں کود پڑے- اور یہ جنگ پھر شروع ہوئی تو صبح کے تین بجے ختم ہوئی- دشمن کو اب کی بار بھی منہ کی کھانی پڑی تھی- وہ ہر بار ہارتا تھا مگر پھر بھی باز نہیں آتا تھا- پاک آرمی کے بہادر شیروں کے سامنے ذیادہ دیر ٹکنے کی اُس کی ہمت نہیں تھی اسی لیے وہ موقع دیکھ کر اور چھپ چھپ کر وقفے وقفے سے وار کر رہا تھا-

****

خون میں نہائے ہوئے جسموں سے پوچھو

اس زمین پر جاں لٹانے کا مزا کیا ہے

28جون

صبح صبح میجر بابر کو اپنے ایک پرائیوٹ ایجنٹ سے دہشت گردوں کے ایک منصوبے کے بارے میں خبر ملی- وہ لوگ کوئی بہت بڑا پلان کر رہے تھے- میران شاہ کے باہر اُن کی کوئی رہائش گاہ تھی جہاں سارا اسلحہ اور ایکسپلوسیو ڈیوائسز رکھی گئی تھیں- اُنہوں نے خبر ملتے ہی کیپٹن آکاش اور کیپٹن شیر خان کو اُس مشن کے کیے بھیج دیا ایک طرح سے یہ مشن ایمپاسیبل لگ رہا تھا- دشمن اچانک ہونے والا حملے سے ایک دفعہ تو خوف ذدہ ہو گیا تھا مگر پھر وہ جلد ہی سنبھل گیا- یہ ایک مشکل ترین ٹاسک تھا- شیر کی کچھار میں خود جا کر ہاتھ ڈالنے کے برابر تھا مگر کیپٹن آکاش نے بڑی بہادری سے اِس ٹاسک کو پورا کیا اور اس ایمپاسیبل مشن کو پاسیبل کیا- اس لڑائی میں اٹھارہ کے قریب دہشت گرد مارے گیے جبکہ چھ گرفتار ہوئے- پاک آرمی کے دو سپاہیوں نے شہادت حاصل کی- میانوالی کے قریب انڈس ریور کراس کرتے ہوئے تین دہشت گرد سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں پکڑے گیے جن کو بعد میں مار دیا گیا-

ہمتیں ابھی جھکی نہیں

میرے حوصلے ابھی بلند ہیں
مجھے ہار جیت سے غرض نہیں
میری جنگ تھی سو میں لڑ گیا

30جون

صبح صبح میرام شاہ کے باہر سپیشل سروسز گروپ کے ماتحت شروع کیے جانے ایک اپریشن میں پندرہ دہشت گرد مارے گیے -

زیر زمین کیا جانے والا ایک بڑا منصوبہ ناکام بنا دیا گیا اور اِس لڑائی میں پاک آرمی کے تین سپاہی شدید زخمی ہوئے- تمام شہریوں کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا- اپریشن کے ختم ہونے تک تقریباً ساڑھے تین سو دہشت گرد مارے گیے اور سولہ پکڑے گیے- اُن کے ساٹھ ایسے مقامات کو تباہ کیا گیا جہاں اُن کو ٹریننگز دی جاتی تھی- یہ اپریشن تقریبا تین چار دن تک جاری رہا-

****

میں واپس آؤں گا
یا تو سبز حلالی پرچم اٹھا کر
یا پھر

سبز ہلالی پرچم میں لپٹ کر
میں واپس ضرور آؤں گا

رمضان المبارک کا مہینہ چل رہا تھا- مسز ربانی لاؤنج میں بیٹھی افطاری کی تیاری میں مصروف تھیں جب لویل کالج سے واپس آئی- اُس نے آتے ہی اُن کو سلام کیا- بیگ وہیں صوفے پر رکھا اور اُن کی پاس بیٹھ گئی- تبھی اُس کی نظر اُن کے چہرے پر پڑی وہ بہت اُداس دکھائی دے رہی تھیں -

"کیا ہوا اماں۔۔۔؟"- اُسے فکر لاحق ہوئی- وہ اُٹھ کہ اُن کے پاس آ گئی -

وہ خاموشی سے سبزی کاٹتی رہیں -

"اماں بتائیں نہ کیا ہوا آپ کو اتنی پریشان کیوں ہیں۔۔۔؟"- اُس نے اُن کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا-

"ایک ہفتہ ہو گیا آکاش کا کوئی فون نہیں آیا۔۔۔پتہ نہیں کیسا ہے۔۔۔دانی بتا رہا کہ وہ اپریشن کے لیے چلا گیا ہوا"- اُنہوں نے ٹوکری سامنے ٹیبل پر رکھ دی-

"ہاں اُس نے مجھے بھی بتایا تھا کہ وہ اپریشن پہ گیا ہوا۔۔۔پرسوں رات کو تھوڑی سی بات ہوئی تھی میری۔۔۔آپ فکر نہ کریں وہ بلکل ٹھیک ہے۔۔۔کہہ رہا تھا کہ آپ کو جلدی فون کرے گا۔۔۔"- لویل نے اُن کو تسلی دی-

"تو پھر کیا کیوں نہیں ابھی تک فون۔۔۔۔"- اُن کا دل بے چین تھا-

"اماں بزی ہو گیا ہو گا اِسی لیے نہیں کیا۔۔۔اُدھر نیٹ ورک کا بھی بہت مسئلہ ہوتا۔۔جیسے ہی اُسے ٹائم ملا ضرور فون کرے گا۔۔۔۔-"

"اچھا۔۔۔۔"- وہ کچھ مایوس سی ہو گئیں-

"اوکے میں چینج کر کہ آتی ہوں۔۔۔۔"- وہ اُٹھنے لگی تو فون بجنے لگا- مسز ربانی دوبارہ سے سبزی کاٹنے میں مصروف ہو گئیں- لویل نے آگے بڑھ کہ ریسیور اُٹھایا-

"ہیلو۔۔۔۔"- اُس نے اُٹھاتے ہی پوچھا-

"کیسی ہو۔۔۔۔۔"- دوسری طرف سے آکاش کی آواز آئی-

"کاشی۔۔۔۔۔"- وہ خوشی سے چلائی- مسز ربانی نے فورا اُسکی طرف دیکھا- اُن کا چہرہ کھل اُٹھا تھا- وہ اُٹھ کہ لویل کے پاس آ گئیں-

"کہاں تھے اتنے دن۔۔۔۔فون ہی نہیں کیا۔۔۔"- اُس نے شکوہ کیا-

"بس مصروف تھا تم سناؤ کیسے ہیں سب گھر میں اور اماں کیسی ہیں۔۔۔۔؟-"

"سب ٹھیک ہیں اور اماں بھی بلکل ٹھیک ہیں۔۔۔ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔۔۔۔یہ لو بات کر لو۔۔۔۔"- لویل نے کہتے ہوئے فون اماں کی طرف بڑھایا اور خود مسکراتی ہوئی کمرے میں چلی گئی-اُنہوں نے فون کان سے لگا لیا-

"اماں۔۔۔۔"- آواز میں بے چینی تھی -

"کاشی۔۔۔۔"- اُن کی آواز لڑکھڑا رہی تھی- بولنا محال ہو رہا تھا -

"کیسی ہیں آپ۔۔۔۔؟"- اُنہوں نے بے قراری سے پوچھا-

"تمہارے بغیر میں کیسی ہو سکتی ہوں۔۔۔۔"- اُن کی آنکھوں میں انسو آ گیے-

"اماں پلیز روئیں مت۔۔۔۔ آپ کے رونے سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔۔۔۔"- وہ تڑپ اُٹھے-

"کب آؤ گے گھر۔۔۔۔؟"- اُنہوں نے فورا اپنے انسو صاف کر لیے-

"بہت جلدی آؤں گا اماں آپ بس دعا کیا کریں کہ جس کام کے لیے ہم آئے ہیں وہ جلد سے جلد پورا ہو جائے۔۔۔۔ -"

"میں تو ہر لمحے دعا کرتی ہوں کاشی کہ تم جلدی سے کامیاب ہو کہ واپس آجاؤ۔۔۔۔میں تم سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔۔۔۔"- اُنہوں نے اپنے دل کی حالت بیان کی-

"میں بھی آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔۔۔۔یہ دوری مجھ سے بھی برداشت نہیں ہو رہی -"

"اللہ کرے جلد وہ دن آئے۔۔۔عید پہ تو آؤ گے۔۔۔؟"- اُنہوں نے آس سے پوچھا-

"انشاءاللہ آؤں گا بس یہ اپریشن ختم ہو جائے۔۔۔"- اُن کا دل چاہا وہ اُڑ کر اُن کے پاس پہنچ جائے-

"ضرور آنا عید پہ کیوں اگر تم نہ ہو تو میرا عید منانے کو زرا دل نہیں کرتا۔۔۔میں لویل کے ساتھ جاکہ تمہارے لیے عید کی شاپنگ کر لاؤں گی بس تم جلدی سے آجاؤ۔۔۔"- وہ اُسے آنے کا کہہ رہی تھیں جب کہ وہ کچھ بھی نہ بولے- ایک ہلکی سی مسکراہٹ نے چہرے کا احاطہ کیا- وہ بڑی عجیب سی مسکراہٹ تھی -

"اماں آپ کو پتہ میں نے داڑھی رکھ لی ہے۔۔۔جب میں آؤں گا نہ تو آپ دیکھ کر بتانا کہ کیسی لگتی ہے۔۔۔"- کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولے-

"یہ تو بہت اچھی بات ہے ماشاء اللہ سے۔۔۔اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تمہیں داڑھی بہت اچھی لگ رہی ہو گی۔۔۔"- وہ سن کر بہت خوش ہوئیں تھی -

"اور سنائیں اماں گھر میں سب کا کیا حال ہے۔۔۔؟"- آکاش نے مسجراتے ہوئے پوچھا-

پھر وہ اُس کو سب بتانے لگیں- آکاش نے بھی پچھلے سارے دنوں کی باتیں اُن سے شئیر کیں- وہ ایک ایک بات اُن کو بتا رہا تھا اور مسز ربانی اُسکی اتنی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر نہال ہو رہی تھیں-

****

کبھی موسموں کے سیراب میں کبھی بام و در عذاب میں
وھاں ھم نے عمر گزار دی جھاں سانس لینا محال تھا

وہ جنگ کا میدان تھا- چاروں طرف سے گولیوں کی برسات ہو رہی تھی- بارود کی بدبو ہوا میں پھیل گئی تھی اور آکسجن کی جگہ سانس کے ساتھ اندر جا رہی تھی- خون کے جیسے دریا بہہ رہے تھے- ٹینک توپیں سب آگ اُگل رہے تھے- کیپٹن آکاش اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی بہادری سے صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے- اُن کے قدموں میں بجلی کی سی تیزی تھی- وہ بہت بہادری سے لڑ رہے تھے- تبھی ناجانے کس طرف سے ایک گولی آئی تھی اور اُن کے سینے میں بائیں جانب پیوست ہو گئی- بندوق پہ اُن کی گرفت ڈھلی پڑ گئی- ایک دوسری گولی اُن کے دائیں بازو میں لگی-یوں لگا جیسے کسی نے جسم میں بارود بھر دیا ہو- بندوق نیچے گر گئی- خون کے فوارے چھوٹ پڑے- ہر طرف جیسے قیامت کا سماں ہو گیا-

وقت جیسے رک گیا- ستاروں کی گردش تھم گئی- زمین کی حرکت رک گئی- سانس اُکھڑنے لگی- وہ نیچے گر گئے -

"آکاش۔۔۔۔"- وہ ایک زور دار چیخ مار کہ اُٹھی -

چہرے پہ خوف چھایا ہوا تھا- سارا جسم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا -

شبنم نے فورا لائیٹ جلائی- رات کے دو بج رہے تھے- فریال شاید ڈر گئی تھی -

"اپی کیا ہوا۔۔؟"- اُس نے تیز تیز سانس لیتی فریال کو مخاطب کیا-

"شبنم وہ آکاش۔۔۔۔"- خوف سے اُس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی -

"کیا ہوا۔۔۔؟"- اُس نے فریال کو دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے پوچھا-

"اُس کو گولیاں لگی ہیں۔۔۔"- وہ کانپ رہی تھی- " مجھے اُس کے پاس جانا ہے نہیں تو وہ مر جائے گا شبنم اور اگر وہ مر گیا نہ تو میں بھی مر جاؤں گی"- وہ بیڈ سے نیچے اُترنے لگی- شبنم نے فورا اُس کو روکا- فریال نے حیرت سے اُس کو دیکھا-

"کچھ نہیں ہوا اپی۔۔۔آپ نے جو دیکھا وہ بس ایک خواب تھا اور کچھ نہیں ۔۔۔"- وہ اُسے سمجھانے لگی -

"وہ خواب نہیں تھا شبنم وہ سچ تھا۔۔۔"- وہ رونے لگی- "میں نے خود دیکھا۔۔۔اُس کو دو گولیاں لگیں۔۔۔ایک بازو میں اور ایک سینے میں۔۔۔وہ گر

گیا تھا۔۔۔وہ مر جائے گا شبنم پلیز مجھے جانے دو۔۔۔"- فریال نے اپنے دونوں ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا- وہ اپنے ہواسوں میں نہیں تھی -

"اپی پلیز سنبھالیں خود کو کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔وہ صرف ایک ڈراؤنا خواب تھا۔۔۔"- شبنم خود بھی رونے لگی -

"تمہیں کیسے بتاؤں کہ وہ سب سچ ہے۔۔۔ایک دن ایسا ہو جائے گا اور کوئی کچھ نہیں کر پائے گا۔۔۔میری کوئی دعا قبول نہیں ہو گی۔۔۔"-وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کے رونے لگی- "اگر سچ میں ایسا ہو گیا تو۔۔۔"- اُس نے اچانک سر اُٹھایا-

"نہیں اللہ میاں جی آپ میرے ساتھ ایسے نہیں کر سکتے۔۔۔میں مر جاؤں گی پلیز نہیں۔۔۔"- وہ پھر سے رونے لگی- شبنم سے اُس کو سنبھالنا مشکل ہو گیا-

وہ خاموشی سے بیڈ سے نیچے اُتری- دراز میں سے دو سلیپنگ پلز نکالیں- جگ میں سے ایک گلاس پانی نکالا اور واپس آئی -

"یہ لیں میڈیسن کھائیں۔۔۔ابھی نیند آجائے گی آپ کو اور پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔"- اُس نے فریال کو پانی کا گلاس گھماتے ہوئے کہا-

"نہیں کھانی۔۔۔"- اُس نے فورا انکار کر دیا-

"کھانی ہے پکڑیں۔۔۔۔"- اُس نے زبردستی وہ دونوں گولیاں اُس کو کھلائیں -
"مجھے نہیں سونا پلیز۔۔۔۔"- وہ اپنے سر کو نفی میں ہلانے لگی- ساری کچھ دیر بعد ہی بھاری ہونے لگا- اُس نے بہت مزاحمت کی مگر کچھ ہی دیر میں جب اُن کا اثر ہونے لگا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی لیٹ گئ-
کچھ ہی دیر میں وہ غنودگی میں جا چکی تھی- شبنم نے شکر کا سانس لیا- صبح تک اُس کی حالت سنبھل جانی تھی -
مگر ایسا کب تک چلنا تھا- پتہ نہیں ابھی اُسکی اور کتنی سزا باقی تھی -
"اللہ جی پلیز سب ٹھیک کر دیں ورنہ میری بہن پاگل ہو جائے گی۔۔۔۔"- اُس نے دل کی گہرائیوں سے دعا مانگی- اُس کی باقی کی پوری رات آنکھوں میں کٹی-

****

کچل ڈالیں گے ہر فتنہ ستم کا سربریت کا
خدا کے فضل سے توڑیں گے ہاتھ اہل اذیت کا

6جولائی

یہ ایک ڈبل سٹوری پرانی بلڈنگ کی چھت کا منظر تھا- کیپٹن آکاش اِس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں کھڑے اردگرد کا جائزہ لے رہے تھے- اس بلڈنگ کا تعلق

مشہور دہشت گرد الیاس کشمیری اور اُس کے تین سو تیرہ ساتھیوں سے تھا- اس بلڈنگ کو الیاس کشمیری کا بھتیجا اور اُس کے ساتھی ٹریننگ کے مقصد کے لیے استعمال کرتے تھے- اس بلڈنگ کا کچھ حصہ زیر زمین بھی تھا جہاں دہشت گردوں کے استعمال کی چیزیں اور مختلف ہتھیار بنتے تھے- پاکستان آرمی کے لیے یہ ایک مشکل ترین ٹارگٹ تھا- کیپٹن آکاش اور اُن کے ساتھیوں نے اُس بلڈنگ پر زبردستی قبضہ کر لیا اور اُن دہشت گردوں کو اپنے ہتھیار اور دوسری ٹریننگ سہولیات چھوڑنے پر مجبور کر دیا- اس ٹارگٹ کو کلئیر کرنے کے بعد کیپٹن آکاش نے ایکسپریس کے ایک جرنلسٹ کو اپنا انٹرویو دیا اور کس طرح اُن کو لوگوں نے اپنا ٹارگٹ حاصل کیا اُس کی ساری تفصیل بتائی- اس ٹارگٹ کو حاصل کرنے کے بعد کیپٹن آکاش نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر پوری رات بہت محنت سے اُن تمام ہتھیاروں اور دوسرے سامان کو ترتیب دیا تاکہ بعد میں اُسے پاکستان میڈیا اور انٹرنیشنل میڈیا کے سامنے لایا جا سکے-

****

ہم تو مٹ جائیں گے اے ارضِ وطن لیکن
تم کو زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک

12جولائی

میر علی میں سیکیورٹی چیک پوائنٹ پر پاکستان آئیر فورس کی طرف سے پھینکے گیے ایک راکٹ میں تیرہ غیر ملکی دہشت گرد ہلاک ہوئے- صبح صادق کا وقت تھا- ہر طرف سے گولیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں- توپوں میں سے نکلنے والے گولوں کی آوازوں سے کان پڑی سنائی نہیں دے رہی تھی- چاروں طرف جنگ کا عالم تھا- پورا دن جنگ ایک تواتر سے جاری رہی- عصر کے وقت پاکستان آرمی نے اپنی بہادری اور جراءت کی بنا پر میرام شاہ کا سارا علاقہ دہشت گردوں سے پاک کر دیا- ہر کونے میں فوجی جوان پھیل گیے- چاروں طرف جیسے عید کا سماں تھا- میرام شاہ میں بالاآخر کئی ہفتوں کی کوششوں کے بعد سبز پرچم لہرا دیا گیا- یہ ایک بہت بڑی جیت تھی-

****

رات کی تاریکی نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا- مسز ربانی سونے کے لیے کمرے میں آئی ہی تھیں کہ لاؤنج میں رکھا ہینڈ سیٹ بجنے لگا- وہ واپس لاؤنج میں گئیں- دل میں ناجانے کیوں خیال تھا کہ آکاش کا فون ہو گا -

"ہیلو۔۔۔۔"- اُنہوں نے فون اُٹھاتے ہی آہستگی سے کہا-

"اماں کیسی ہیں آپ۔۔۔؟"- دوسری طرف سے واقعی آکاش کی آواز آئی- اُن کے دل میں ہر طرف ایک سکون سا چھا گیا- اُس کی آواز ہی اُن کی بے چینی کو ختم کرنے کے لیے کافی تھی -

"میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو۔۔۔؟"- اُنہوں نے پوچھا- خوشی ناقابلِ بیان تھی -

"میں آج بہت خوش ہوں اماں بہت زیادہ۔۔۔آپ کو پتہ آج ہم نے میرام شاہ میں سبز پرچم لہرا دیا۔۔۔پورے علاقے کو دہشت گردوں سے پاک کر دیا اور یہ سب آپ کی دعاؤں سے ہوا ہے اماں۔۔۔"- وہ واقعی بہت خوش تھے- کیونکہ خوشی آواز میں شامل تھی -

"ماشاء اللہ بہت بہت مبارک ہو۔۔۔یہ تو واقعی بہت بڑی کامیابی ہے۔۔۔"- اُنہوں نے تصور میں آکاش کا چمکتا ہوا چہرہ دیکھا-

"جی الحمدللہ۔۔۔اور یہ سب اماں آپ کی دعائیں ہیں۔۔۔-"

"اچھا پھر بتاؤ کہ آؤ گے۔۔۔مجھے تمہاری بہت فکر ہوتی ہے آکاش۔۔۔تمہیں ایک نظر دیکھنے کے لیے میں ترس گئی ہوں۔۔۔"- اُن کا لہجہ بھیگ گیا-

"میری پیاری اماں آپ کیوں فکر کرتی ہیں۔۔۔میں جلدی واپس آؤں گا انشاء اللہ اور آپ بلکل فکر مت کریں۔۔۔جو سب سے مشکل ٹارگٹ تھا وہ پورا ہو گیا اب

اگلے کچھ دنوں کے لئے ہم بلکل فارغ ہیں اور کوئی خاص کام نہیں ہے اس کیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"- اُنہوں نے تسلی دی تو وہ کچھ مطمئن ہو گئیں-

"تمہیں پتہ کاشی میں آج کل صرف تمہارے بارے میں سوچتی رہتی ہوں اور کسی چیز کی طرف دیہان نہیں جاتا بس ہر وقت تمہارا خیال دل میں رہتا ہے۔۔۔اور دل سے بس یہی دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور تم جلدی سے گھر واپس آجاؤ۔۔۔ -"

"اماں میں بہت جلد گھر واپس آنے والا ہوں۔۔۔آپ دیکھ لینا بس چند دنوں کی بات ہے پھر میں واپس آؤں گا۔۔۔"- وہ اُن کو تسلی دے رہے تھے -

"مجھے ہرلمہے اس وقت کا انتظار رہتا ہے کاشی جب میں تمہیں دیکھ پاؤں گی۔۔۔ -"

اُنہوں نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کی- پھر

آکاش اُن کو ساری تفصیل بتانے لگی- اُن کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ ہر بات اُن سے شئیر کرتے-

فون سے فارغ ہو کر وہ باہر آئے تو وہاں ایک محفل جمی ہوئی تھی- وہ کیپٹن علی کے ساتھ بیٹھ گئے -

"کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔؟"- اُنہوں نے کیپٹن علی سے پوچھا -

"بیت بازی کا مقابلہ ہونے لگا ہے۔۔۔۔"- اُنہوں نے ہنستے ہوئے بتایا-

"واؤ ویری گڈ۔۔۔۔"- کیپٹن آکاش کو شعر و شاعری میں کافی دلچسپی تھی -

پھر دو ٹیمیں بنا لی گئیں- ایک سنیرز کی اور ایک جونیئرز کی- دونوں ٹیموں میں سے کسی ایک کو کوئی شعر سنانا تھا- شعر سنانے کے لیے بس تیس سیکنڈ کا ٹائم تھا- اگر کسی نے تیس سیکنڈ سے پہلے کوئی شعر سنا دیا تو ٹھیک ورنہ دوسری ٹیم سنائے گی- کیپٹن علی کی ٹیم اے تھی اور جونیئرز کی ٹیم بی تھی- شروعات ٹیم اے سے کی گئی-

اک شخص کر رہا ہے ابھی تک وفا کر ذکر
کاش اُس زباں دراز کا منہ نوچ لے کوئی

پہلا شعر کیپٹن تنویر کی جانب سے تھا- جو ٹیم اے میں تھے -

"اوئے ہوئے کیا بات ہے زبردست۔۔۔۔"- کیپٹن علی نے سیٹی بجائی- باقی سب نے بھی تالیاں بجاکر داد دی-

اب ٹیم بی کی باری تھی-

باہر گلی میں لوگ چلتے ہوئے رک گیے
تنہائیوں کا شور تھا خالی مکان میں

یہ شعر لیفٹیننٹ صارم کی جانب سے آیا تھا- کیپٹن علی نے براسا منہ بناتے ہوئے تالیاں بجائیں-

"ہمارا ذیادہ اچھا تھا نہ ویسے۔۔۔"- اُنہوں نے کیپٹن آکاش کے کان میں سرگوشی کی- تو اُنہوں نے سر ہلا دیا-

اب پھر ٹیم اے کو شعر سنانا تھا-

ایسا بدلا ہوں تیرے شہر کا پانی پی کر
جھوٹ بولوں تو ندامت نہیں ہوتی مجھ کو

یہ شہر کیپٹن اسلم کی جانب سے تھا- کیپٹن آکاش نے اُن کو سلیوٹ مارا-

"ویری نائس سر جی۔۔۔"- وہ بولے تو کیپٹن اسلم خوش ہو گیے-

"شکریہ شکریہ۔۔۔"-اُنہوں نے بھی جواباً اُسی انداز میں کہا-

"اوکے اب ٹیم بی سنائے گی۔۔۔"- کیپٹن علی نے کہا-

زرا سی بات پر محسن بگو لیتے ہو آنکھیں تم
سنو ایسا نہیں کرتے زمانہ بیچ کھائے گا

لیفٹیننٹ شہریار نے یہ شعر پڑھا تو اُن کی ٹیم کے باقی ممبرز نے ہوٹنگ کی- جبکہ ٹیم اے نے برے برے منہ بنائے-

"آکاش اب تم سناؤ۔۔۔۔"- کیپٹن علی نے کیپٹن آکاش کو کہا-

کبھی ملا جو موقع لب کشائی کا

میرا صبر میرے لفظوں کی گواہی دے گا

وہ کھوئے کھوئے بولے تھے- دیہان تو کسی کی طرف چلا گیا- کوئی شدت سے یاد آنے لگا-دور کہیں ایبٹ آباد کے شہر میں اپنی کھڑکی کے پاس کھڑی اُس لڑکی کا دل دھڑکا تھا- کیپٹن علی نے بہت غور سے اُن کی طرف دیکھا- وہ ایسا کرب پہلے بھی اُن کے چہرے پر ایک دو دفعہ دیکھ چکے تھے- ناجانے کیوں اُن کو لگتا تھا کہ وہ جیسے باہر سے دکھائی دیتے تھے اندر سے ویسے نہیں تھے- کچھ تو راز تھا جس سے وہ سب لوگ انجان تھے -

اُنہوں نے پوچھنے کا سوچا مگر موقع مناسب نہیں تھا اس لیے خاموش ہی رہے-

ہمدردیاں، خلوص، دلاسے، تسلیاں

دل ٹوٹنے کے بعد تماشے بہت ہوئے

یہ شعر لیفٹیننٹ فہد کی طرف سے آیا تھا- سب نے خوب قہقے لگائے- چاروں طرف خوشی ہی خوشی تھی -

دشمن سے یہ خوشی شاید ہضم نہیں ہوئی تھی- دور کسی بلڈنگ کی چھت سے ایک دستی بم پھینکا گیا- چاروں طرف دھواں پھیل گیا- چیخوں کی آوازوں سے پورا علاقہ گونج اُٹھا- ساتھ ہی فائیرنگ بھی ہونے لگی- اُن لوگوں کو سنبھلتے سنبھلتے بھی وقت لگا- دشمن نے ہمیشہ کی طرح موقع دیکھ کر وار کیا تھا- کئی سپاہی مار گیے- جنگ ایک بار پھر شروع ہو چکی تھی- دشمن تاریکی کا خوب فائدہ اُٹھا رہا تھا-

****

حالات ایک بار پھر خراب ہو چکے تھے- کیپٹن آکاش کو ایک عجیب سا ڈر لگ گیا تھا- کچھ ہو جانے کا ڈر۔۔۔۔اُنہوں نے سوچا کہ وہ ایک بار گھر بات کر لیتے مگر نیٹ ورک کا بہت مسئلہ تھا- تو کیپٹن علی کے مشورے پر اُنہوں نے خط لکھنے کا سوچا- وہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر اماں کے نام ایک خط لکھنے بیٹھ گیے-

سکونِ قلب ، مانندِ حور ،منبع عشق میری عظیم ماں!

عشق کتنا ہی کامل کیوں نہ ہو ، تبدیلی اور بڑھو تری کے بغیر بوریت کا باعث بن جاتا ہے ایک وقت تھا جب مجھے آپ کی پہچان نہیں تھی میں دنیا سے غافل تھا آپ

کا عشق و پیار یقیناً بے مثال تھا مگر اِس میں اضافہ تب ہوا جب میں آپ کو پکارنے لگا پھر مزید اضافہ ہوا جب میں لڑ کھڑا کر بھاگنے لگا اور آپ اِس ڈر سے میری پیچھے دوڑتی تھیں کہ میں گر نہ جاؤں آپ کو پیچھے آتا محسوس کر کے میں اور تیز دوڑتا کہ پکڑا نہ جاؤں۔

محبتیں عروج پر تھیں پھر آپ میری اسکول کی وردی دھونے اور استری کرنے کے معاملات میں مصروف ہو گئیں میری شرٹ پر لگے داغ میری شرارتوں کی گواہی تھے۔آپ کا تعلق اُن سے بھی تھا آپ نے وہ داغ بھی دیکھے ہیں اُن سے بھی محبت کی آپ نے پھر میں میٹرک کا طالب علم ہوا تو پڑھائی کیلئے سنجیدگی بھی آپ ہی سے سیکھی کبھی ڈانٹ کھائی اور پھر گلے لگایا گیا پھر وقت کا سورج عروج پر پہنچا ، آپ نے پہلی بار مجھے فوجی وردی میں دیکھا !معاملات بدلتے گئے آپ کا بیٹا کمانڈو بنا آپ نے تب بھی دیکھا

وقت چلتا رہے یہی خوبصورتی ہے ! محبت قائم ہے،لازوال ہے، کامل ہے بلاشبہ ہے! ایک ملاقات تھم جاتی تو دوسری ملاقات کا وقت کیسے آتا؟ میں دودھ پیتا بچہ رہتا تو بابا کے برابر کیسے کھڑا ہوتا؟ مجھے نہیں پتہ کہ میں آپ سے کبھی مل پاؤں گا یا نہیں ۔۔۔۔کیونکہ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے درمیان ایک جدائی آنے والی

ہے۔۔۔اتنی لمبی جدائی کہ جو قیامت تک رہے گی- اماں اگر میں شہید ہو گیا نہ تو غم مت کیجیے گا کیونکہ شہید کبھی مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ تو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں- اماں بات یہ ہے کہ پی ایم اے کے پہلے دن سے ہی شہادت کا شوق پیدا ہو گیا تھا آپ نے دیکھا بھی کہ میں کہیں نہیں رکا بڑھتا گیا بڑھتا گیا. وطن عزیز کی محبت اور شہادت کا شوق مجھے دیوانہ کر دیا کہ آج میں موت کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوں- دشمن کی طرف سے آنے والی گولیاں اپنے سینے پر کھانے کے لیے بہت بے تاب ہوں- پی ایم اے کے دو سال آنکھ جھپکنے میں گزر گئے وردی پہن لی افسر بن گیا مگر یہ کافی نہیں ہے میرے لئے میرے جزبے مجھے سکون لینے نہیں دیتے- کمانڈو ٹریننگ میں جا کر مجھے سکون ملا جب جسم تھک جاتا تھا. جب سونے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی جب چوٹ لگنے کے باوجود رکنا منع تھا جب ایڑھیوں کے چھالے چلنے میں مشکل پیدا کرنے میں ناکام تھے. تب مجھے احساس ہو گیا تھا کہ منزل قریب ہے تب گولی کھانے کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا. احساس ہو گیا تھا کہ میں اپنے پیچھے چلنے والوں کا دفاع کر سکتا ہوں. اُنہیں بچانے کیلئے اپنا سینہ پیش کر سکتا ہوں ماں !میں دشمن کی گولیاں اپنے سینے میں اتر جانے کیلئے محنت کر رہا ہوں اس شوق میں کئی راتیں گزاری ہیں کئی نیندیں قربان کی ہیں کئی بھوکیں کاٹی ہیں آپ

کے ساتھ ہونے کا تصور مجھے بھی بہت اچھا لگتا ہے مگر آپ نہیں جانتی کہ جو دشمن کی گولی اپنے سینے پر کھانے کا مجھے کس حد تک جنون ہے- شہادت سے مجھے عشق ہے اور اپنے اسی عشق کو پانے کے لیے آج میں میدان جنگ میں دشمن کے مقابل کھڑا ہوں -

اماں میں نے کئی بے گور لاشیں دیکھی ہیں انسانی اعضاء دیکھے ہیں جنہیں چیل کوے نوچ رہے تھے. مجھے ان کا بدلہ لینا ہے مجھے دشمن سے مقابلہ کرنا ہے مجھے ہمیشہ کیلئے امر ہونا ہے مان کئی بچے مرگئے ،کئی بچے یتیم ہو گئے مگر انہیں یاد کرنے والا کوئی نہیں ان کی قبر پر جا کر باتیں کرنے والا کوئی نہیں! میں خوش قسمت ہونا چاہتا ہوں کہ میری ماں مجھ سے باتیں کرنے روز میری قبر پر آئے- آپ آئیں گی نہ اماں؟ میری یادے کے دیے ہمیشہ جلتے رہیں گے- اماں جنت میں ایک کرسی میری منتظر ہے- ایک نشست میری مختص ہے- سب سے بڑی بات یہ کہ مجھے اب وہ لوگ بھی جانیں گے جو میری زندگی میں مجھے نہیں جانتے اماں اگر ایسا ہو گیا نہ تو میں کامیاب ہو جاؤں گا-

جب سے میں آرمی میں آیا ہوں ہماری ملاقاتیں بہت کم ہوئی ہیں- مجھے کئی کئی مہینے چھٹی نہیں ملتی تھی اور میں آپ کے بغیر اور آپ میرے بغیر اداس رہتی تھیں -

وہ وقت صرف آپ نے نہیں میں نے بھی گناہے۔ہر اک لمحہ ہر اِک دن میری انگلیوں پر درج ہے-۔جو وقت آپ میرے بغیر گزار چکیں وہ یقینادرد بھرا ہے مگر اب آپ کو میر ی رضا کیلئے بہت خوش رہنا ہے- اگر آپ خوش رہیں گی تو میں بھی خوش رہوں گا-اور ویسے بھی آپ سے جدا کب ہوں۔۔ہرلمحہ تو آپ مجھے دل میں آباد رکھے ہوئے ہیں- آپ نے مجھے جب کچھ دن پہلے فون کیا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ آپ ہر وقت میرے بارے میں سوچتی رہتی ہیں- آپ کو کوئی اور چیز اچھی نہیں لگتی سارا وقت صرف مجھے یاد کر کے بتاتی ہیں -

ماں جی میں اَنگشتِ بدااںداں ہوں کہ کیسے آپ ساری دنیا کی رونقیں چھوڑ کر صرف ایک بیٹے پر توجہ کئے ہوئے ہیں۔

" I admit that i am the most beautiful thing that you have ."

مگر توانائیاں کچھ اپنی ذات کیلئے بھی محفوظ رکھیں۔

"You Know what...You are my dream mother"

مجھے اگلے ساتوں جنموں تک آپ ہی چاھیں۔مجھے کسی اور کا بیٹا کسی جنم میں بھی نہیں بننا- میں بھی محو عشق ھوں آخر پہلا پیار ہیں میرا آپ۔عورت ذات میں پہلی ہستی جس سے عشق ھوا مجھے۔بہت حسین بندھن ہے یہ -

دل میں بے شمار ایسی باتیں ہیں جو کرنا چاہتا ہوں مگر کیا کروں اتنا وقت نہیں ہے۔۔۔اماں ایک بار پھر درخواست کر رہا ہوں پلیز اگر مجھے کچھ ہو گیا نہ تو رویے گا مت۔۔۔۔

اپنا بہت سارا خیال رکھیے گا- آئی لو یو سو مچ مور دین ایوری تھنگ -

اب اجازت چاہتا ہوں-

آپ کا کاشی

خط ختم کر کے ایک لفافے میں ڈالا اور ایک سپاہی کو دیا جو جا کہ پوسٹ کر آیا- اب یہ خط کب پہنچنا تھا وہ نہیں جانتے تھے- مگر دل میں امید تھی کہ اُن تک ایک نہ ایک دن پہنچ جائے گا -

****

15جولائی

اس وردی پہ لگا یہ لہو میری

خوش قسمتی کا راز ھو گا

ماں کی دعا کا ساتھ ھو گا

دعا کرنا اے میری ماں

دھویں کا یہ اشارہ ھـــے

وطن نـــے پھر پکارا ھـــے

وطن کی پاک مٹی کا میری

ماں قرض ہـــے مُجھ پر

لوٹا دوں جان اس پر یہی

ایک فرض ہـــے مُجھ پر

ھـــے شہادت میرا مقصد

گل۔ے بڑھ کر میں لگاؤں گا

وعدہ کر رھا ھوں مـــں

یہ وعدہ مـــں نبھاؤں گا

شہادت جب مل۔ے مُجھ کو

تو پھولوں س۔ے سجا لینا

بڑے ہی فخر س۔ے مُجھ کو
گل۔۔۔ے س۔۔۔ے تم لگا لینا
دعا کرنا اے می۔۔۔ری ماں
دعا کرنا اے می۔۔۔ری ماں

میرام شاہ کو قبضے میں لینے کے بعد جنگ میرالی میں شروع ہو چکی تھی-میرالی شمالی وزیرستان کی ایک تحصیل ہے- رمضان المبارک کا آج سولہواں روزہ تھا- سب نے روزہ رکھنے کے بعد فجر کی نماز ایک ساتھ ادا کی- اپنے ملک اور قوم کی سلامتی کے لیے دعا کی -

سورج آج آگ کے گولے کی طرح دہک رہا تھا- اُس کا رنگ بھی معمول سے کچھ زیادہ ہی تیز تھا- دوپہر سے زرا پہلے کا وقت تھا- جنگ زور و شور سے جاری تھی- آگ کے گولوں کا تبادلہ دونوں طرف سے ہو رہا تھا- تبھی اچانک کیپٹن آکاش اور اُن کے کچھ ساتھی اُس آگ کی زد میں آ گیے- مگر اُن لوگوں نے ہمت نہ ہاری- وہ لڑتے رہے- مگر کب تک یہ ممکن تھا- وہ گر گیے- حوصلہ اس قدر پختہ تھا کہ اُٹھنے کی دوبارہ کوشش کی- لیکن شاید شہادت کا وقت قریب آ چکا تھا- اُن کی زندگی کا مقصد پورا ہو رہا تھا- اُن کا عشق اپنی منزل پا رہا تھا- وہ دوبارہ گر گیے- زخم

اتنے شدید تھے کہ اُٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی- آنکھیں رفتہ رفتہ بند ہونے لگیں- زمین کے سارے منظر دھندلانے لگے- سانسیں اُکھڑنے لگیں- زندگی کی مدت پوری ہو رہی تھی- اُن کی آنکھوں کے سامنے پچھلے گزرے ہوئے لمحے بھاگنے لگے- سب کچھ کسی فلم کی طرح چلنے لگا- ہر وہ منظر گزرتا گیا جس میں زندگی کو جیا تھا- پانی کی شدید ضرورت تھی- ہلق سوکھ کا کسی صحرا کی طرح ہو رہا تھا جو صدیوں سے پانی کے لیے ترس رہا تھا- مگر شاید اُس کی قسمت میں پانی نہیں تھا- کسی کو پکارنے کی کوشش کی مگر آواز دور کہیں اندر ہی دب گئی- شور اس قدر زیادہ تھا کہ اپنی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی- موت ہر لمحے قریب تر ہوتی جا رہی تھی- بے بسی کی انتہا تھی- جسم ہل بھی نہیں رہا تھا- ساری طاقت ختم ہوتی جا رہی تھی- جان نکلنا اتنا آسان کہاں ہوتا اس کی تکلیف تو وہی جانتا جو سہتا جس پر بیتتی ہے- اُن کی سانس رک رہی تھی اور پھر اچانک تھم گئی- ہر طرف خاموشی چھا گئی- سب کچھ جیسے ٹھہر سا گیا- وقت کی رفتار بھی جیسے رک گئی- اب نہ تکلیف ہو رہی تھی اور نہ ہی پیاس محسوس ہو رہی تھی کیونکہ روح پرواز کر چکی تھی- وہاں جو پڑا تھا وہ تو صرف ایک جسم تھا جس میں نہ جان تھی اور نہ ہی کوئی طاقت تھی -

وطن کی مٹی کا قرض چکا دیا گیا تھا- ضرب عضب کے پہلے شہید ہونے کا اعزاز اُن کو حاصل ہو گیا تھا- واقعی اللہ کے ہاں سلیکشن ہوتا الیکشن نہیں وہ جس کو مرضی اس کام کے لیے منتخب کر لیتا جیسے اللہ نے کیپٹن آکاش کو شہادت کے لیے چنا تھا۔۔۔۔

کیپٹن علی نے اُن کو یوں ساکت پڑے دیکھا تو کانپ گیے- جس کا ڈر تھا وہ ہو چکا تھا -

"آکاش۔۔۔۔۔"- وہ چلائے- آگے جانا ممکن نہیں تھا کیونکہ ہر طرف سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی- اُن کی آواز بہت اونچی تھی مگر سننے والا اب جا چکا تھا -

اس حملے میں کیپٹن آکاش اور اُن کے دو ساتھیوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور گیارہ زخمی ہوئے -

****

فریال لاؤنج میں آئی تو ٹی وی تیز آواز میں چل رہا تھا- شاید کوئی نیوز چینل لگا ہوا تھا- اُس نے زیادہ دیہان نہیں دیا تھا- وہ کچن میں چلی گئی- واپسی پر اُس کے ہاتھ میں پانی کا ایک گلاس تھا- وہ صوفے پر بیٹھنے کی نیت سے آگے بڑھی- مگر اُس سے پہلے ہی ایک نظر ٹی وی کی اسکرین پر پڑ گئی- لیکن پھر پلٹنا بھول گئی- اُس کو سانس

لینا بھی یاد نہ رہا- ٹی وی کی اسکرین پہ نیوز اینکر جو بتا رہی تھی وہ اُس کو روح کھینچنے کے لیے کافی تھا-

"ضرب عضب اپریشن کے پہلے شہید جنہوں نے شمالی وزیرستان کے ایک علاقے میرالی میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا- شہید کی عمر پچیس سال ہے۔۔۔"- نیوز اینکر کے منہ سے نکلنے والا ایک ایک لفظ اُس کو نشتر کی طرح لگ رہا تھا- گلاس اُس کے ہاتھ سے گر پڑا- ایسا کیسے ہو سکتا تھا-

"آکاش۔۔۔۔۔۔"- وہ اتنی زور سے چلائی تھی کہ لاؤنج کے دروازے میں داخل ہوتی شبنم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی- وہ بھاگ کر اُس کے پاس آئی جو اِس وقت پاگل لگ رہی تھی-

"اپی کیاہوا۔۔۔؟"- اُس نے زمین پہ بیٹھی فریال کو دیکھا جو ابھی تک بے یقین تھی-

وہ ساکت نظروں سے ٹی وی کی طرف دیکھ رہی تھی- شبنم نے اُس طرف دیکھا-

"وہ مر گیا شبنم وہ مر گیا۔۔۔۔میری کوئی دعا قبول نہیں ہوئی۔۔۔اللہ کو مجھ پہ ترس نہیں آیا۔۔۔"- وہ رو رہی تھی- بے تحاشہ رو رہی تھی-

شبنم کی زبان کو جیسے کسی نے ایلفی سے جوڑ دیا تھا-

"وہ بے وفا نکلا شبنم۔۔۔۔وہ مجھے چھوڑ کہ چلا گیا۔۔۔۔میں کبھی معاف نہیں کروں گی اُس کو۔۔۔۔۔"- وہ اب اپنے بال نوچ رہی تھی -

"اللہ جی آپ نے کیوں کیاایسا۔۔۔۔آپ چاہتے تو سب ٹھیک کر سکتے تھے مگر آپ نے نہیں کیا۔۔۔۔کسی کو میری پروا نہیں ہے۔۔۔۔ہر کوئی مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے۔۔۔۔میں زندہ نہیں رہوں نہیں رہوں گی میں بھی مر جاؤں گی۔۔۔۔"- اُس کی آنکھوں میں عجیب سی دہشت تھی- شبنم نے خوف سے اُس کی طرف دیکھا- فریال نے گلاس کا ٹکڑا اُٹھا کر اپنی کلائی پہ پھیر لیا- خون کی دھاریں نکلنے لگیں-

"اپی۔۔۔۔"- شبنم چیخی- فریال زمین پہ گر چکی تھی- اُس کی حالت بہت نازک تھی- شبنم کی جان نکلنے لگی- اُس نے زور زور سے آسیہ بیگم کو آوازیں دینا شروع کر دیں مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ بیہوش ہو چکی تھی -

فارس اپنے آفس میں بیٹھا کمپیوٹر پہ کچھ کام کر رہا تھا- جب اُس کو فرحان کے آنے کی خبر ملی- اُس نے فورا اُسے اندر بلایا -

کچھ ہی دیر میں وہ چلا آیا- فارس اُٹھ کہ بڑی گرم جوشی سے گلے ملا- مگر فرحان ساکت کھڑا رہا- فارس کو تشویش ہوئی-

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نہ۔۔۔۔اتنے چپ کیوں ہو۔۔۔؟"- اُس نے قدرے پریشانی سے استفسار کیا -

"فارس وہ۔۔۔"- اُس سے بولنا محال ہو گیا-

"ہاں کیا بولو نہ۔۔۔۔"- وہ اس کو دیکھ کر بولا-

"وہ آکاش۔۔۔۔۔"- فرحان کے الفاظ اُس کا ساتھ. نہیں دے رہے تھے- فارس کا آکاش کے نام پہ دل رک گیا-

"کیا ہوا آکاش کو۔۔۔"- اُس نے پوچھا- لہجہ ناجانے کیوں کانپ رہا تھا -

"بولو بھی۔۔۔۔"- فرحان کو چپ دیکھ کر اُس نے دوبارہ پوچھا- رگ و رہے میں بے چینی بھر گئی تھی -

فرحان کا سر جھک گیا- مگر اُس کی آنکھوں میں آئی نمی فارس دیکھ چکا تھا- اور جو بات اُس وقت دماغ میں آئی تھی اُس نے اُسے ہلا کر رکھ دیا تھا -

"سپیک اپ فرحان۔۔۔۔میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔"- وہ اُس کو دونوں شانوں سے تھام کر جنجھوڑنے لگا-

"آکاش نہیں رہا۔۔۔۔"- فرحان کے کندھوں پہ فارس کے ہاتھوں کا دباؤ ڈھیلا پڑ گیا-

"نہیں رہا مطلب۔۔۔۔"- اُسے ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا- فرحان جو بول رہا تھا وہ سچ تھا -

"وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔۔"- فرحان اُس کے گلے لگ گیا- وہ اونچا لمبا مرد بچوں کی طرح رو رہا تھا- جب کہ فارس ساکت کھڑا اُس بات پہ یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا-

****

وجہ رنگینیِ حیات گئی
تم گئے ساری کائنات گئی

وہ کچن میں کھڑی کام کر رہی تھیں جب ڈاکٹر ربانی عجلت میں اندر داخل ہوئے- اُن کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی- اُنہوں نے ایک دو بار پوچھا بھی مگر وہ خاموش ہی رہے- کبھی اندد جاتے تو کبھی باہر جاتے- جیسے بے چینی ہو کوئی جو اُن کو اس طرح کرنے پر مجبور کر رہی تھی- پھر اچانک فون آنے پر وہ سائیڈ پر چلے گیے- اُن کی آواز کافی حد تک مدھم تھی- مسز ربانی کا ناجانے کیوں سارا دیہان اُن کی طرف تھا- اُنہوں نے کچن کے دروازے سے ایک دو بار باہر جھانکا مگر کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا- اُن کے اندر عجیب سی بے چینی اور وہشت بھرتی جا

رہی تھی- وہ واپس اپنے کام میں لگ گئیں- مگر دل بھی کہاں لگ رہا تھا- ناجانے کیوں لگ رہا تھا جیسے کچھ غلط ہو گیا ہے- تبھی ڈاکٹر ربانی کی آواز اُن کے کانوں سے ٹکرائی- وہ فون پر کہہ رہے تھے کہ ہمیں ڈیڈ باڈی کب ملے گی- اس بات نے اُن کی جیسے جان کھینچ لی تھی- جس بات کا ڈر تھا وہ ہو چکا تھا- اُن کا دل ایسے ہی توکسی انہونی کے خیال سے نہیں ڈر رہا تھا- ابھی دو تین دن پہلے تووہ کہہ رہا تھا کہ ابھی کوئی خطرے کی بات نہیں ہے- لیکن یہ سب اچانک پھر کیسے ہو گیا تھا- اُن کو لگا جیسے کسی نے اُن کو چمکتی ہوئی تیز روشنیوں سے اچانک گہرے کالے اندھیرے میں دھکیل دیا ہو- وہ وہیں نیچے بیٹھ گئیں- جسم سے جیسے ساری ہمت ایک دم ختم ہو گئی ہو- آکاش اُن کے جینے کی وجہ تھا- وہ کیسے جئیں گی اُس کے بغیر۔۔۔اُس سے دور ہو کر۔۔۔

"نہیں اللہ جی پلیز یہ سب جھوٹ ہو۔۔۔میرا کاشی ٹھیک ہو۔۔۔اُسے کچھ نہ ہوا ہو۔۔۔سب کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو"- وہ رو رو کر اللہ سے التجائیں کرنے لگیں- "میں کاشی کے بغیر مر جاؤں گی۔۔۔اللہ جی پلیز میرے کاشی کو کچھ نہ ہوا ہو۔۔۔مجھے اُس کے بغیر جینا نہیں آتا۔۔۔یہ سب جھوٹ ہو۔۔۔"- وہ اللہ کے سامنے گڑگڑانے لگیں واسطے دینے لگیں -

وہ لمحے اُن کی زندگی کے سب سے تکلیف دہ لمحے تھے- اُنہوں نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا- آکاش کیسے جا سکتا تھا اُن کو چھوڑ کر۔۔۔۔یہ اُس کی کوئی جانے کی عمر تھی- وہ تو اُن سے ملنے آنے والا تھا عید پر۔۔۔۔اُسے تو بہت باتیں کرنی تھی اُن کے ساتھ۔۔۔۔مگر وہ تو ہمیشہ کے لئے چپ ہو گیا تھا- اپنے قدموں پر چل کے آنے والا دوسروں کے قدموں پر چل کہ آ رہا تھا- وقت کتنی جلدی سب پلٹ دیتا ہے -

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم،
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

****

عقابوں کے تسلط پر فضائیں فخر کرتی ہیں
خودی کے رازدانوں پر دعائیں فخر کرتی ہیں
بطن کے جن کے پیدا ہوں بیٹے محمودِ عالم سے
وہ دھرتی سر اُٹھاتی ہے وہ مائیں فخر کرتی ہیں

ہر طرف لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا- جیتا جاگتا وجود چند لمحوں میں ہی بے جان ہو چکا تھا- اپنے قدموں پر چلنے کی بجائے وہ تابوت میں بند ہو کر آرہا تھا- جب اُنہوں

نے اُس کا چہرہ دیکھا تو یقین نہ آیا- وہ تو سو رہا تھا- اتنی پر سکون نیند تھی کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا- اُس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی- اُن کو یاد آیا آکاش نے ایک بار بتایا تھا کہ اُس نے داڑھی رکھ لی ہے اور وہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ وہ داڑھی میں کیسا لگتا ہے- وہ اُس کو بتانا چاہتی تھی تھیں کہ وہ مومن لگ رہا تھا- داڑھی سے اُس کے چہرے پر نور آیا تھا- وہ یہ سب باتیں اُس سے کرنا چاہتی تھیں مگر وہ سن نہیں رہا تھا -

جب اُس کی آرمی کے یونیفارم کی کیپ اور جھنڈا اُن کو دیا گیاتو آکاش کے وہ جملے اُن کے کانوں میں گونجنے لگے-

"اماں میں چاہتا ہوں آپ ایک دن پراوڈ مدر بنیں۔۔۔"- وہ پراوڈ مدر بن گئی تھیں- ساری قوم کو اُن پہ فخر تھا- وہ ایک بہادر بیٹے کی ماں تھیں- اُنہوں نے آکاش جیسے نوجوان کی پرورش کی تھی- جس پر آج سب کو ناز تھا- وہ اُن کا مان تھا- اُن کا فخر اُن کا غرور تھا- وہ اُن کا پیارا اور بہادر بیٹا آکاش تھا- وہ کوئی عام نوجوان نہیں تھا وہ تو شہزادہ تھا- جس نے شان سے جیا تھا اور شان سے ہی موت کو گلے لگایا تھا- وہ کہاں سب جیسا تھا- وہ تو بہت خاص تھا -

اُن کو یاد آیا ایک بار کسی کزن نے پوچھا کہ آکاش تمہیں کس سے ملنے کا شوق ہے تو اُس نے کہا کہ اُسے اللہ سے ملنے کا شوق ہے- پندرہ سالہ بچے کے منہ سے ایسی بات سن کر سب حیران رہ گیے- اُسے اُس پتھر سے محبت تھی جو قیامت کے دن شہیدوں کے والدین کے سر پر پہنائے جانے والے تاج میں جڑا ہو گا- وہ کہاں سب جیسا تھا- وہ واقعی سب سے الگ تھا- وہ تو کوئی فرشتہ تھا جسے کسی خاص مقصد کے لیے زمین پر بھیجا گیا تھا- وہ اُس کی کون کون سی بات کو یاد کرتیں- اُس کی تو ہر بات ہی یاد کرنے والی تھی -

وہ پل وہ لمحے کتنی جلدی گزر رہے تھے- اُنہوں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے پھر اُس کا چہرہ دیکھا- ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا- کئی انسو گر کر آکاش کے چہرے پر پڑے- وہ کبھی اُن کی آنکھوں میں ایک انسو نہیں دیکھ سکتا تھا اور آج وہ زارو قطار رو رہی تھیں مگر وہ چپ تھا بلکل چپ تھا- اُس نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ اماں آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اُس نے ایک بار بھی اُن کو چپ نہیں کروایا تھا- اُس نے ایک بار بھی اُن کی طرف نہیں دیکھا تھا- کیا اِس سے ذیادہ تکلیف کسی ماں کو ہو سکتی ہے؟ جوان بیٹے کو اِس حال میں دیکھنا ایک ماں کے لیے کس قدر مشکل ہے یہ صرف وہی جانتی ہے- وہ ماں سو بار مرتی اور جیتی ہے -

دانش نے اُن کو گلے سے لگا لیا- اُس کی کیپ کو سینے سے لگائے کسی متاعِ جان کی طرح سنبھالے ہوئے وہ سسک رہی تھیں -

ہر آنکھ نم تھی- ہر دل رو رہا تھا- وہ شہزادہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا- ایسی جگہ جا رہا تھا جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا- جہاں جانے والوں کا دنیا ایک دن نام تک بھول جاتی ہے- مگر وہ کام ہی ایسا کر گیا تھا کہ دنیا ہمیشہ اُس کو یاد رکھتی- یہی تو فرق ہے ایک عام موت میں اور شہادت کی موت میں۔۔۔شہید مر کر بھی زندہ رہتے ہیں- مگر دور تو وہ بھی چلے جاتے ہیں- رخصت تو اُن کو بھی کیا جاتا ہے- درد تو اُن کے جانے پر بھی ہوتا ہے -

فارس نے اُس پر ڈالی- ا

ایک آخری الوداعی نظر اُس کا بیسٹ فرینڈ ہمیشہ کے لئے اُسے چھوڑ کر جا رہا تھا- آکاش جا رہا تھا- یہ بات سب کی جان نکال رہی تھی -

"خدا حافظ کاشی میں تمہیں کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔۔۔تم ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہو گے۔۔۔۔"- اُس نے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا- اُس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ آکاش کو قبر میں اتار سکتا یا دیکھ سکتا- وہ کیسے اپنے ہاتھوں سے اُس پر مٹی ڈال سکتا تھا- پچھلے کئی گھنٹوں سے مسلسل رونے کے باعث اُس کی

آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں- وہ خاموشی سے وہاں سے چلا آیا- قدم من من کے باری ہو رہے تھے- چلنا دشوار ہو گیا تھا- وہ وہیں ایک دیوار سے ٹیک لگا کہ بیٹھ گیا- کافی دیر گزر گئی- لوگ اب واپس جا رہے تھے- وہ آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگا- آکاش منوں مٹی تلے ہمیشہ کے لئے جا سویا تھا- فارس کو اِس بات پر ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا-

فرشتہ نما تھا یار میرا
ہر بشر سے جدا تھا یار میرا
خوبصورت زمانے میں ہونگے بڑے
خوب سیرت بڑا تھا یار میرا

حیدر خاموشی سے اُس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا- فارس نے ایک نظر اُس کی طرف دیکھا- وہ اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہا تھا-

"تمہاری کیسے ہمت ہوئی تھی کاشی پر مٹی ڈالنے کی۔۔۔؟ "- اُس نے کچھ دیر بعد حیدر سے سوال کیا-

"ایسا کرتے ہوئے مجھے کتنی تکلیف ہوئی کاش تم اس بات کا اندازہ لگا سکتے۔۔۔میرا دل خون کے انسو رویا تھا فارس۔۔۔"- اُس نے ٹیک لگا لی- جسم میں تھکن سی اتر آئی تھی- یوں جیسے کوئی بہت مشقت طلب کام کیا ہو-

فارس کچھ نہیں بولا تھا- کوئی بات کرنے کے لیے رہ ہی نہیں گئی تھی -

"چلو گھر چلیں۔۔۔"- حیدر نے کچھ دیر بعد اُس سے کہا-

"آکاش کو اِدھر ہی چھوڑ کر۔۔۔؟"- وہ اتنی معصومیت سے پوچھ رہا تھا کہ حیدر کو اُس کے حال پر ترس آنے لگا- تکلیف کی انتہا تھی-

"جانتے ہو حیدر میں نے ایف ایس سی کے بعد کتنا سمجھایا تھا اُسے بلکہ ہم سب نے سمجھایا تھا کہ وہ ہمارے ساتھ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے مگر آرمی میں جانے کا اُسے جنون تھا- ہم سے وہ دور ہو گیا مگر اتنا محسوس نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ ملتا رہتا تھا اور اب تو وہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گیا۔۔۔ہم اسے ایک نظر دیکھنے کے لئے بھی ترس جائیں گے"- وہ سانس لینے کو رکا-

"میں ہمیشہ ہر کام اُس سے پوچھ کر کرتا تھا اُس کو ہر بات بتائے بغیر مجھے چین نہیں آتا تھا اور اب سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں گا۔۔۔"- وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا- حیدر کے پاس اُس کی کسی بات کا جواب نہیں تھا-

****

زونیرہ اور افشاں اُس کے پاس بیٹھی ہوئی اُسے سمجھا رہی تھیں مگر وہ شاید لبوں کو مقفل کر چکی تھی- بولنا تو خود پہ حرام کر لیا تھا- اُن کی ایک بھی بات کا جواب اُس نے نہیں دیا تھا-

"فری ایسے تو تم بھی مر جاؤ گی۔۔۔خدا کے لئے کچھ تو بولو۔۔۔"- زونیرہ نے اس کی مسلسل چپ پر تنگ آکر کہا-

"مجھے تو موت بھی نہیں آتی۔۔۔کتنی دفعہ کوشش کر چکی ہوں پھر بھی دیکھ لو ابھی تک مری نہیں۔۔۔۔وہ کب کا مر چکا ہے اور دیکھو میں جو اُس کے پیار میں بہت بڑے بڑے دعوے کرتی تھی کہ اُس کے بغیر مر جاؤں گی ابھی تک زندہ ہوں اور نہ صرف زندہ ہوں بلکہ سانس بھی لے رہی ہوں-میں دنیا میں صرف تکلیف سہنے کے لیے ہی آئی ہوں"- وہ اتنی دیر بعد بولی بھی تو کیا بولی تھی- وہ دونوں اب چپ ہو گئیں- اُس کی تکلیف کا اندازہ اُن کو اب ہو رہا تھا-

"لوگ مرنے والوں کے ساتھ مر نہیں جاتے مگر زندہ لوگوں کی طرح بھی نہیں رہتے۔۔۔"- اُس نے گھٹنوں میں سر دیتے ہوئے کہا- وہ رو رو کر بھی تھک چکی تھی- اب تو انسو بھی نہیں آتے تھے- سارے گھر والوں کو یہ بات پتہ چل گئی

تھی مگر اُس کی حالت کو دیکھ کر سب ہی چپ رہ گیے تھے- کسی نے کچھ نہیں کہا تھا- بلکہ حسن صاحب کو تو یہاں تک خدشہ ہونے لگ گیا تھا کہ کہیں وہ ذہنی مریض ہی نہ بن جاتی- اُن سے اُس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی- وہ واقعی اب ایک زندہ لاش تھی- جو مردوں سے بھی بدتر تھی -

زونیرہ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کیا واقعی کوئی کسی سے اتنی شدت سے محبت کر سکتا- صرف ایک بار اُس نے اُس انسان کو دیکھا تھا اور آج وہ اُس کی موت پر اِس بات کا جیتا جاگتا ثبوت تھی کہ اُس کی محبت کتنی سچی اور شدید تھی- وہ ایک طرح سے اُس انسان کے لیے پاگل ہو چکی تھی- اُس کی خاطر خود کو تکلیف دیتی تھی -

یہ کچھ دن بعد کی بات تھی- ایک دن وہ ظہر کی نماز کے بعد وہیں جائے نماز پر ہی لیٹی تو ناجانے کب آنکھ لگ گئی- فریال نے خواب میں دیکھا وہ ایک بڑی خوبصورت سی جگہ تھی- اُس نے اپنی زندگی میں کبھی وہ جگہ نہیں دیکھی تھی- ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا- تبھی اُسے محسوس ہوا جیسے کوئی اُس کے ساتھ آن بیٹھا تھا- فریال نے اپنے دائیں طرف تو وہاں آکاش تھا- وہ آج دوسری دفعہ اُس کو اپنے سامنے دیکھ رہی تھی -

"کیسی ہو۔۔۔؟"- وہ ایک مدھم سی مسکراہٹ لیے بولا- وہ آج اور بھی پیارا لگ رہا تھا- فریال نے دیکھا اُس کا چہرہ چمک رہا تھا- اُس کے چہرے پر مسکراہٹ اتنی بھلی لگ رہی تھی کہ اُس سے نظریں ہٹانا محال ہو گیا-

"اچھی ہوں۔۔۔آپ کیسے ہیں؟"- وہ کافی دیر بعد بولی-

"تم دیکھ نہیں رہی میں کتنا خوش ہوں۔۔۔"-وہ مسکراتے ہوئے بولا-فریال نے دیکھا وہ واقعی بہت خوش تھا-

"مگر میں خوش نہیں ہوں۔۔۔مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔۔۔آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں نہ پلیز۔۔۔میرا بلکل یہاں دل نہیں لگتا۔۔۔اور یہ دنیا مجھے بلکل پسند نہیں ہے۔۔۔مجھے آپ کے ساتھ آپ کی دنیا میں جانا ہے پلیز کے جائیں"- وہ اُس سے التجا کرتے ہوئے بولی-

آکاش نے فوراً اُس کے لبوں پہ انگلی رکھی-

"ہشش پگلی۔۔۔ایسے نہیں کہتے۔۔۔گناہ ہوتا ہے۔۔۔ -"

"مجھے نہیں پتہ مجھے بس آپ کے ساتھ رہنا ہے اور آپ سے میں بہت ناراض ہوں آپ مجھے اکیلے چھوڑ کر خود چلے گیے"- وہ رونے لگی-

"ایک وقت آئے گا جب ہم ساتھ ہوں گے۔۔۔مگر ابھی نہیں اس لیے ابھی ہمیں انتظار کرنا ہو گا۔۔۔"- آکاش نے اُسے سمجھایا-

"میں نہیں کر سکتی اتنا انتظار۔۔۔"- وہ مزید رونے لگی-

"تمہیں کرنا ہو گا۔۔۔اگر تم چاہتی ہو کہ ہم ایک ساتھ ہوں تو تمہیں انتظار کرنا ہو گا۔۔۔اور وعدہ کرو مجھ سے کہ تم اب کبھی مرنے کی کوشش نہیں کرو گی اور نہ ہی خود کو تکلیف دو گی۔۔۔ورنہ میں ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جاؤں گا اور پھر ملنے بھی نہیں آؤں گا۔۔۔"- آکاش نے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا-

"لیکن آکاش۔۔۔"- اُس نے کچھ بولنا چاہا مگر وہ اُس کی بات کاٹ گیا-

"جسٹ پرامس۔۔۔-"

فریال نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنا ہاتھ اُس کی ہتھلی پر رکھ دیا-

"آپ کو بھی ایک وعدہ کرنا ہو گا کہ آپ مجھ سے روز ملنے آئیں گے"- وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی-

"روز آنا تو مشکل ہے مگر کبھی کبھی آؤں گا۔۔۔اور اگر تم نے اپنا پرامس توڑا تو میں پھر کبھی بھی نہیں آؤں گا۔۔۔-"

"منظور ہے۔۔۔۔"- وہ آہستگی سے بولی تو وہ ایک دم غائب ہو گیا- اُسی وقت اُس کی آنکھ کھل گئی- وہ اپنے کمرے کھ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی- کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اُس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے-

****

وہ تینوں اس وقت ریسٹورینٹ میں بیٹھے ہوئے تھے- فرحان اور حیدر فارس سے اُلجھ رہے تھے کیونکہ اُس نے کچھ دن پہلے نیا شوشہ چھوڑا تھا کہ وہ امریکہ جا رہا ہے- اُس کا ایم فل کے لیے سکالر شپ لگ رہا تھا اور وہ یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا-

"تم پاگل تو نہیں ہو گیے۔۔۔۔"- حیدر نے ساری بات سن کر کہا-اُسے یہ بات آج پتہ چلی تھی کہ وہ آج کل کن چکروں میں پڑا ہوا ہے- فرحان کو البتہ پہلے ہی پتہ تھا اور اُسی نے آج فون کر کے حیدر کو بلایا تھا تاکہ وہ فارس کو سمجھائے مگر یہاں تو وہ کوئی بات سننے کو ہی تیار نہیں تھا-

"ایسا کونسا سکالر شپ ہے جو تمہیں چند دنوں میں ہی مل گیا ہمیں بھی تو بتاؤ نہ۔۔۔۔"- اُس کو مسلسل خاموش دیکھ کر وہ زچ ہوتے ہوئے بولا-

"میں نے کافی پہلے اپلائی کیا تھا اور کچھ دن پہلے ای میل آئی ہے مجھے۔۔۔اس لیے اب میں یہ چانس مس نہیں کرنا چاہتا"- وہ میز کی سطح کو ناخن سے کھرچتے ہوئے لاپرواہی سے بولا تو اُن دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا-

"انکل سے بات کر لی ہے وہ مان گیے کیا۔۔۔؟"- حیدر نے کچھ دیر بعد پوچھا-

"جب جانا ہو گا تو بتا دوں گا اور اُن کے ماننے یا نہ ماننے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔"- اُس کی بے نیازی عروج پر تھی-

"دماغ خراب ہو گیا تمہارا۔۔۔اُن کو پتہ بھی نہیں اور تم کیا کارنامے کرتے پھر رہے ہو کم از کم اُن سے پوچھ تو لیتے۔۔۔سوچو جب اُن کو یہ بات پتہ چلے گی تو کتنا افسوس ہو گا اُنکو تمہاری اس حرکت پر"- حیدر کو سخت افسوس ہوا تھا اُس کے خیالات سن کر- وہ اپنے پاپا سے اس حد تک بدگمان تھا حیدر کو یہ بات آج پتہ چلی تھی- آج سے تقریباً سات سال پہلے اُنہوں نے جب اپنی بیوی کو طلاق دی تھی تو وہ اُس دن سے اُن سے نفرت کرنے لگ گیا تھا- وہ سارے معاملے میں صرف اپنے پاپا کو قصور وار مانتا تھا- اُس کے نزدیک اُس کی ماما بلکل بے قصور تھیں- اسی وجہ سے وہ گھر میں رہنے کی بجائے ہاسٹل میں رہتا تھا -

"آئی ڈونٹ کیئر۔۔۔"- وہ غصے سے بولا تھا-

"فارس کیوں کر رہے ہو تم ایسا۔۔۔؟"- حیدر نے اب کی بار زرا نرم لہجے میں کہا تھا-

"کیوں کہ مجھے پاکستان میں نہیں رہنا اب۔۔۔میں ہر حال میں جاؤں گا اور یہ فائنل ہے۔۔۔"- وہ دو ٹوک انداز میں بولا تو وہ دونوں ایک منٹ کے لیے چپ ہو گیے- اصل وجہ یہ تھی-

"جزباتی ہو کر مسئلے حل نہیں ہوتے۔۔۔اس طرح کرنے سے کیا ہو جائے گا۔۔کب تک باہر خوار ہو گے۔۔۔اتنی اچھی تمہاری جاب ہے۔۔۔اُسے چھوڑ کر جانا تو بیوقوفی ہے"- حیدر اُسے سمجھانے لگا-

"میں بیوقوف ہوں اسی لیے میں یہ بیوقوفی کروں گا۔۔۔"- وہ ضدی لہجے میں بولا -

"کتنی دیر کے لیے جا رہے ہو۔۔۔؟"- اُسے اپنی بات پہ اڑے دیکھ کر حیدر نے پوچھا- وہ جانتا تھا وہ باز آنے والوں میں سے نہیں ہے-

"ہمیشہ کے لیے۔۔۔"- اُسے نے بڑے آرام سے جواب دیا تھا-

"فارس۔۔۔"- حیدر کو گہرا صدمہ پہنچا- فرحان نے بھی افسوس سے اُس کی طرف دیکھا-

"میرا یہاں دل نہیں لگتا۔۔۔گھٹن ہوتی ہے مجھے یہاں۔۔۔اور میں گھٹ گھٹ کر نہیں جینا چاہتا اسی لیے جا رہا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ تم دونوں میری سچوئشن کو سمجھو گے"- اُس نے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جھکڑ لیا- وہ اندر سے کتنا بے چین تھا یہ بات وہ اُن دونوں کو نہیں بتا سکتا تھا-

"کاشی کی وجہ سے ڈسٹرب ہو نہ۔۔۔"- فرحان نے اُس کی سرخ آنکھوں میں آئی نمی کو دیکھ لیا تھا- فارس نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا-

"پلیز فارس ایسے مت کرو۔۔۔جانتے ہو جب میری آکاش سے لاسٹ ٹائم بات ہوئی تھی تو اُسے تمہاری کتنی فکر تھی وہ بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا کہ فرحان پلیز فارس کا دیہان رکھنا اور اُس کو کہنا کہ انکل سے جھگڑا نہ کیا کرے۔۔۔اُن سے ناراضگی ختم کر کے گھر واپس چلا جائے۔۔۔اور تم یہ سب کیا کر رہے ہو۔۔۔بجائے انکل سے ناراضگی ختم کرو تم اُن کو چھوڑ کر جا رہے ہو۔۔۔سوچو کیا کریں گے وہ تمہارے بغیر اُن کا اور ہے ہی کون۔۔۔"- فرحان کی بات سن کر اُس کا ایک انسو چپکے سے باہر نکلا تھا جسے اُس نے فورا صاف کر لیا-

وہ سب کچھ جانتا تھا- آکاش اُس سے بہتہ پیار کرتا تھا وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا- آکاش کی شہادت کے بعد وہ اندر سے بلکل ٹوٹ گیا تھا اور تبھی اُس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ یہاں سے چلا جائے گا -

"فارس پلیز مت جاؤ۔۔۔"- حیدر نے اُس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا- فارس نے ایک نظر اُس کی طرف دیکھا- دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی درد تھا -

"میں تم دونوں سے کانٹیکٹ میں رہوں گا یار ڈونٹ وری۔۔۔۔"- اُس نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی حیدر کے ہاتھ پہ رکھا -

"تو تم نے فیصلہ کر لیا کہ تم ہر حال میں جاؤ گے۔۔۔؟"- حیدر نے ناراضگی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا-

"ہاں۔۔۔ -"

"اوکے فائن جاؤ۔۔۔لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر تم گیے تو میں جب تک زندہ رہا تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔۔۔تم یہ سمجھ لینا کہ اُس دن سے میں تمہارے لیے مر گیا"- حیدر اپنی بات کہہ کہ رکا نہیں تھا بلکہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے چلا گیا-

"حیدر۔۔۔"- فارس نے اُسے کتنی دفعہ آواز دی مگر وہ واپس نہیں آیا تھا -

"فرحان تم تو مجھے سمجھو پلیز۔۔۔۔"- وہ سر جھکائے بیٹھے فرحان کی طرف متوجہ ہوا-

"حیدر والی دونوں باتیں میری طرف سے بھی۔۔۔۔"- وہ بھی کہہ کر اُس کے پیچھے ہی چلا گیا تو فارس نے اپنا سر تھام لیا-

****

سن سکھیے سن اس ماں کی کہانی
لال میرے کی جوانی
رب نے اپنے پاس بلایا
رب کے حکم پہ سر کو جھکایا
سن سکھیے جان جگر دل جانی
لال میرے کی جوانی
جب اُس کی تصویر اُٹھاؤں
بس اُس کو میں دیکھتی جاؤں
اُس کی ہنستی آنکھوں میں آنکھیں
ڈال کہ میں بس روتی جاؤں

سن سکھیے ان آنکھوں کا پانی
لال میرے کی جوانی
سن سکھیے بات نہیں یہ پرانی
لال میرے کی جوانی
سن سکھیے جانِ جگر دل جانی
لال میرے کی جوانی

میری آنکھوں کا نور میرے دل کے ٹکڑے میرے بیٹے آکاش!

1سال ہوگیا میرے بیٹے تمہیں دیکھے ہوئے 2014کی 17اور 18مئی کو ہم تربیلا میں تمہارے ساتھ تھے وہ آخری دفعہ ہم سب اکھٹے تھے۔وہ ہماری زندگی کے حسین ترین، پرسکون اور بہت قیمتی دو دن تھے اور میں اتنی نادان اتنی بھولی زرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ میں اپنے شہزادے سے آخری بار مل رہی ہوں کاش میں اُن سب دنوں کو جو تمہارے ساتھ گزرے کسی طرح سیو کر لیتی اور جب بھی چاہتی انھیں دیکھ سکتی۔لیکن میرے بچے بس صرف اور صرف یادیں ہی رہ جاتی ہیں جو اب کسی انمول خزانے سے کم نہیں۔

ایک طرف سے خوش بھی ہوتی ہوں کہ زندگی سے تین سال کم ہوگئے اور تم سے ملنے کے ٹائم میں کچھ کمی ہوئی۔پر یہ تو میرا اللہ ہی جانتا ہے کہ ابھی بھی کتنا فاصلہ باقی ہے۔

کاشی اکثر یہ ہی سوچتی رہتی ہوں کہ کاش تو مجھ سے نہ بچھڑتا کاش تو ہمارے ساتھ اپنی فیملی کے ساتھ ہوتا تو ہم مکمل ہوتے کتنے خوش ہوتے۔

کاشی جنت کا تصور اچھا لگتا ہے۔اس لیئے نہیں کہ وہاں پر ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی اور بہت آرام ہو گا۔بلکہ اس لیئے کہ وہاں موت نہیں ہو گی۔ اور کوئی کسی سے نہیں بچھڑے گا۔

وہاں شاہد ہم جیسی ماؤں کے بچے ان سے نہیں بچھڑیں گے۔اور جو بچے یہاں یتیم ہیں۔وہاں انکے والدین انکے ساتھ ہوں گئے اور وہاں بچھڑنے والی خطرناک ترین اور افسوسناک ترین صورت حال نہیں ہو گی۔وہاں یہ جدائیاں یہ ویرانیاں اور یہ اداسیاں نہیں ہوں گی

انشاء اللہ۔

کاشی پتہ نہیں جنت میرے نصیب میں ہے یا نہیں۔پر مجھے بس اس جنت کا انتظار ہے جہاں میرے بچے میرے ساتھ اکھٹے ہوں میری ساری فیملی میرے ابو تمھارے دادا ابو سب اکھٹے ہوں۔الگ ہونے کی بچھڑنے کی کوئی بات نہ ہو۔

کاشی لاؤنج میں تمہارے سیٹ خالی ہوتی ہے ڈائننگ ٹیبل پر تمہاری کرسی خالی ہوتی ہے۔ٹیبل پر تمہارے نام کی پلیٹ ،سپون اور فورک نہیں ہوتا۔جب میں درزی سے کپڑے سلواتی ہوں۔تو اس میں تمہارے جوڑے نہیں ہوتے تمہارے نام کی شاپنگ نہیں ہوتی۔کاشی کو یہ پسند ہے تو یہ پکے گا۔اب یہ نہیں ہوتا گھر میں لانڈری میں تمہارے کپڑے نہیں دھلتے۔اب کبھی بھی مجھے تمہارا بستر نہیں بنانا ہوتا ،تمہارا انتظار نہیں ہوتا کہ وہ راستے میں ہے اور آرہا ہے بار بار فون نہیں کرنا ہوتا۔کاشی کہاں پہنچے ہو۔کب تک گھر پہنچو گے۔کاشی آہستہ گاڑی چلانا۔دیکھو راستے میں فضول نہ رکنا۔

کاشی میرے فون پر تمہارے نام کی رنگ نہیں آتی۔تمہارے نام سے کوئی میسج نہیں آتا کاشی میری جان کیا بتاؤں۔کس کس بات پر میں نہیں تڑپتی۔دکھی ہوتی اور نہیں ٹوٹتی۔

کاشی قدم قدم پر ہر ہر بات میں تمہاری کمی محسوس ہوتی ہے۔کاشی تم نے اپنی زندگی میں ایک گانا پی ایم اے کے دورانیہ میں یو ٹیوب پرڈالا تھا۔

جو بھی قدم تم اٹھاؤ گے میں یاد آؤں گا

جب تنہا راہوں میں جاؤ گے میں یاد آؤں گا

ہاں کاشی ایسا ہی ہے ساری دنیا ارد گرد ہے۔لیکن لگتا ہے تنہاہوں کچھ نہیں ہے۔

میرے بیٹے کاشی

I miss you I miss you

پلیز واپس آجاؤ کاش تمہیں اندازہ ہو کہ میں تمہیں کتنا یاد کرتی ہوں۔

اکثر سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں اللہ جی کاشی آپ کا دیا ہوا تحفہ تھا۔آپ کی چیز تھی آپ کی امانت تھی۔آپ کو بھی بہت پیارا تھا۔آپ نے مجھ سے واپس لے لیا۔میں آپ سے گلہ نہیں کر سکتی پر پلیز مجھے خواب میں تو اس سے ملوا دیا کریں۔میں اس کی چمکتی ہوئی گہری آنکھیں دیکھ لوں۔میں اسکے خوبصورت معصوم چہرے کی فرشتوں کی سی مسکراھٹ دیکھ لوں۔میں اسکے وہ گولو گولو سے ہاتھ اور پاؤں چھولوں۔میں اس کی وہ آواز سن لوں کہ جب وہ بولتا تھا تو

جیسے میرے کانوں میں رس سا گھلتا تھا۔کاشی ساری خواہشیں ختم کر ایک خواہش رہ گئی ہے میں کاشی کو دوبارہ کب دیکھوں گی اف کاشی اتنا تنا لمبا انتظار۔

کاشی آج شام کو بہت اچھا موسم ہو رہا تھا بہت خوشگوار ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں کاشی تو بہت یاد آرہا تھا۔تیری باتیں کہ ایسے موسم میں تو کہا کرتا تھا۔ امی آئیں سب باہر برآمدے میں بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں۔اور ساتھ کچھ باٹا کھاپا ہو جائے۔

جب بھی تم اچھا کھانا کھاتے یا اچھی پارٹی ہوتی تو تم کہتے تھے آج تو بہت باٹا کھاپا ہوا امی اب دو دن میں میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔

او کاشی ہر بات کے ساتھ تمہاری کوئی نہ کوئی یاد جڑی ہوتی ہے۔

اور کاشی کیا بتاؤں زندگی کی وہی روٹین ہے۔ایک سال میں کچھ بھی نہیں بدلا جب تک انسان زندہ ہے بس وہی تماشے اور ڈرامے جو شروع سے ہوتا چلا آرہا ہے۔

کاشی میں کچھ نہ کچھ تو کرتی رہتی ہوں اِدھراُدھر بھی آتی جاتی رہتی ہوں زندگی کاٹنی جو ہے نارمل تو نہیں رہتا بندہ۔

لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے کہ زندگی تیزی سے گزر رہی ہے۔اور ختم ہوجائے گی۔اور یہاں میں ختم ہونے کے انتظار میں جیئے جارہی ہوں۔

کاشی عجیب سی زندگی ہے۔خوشی کی بات پر بھی خوشی نہیں ہوتی ہاں پریشانی کی بات پر زیا دہ پریشانی اور دکھ ہوتا ہے۔ایسے لگتا ہے برداشت ختم ہو گئی ہے ہمت جواب دے گئی ہے۔ہر وقت جیسے کوئی جھنجھلا کر بیٹھا ہوا ہو۔

آکاش ہم کیپٹن سلما ن سرور کے یوم شہادت پر لاہور گئے تھے۔انھوں نے سلمان کا یوم شہادت پوری اچھی طرح سے آرگنائز کیا تھا۔

بہت سے شہداء کی فیمیلیز آئی ہوئی تھیں۔ہم سب کے چہروں پر ایک ہی کہانی تحریر تھی۔جو ہم با آسانی ایک دوسرے کے چہرے سے پڑھ سکتے تھے۔اپنے جیسے لوگو ں کے ساتھ وہ دو دن بہت اچھے گزرے۔

آکاش جب بھی ٹی وی پر ٹاک شو میں یہ تبصرہ ہوتا ہے۔کہ فلاں آپریشن کے بعد ملک میں امن وامان کی صورت حال میں بہتری آئی ہے اور دہشت گردی کے واقعات کم ہوئے ہیں۔تو کبھی کسی نہ کسی جنرل کو کریڈٹ دیا جاتا ہے یا حکمرانوں کے نمائندے زبردستی کریڈٹ لینے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں وہ پڑھے لکھے اور سمجھدار اینکر بھی ان شہیدوں کو بھول جاتے ہیں جنہوں نے اس دہشت گردی کی جنگ میں اپنے ملک اپنی سرزمین کے امن و سلامتی کے لیئے اپنی قیمتی جانیں قربان کی ہوتی ہیں۔

یہ سب دیکھ کر سب شہیدوں کی ماؤں کی طرح مجھے بھی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کاشی رمضان آنے والا ہے کوشش کروں گی کہ اچھے سے عبادت کر سکوں۔اور کاشی گھر میں سب خیریت ہے سب کے لیئے دعا کرنا۔

اب اجازت چاھتی ہوں۔

اللہ حافظ

تمہاری ماں۔

اُنہوں نے خط لکھ کر سائیڈ ٹیبل کے دراز میں ڈال دیا- جہاں ایسے بے شمار اور خط پڑے تھے- آج بے چینی حد سے سوا تھی تو اُنہوں نے آکاش کے نام خط لکھا جو کہ شاید کبھی اُس تک نہیں پہنچنا تھا- مگر دل کو تسلی ہو گئی تھی- اُس سے بات کر کے اُنہیں اچھا لگا تھا-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ پچھلے دو گھنٹے سے ایک ہی جگہ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی- کیونکہ اُس جگہ سے نظریں ہٹانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا- دو سال گزر گیے تھے اِس بات کو مگر یقین تھا کہ آج بھی نہیں آتا تھا- یہ دو سال اُس کے لئے دو صدیوں کے برابر تھے کیونکہ دن گزرے نہیں تھے بلکہ اُس نے گزارے تھے- کتنی تکلیف میں کتنی بے

بسی میں کتنے درد میں یہ سب بس وہی جانتی تھی- وہ اپنی زندگی کو جی نہیں رہی تھی بلکہ کھینچ رہی تھی- زندگی بھی عجیب ہے کبھی کبھی انسان کا اتنا سخت امتحان لیتی ہے کہ انسان کی ذات کو توڑ کر اتنے ذروں میں تقسیم کر جاتی ہے کہ وہ ساری زندگی بھی اگر چنتا رہے تب بھی کچھ نہیں ہوتا- سانسیں رک جاتی ہیں مگر ٹوٹا ہوا انسان پھر کبھی نہیں جڑتا- وہ بھی ٹوٹ گئی تھی، بکھر گئی تھی- اُس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں تھا- اُس کے جینے کی کوئی وجہ نہیں تھی مگر وہ پھر بھی زبردستی جی رہی تھی -

کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کہ وہ زندہ کیسے ہے- اُس کو موت کیوں نہیں آجاتی- اُس کے امتحان اُس کی آزمائشیں ختم کیوں نہیں ہو جاتیں- ہر پل اذیت میں گزرتا تھا- ہر دن وہ تکلیف سہتی تھی- اتنی برداشت آخر آ کہاں سے جاتی تھی-

اُس نے اپنی زندگی کے پچھلے چھ سالوں پر نظر دوڑائی- اِن چھ سالوں میں سب کچھ بدل گیا تھا- کبھی کبھی تو یقین کرنا ہی مشکل ہو جاتا تھا اُس کے لیے کہ وہ وہی فریال حسن تھی نہ جو یہ سوچتی تھی کہ زندگی ہمیشہ خوشحال ہی ہوتی ہے انسان اُس کو خود دشوار بناتا ہے- جب کہ ان چھ سالوں میں اُس نے زندگی کا ہر روپ دیکھا

تھا- کیا محبت انسان کی زندگی کی کایا پلٹ دیتی ہے اُس کو اتنا بدل دیتی ہے یہ سب وہ باتیں تھی جو وہ آج کل سوچتی رہتی تھی-

اُس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے- کتنے ہی لمحے یونہی بیت گیے- اُس نے دائیں ہاتھ سے زمین پر کچھ لکھا اور پھر کتنی ہی دیر اُس کو دیکھتی رہی- آنکھوں سے انسوؤں کے قطرے نکل کر اُس جگہ گرنے لگے جہاں وہ نام لکھا گیا تھا-اگر وہ انسان اُس کے سامنے ہوتا تو دیکھتا کہ وہ کس طرح اپنے جزبے مٹی میں رول رہی تھی- اُس نے ایک نظر پھر سامنے دیکھا جہاں وہ قبر تھی- اُس میں سونے والا شخص اُس کی نیندیں اپنے ساتھ لے کر چلا گیا تھا- اُس کو ہمیشہ کے لیے اندھیروں کی نذر کر گیا تھا- خود تو وہ ایک ستارہ تھا- ایک ایسا ستارہ جو جب زندہ تھا تب صرف اکیلا ہی چمکتا تھا مگر مرنے کے بعد وہ کہکشاں بن گیا تھا- اُس نے تاقیامت چمکتے ہی رہنا تھا-

"پتر آخر ایسا کیا ہے اس قبر کے میں جو تم گھنٹوں آکر اِس کے پاس بیٹھی رہتی ہو۔۔۔؟"- وہ اپنے خیالوں میں تھی جب کسی کی آواز پر چونکی- پیچھے مڑ کر دیکھا تھا تو وہ کوئی بوڑھے بابا جی تھے- حلیے سے کوئی ملنگ ٹائپ لگ رہے تھے- عمر شاید

نوے کے لگ بگ تھی-وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے اور اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیے -

"میں پچھلے کچھ دنوں سے روز یہاں آتا ہوں اپنے بیٹے کی قبر پر پھول ڈالنے اور تمہیں روز ہی یہاں بیٹھا دیکھتا ہوں- دل میں کئی بار خیال آیا تھا کہ تم سے بات کروں مگر ہمیشہ جھجک سی محسوس ہوتی تھی آج بھی بہت ہمت کر کہ پوچھ رہا ہوں- کیا ہے آخر اس قبر کے نیچے۔۔۔؟"- اُنہوں نے اُسے خاموش پاکر کچھ دیر بعد دوبارہ کہا -

فریال کتنی ہی دیر اُن کی طرف دیکھتی رہی-

"میرے خواب۔۔۔میری خواہشیں۔۔۔میری حسرتیں۔۔۔میری زندگی سب کچھ ہے دفن ہے اس قبر میں۔۔۔"- اُس نے ایک نظر پھر قبر کی جانب دیکھا-

"قبروں میں جانے والے کبھی واپس نہیں لوٹتے۔۔۔"- وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے-

"جانتی ہوں۔۔۔"- فریال نے دھیرے سے جواب دیا-

"پھر یہاں کیوں آتی ہو۔۔۔؟"- وہ سیاہ چادر کے ہالے میں مقید اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولے-

"پتہ نہیں لیکن یہاں آکر سکون سا ملتا ہے۔۔۔"- وہ سر جھکا گئی-

"سکون اُن لوگوں میں تلاش کرو جو زندہ ہیں اور تمہارے آس پاس رہتے ہیں ۔۔۔۔"- وہ کافی دیر بعد بولے- فریال اب کی بار خاموش رہی تھی -

"میں چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی ہے۔۔۔۔"- وہ مزید کچھ بولے بغیر اُٹھ کر چلے گیے- فریال نے حیرت سے اُن کو دیکھا -

اُن کی بات ناجانے کیوں اُسے عجیب سی لگی تھی -

وہ اُٹھ گئی- زمین پہ رکھا ہوا وہ شاپر اُٹھایا جس میں سرخ گلابوں کی پتیاں تھیں- اُس نے آگے بڑھ کہ وہ ساری پتیاں قبر پہ بکھیر دیں- ہر طرف پھولوں کی مہک پھیل گئی- فضا جیسے معطر ہو گئی تھی -

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قبرستان کے بیرونی گیٹ کی جانب بڑھی- دروازے میں رک کر اُس نے ایک آخری نگاہ پیچھے ڈالی- کئی موتی ٹوٹ کر آنکھوں سے بکھرے تھے- جنہیں چننے کی اُس نے زحمت نہیں کی تھی- پھر وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی وہاں سے چلی گئی- دل میں اس بات کا مصمم ارادہ تھا کہ آئیندہ کبھی وہ یہاں نہیں آئے گی- اپنی زندگی کا وہ باب اُس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تھا-

****

بتاؤ کون کہتا ہے
محبت بس کہانی ہے
محبت تو صحیفہ ہے
محبت آسمانی ہے
محبت کو خدارا تم
کبھی بھی جھوٹ نہ سمجھو
محبت معجزہ ہے
معجزوں کی ترجمانی ہے
محبت پھول کی خوشبو
محبت تتلیوں کا رنگ
محبت پربتوں کی
جھیل کا شفاف پانی ہے
محبت اک ستارہ ہے
وفا کا استعارہ ہے
محبت سیپ کا موتی

بحر کی بیکرانی ہے

زمیں والے بتاؤ

کس طرح سمجھیں محبت کو

محبت تو زمیں پر

آسمانوں کی نشانی ہے

محبت روشنی ہے

رنگ ہے

خوشبو ہے

نغمہ ہے

محبت اڑتا پنچھی ہے

محبت بہتا پانی ہے

محبت ماؤں کا آنچل

محبت باپ کی شفقت

محبت ہر جگہ

ہر پل

خدا کا نقش ثانی ہے
محبت بہن کی الفت
محبت بھائی کی چاہت
محبت کھیلتا بچہ ہے
اور چڑھتی جوانی ہے
محبت حق کا کلمہ ہے
محبت چاشنی من کی
محبت روح کا مرہم
دلوں کی حکمرانی ہے
محبت تو ازل سے ہے
محبت تا ابد ہو گی
محبت تو آفاقی ہے
زمانی نہ مکانی ہے
فنا ہو جائے گی دنیا
فنا ہو جائیں گے ہم تم

فقط باقی محبت ہے

محبت جاودانی ہے

مسز ربانی کافی دیر سے آکاش کی قبر پر بیٹھی ہوئی تھیں- اُن کے ہاتھ میں تسبح تھی جس کے دانے وہ وقفے وقفے سے گراتیں-وقت کتنی جلدی گزر جاتا ہے- پورا سال بیت گیا تھا- اس بات پر آج بھی یقین نہیں آتا تھا کہ آکاش اُن کو اتنی جلدی چھوڑ کر چلا گیا تھا- ابھی اُس کی عمر ہی کیا تھی- اُس نے کیا دیکھا تھا- جس عمر میں لوگ زندگی کو انجوائے کرتے ہیں اُس عمر میں اُس نے ہاتھوں میں بندوق اُٹھا لی تھی-اپنی زندگی کا وہ دور اُس نے اپنے وطن کے لیے وقف کر دیا تھا- اپنی زندگی اپنے وطن پر قربان کر دی تھی-

اُن کے ذہن میں اپنے پیارے بیٹے کی یادیں آج بھی زندہ تھیں-اُس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اُن کی میموری میں سیو تھا- اُس کا مسکراتا ہوا چہرہ اُن کی آنکھوں میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا تھا- مگر پھر بھی اُسے اپنے سامنے نہ دیکھنے کی سوچ اُن کی روح تک کو تڑپا جاتی تھی- وہ بے چین سی ہو جاتیں- جب یہ بات دماغ میں آتی کہ آکاش اُن سے ہمیشہ کے لیے دور ہو گیا تھا تو اُن کی حالت اُس ماہی کی طرح ہو جاتی جس کو پانی سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا جائے- آکاش اُن کے جگر کا

ٹکڑا تھا اور جب جگر کا ٹکڑا اُس سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر تکلیف تو ہوتی ہے- وہ دور کہیں کھو گئیں- اُن کے ذہن میں پرانی یادوں کی ایک فلم سی چلنے لگی- اُن کو آج بھی یاد تھا وہ دن اُنہوں نے پہلی بار اُسے دیکھا- بہت عجیب سی فیلنگز تھیں جب وہ ننھا فرشتہ اُن کی گود میں آیا تھا- گول مٹول سرخ و سفید معصوم سا چہرہ جس کا حسن ہر خوبصورت چیز کو مات دے رہا تھا- اُن کو لگتا تھا جیسے دنیا کی سب سے خوبصورت چیز اُن کی گود میں ڈال دی گئی تھی- وہ اُس کو بار بار چومتی سینے سے لگاتی تھیں مگر نہ تو دل بھر رہا تھا اور نہ ہی اُن کی نگاہوں کو اُس کا چہرہ دیکھ دیکھ کر قرار آرہا تھا- وہ کوئی انوکھی سی دولت تھی جو اُن کے ہاتھ لگ گئی تھی- وہ جب چھوٹا سا تھا تو بہت روتا پوری پوری رات اُن کو جگائے رکھتا اور وہ ہر چیز سے حتی کہ اپنی نیند سے بھی بے پروا ہو کر اُس کو سینے سے لگائے ٹہلتی رہتیں- جب وہ روتا تو اُس کے انسو اُن کے دل پر گرتے- دنیا کی ہر ماں کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہوتی ہے مگر اُن کو شاید ہر ماں سے زیادہ محبت تھی- اُن کو سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ ننھا سا فرشتہ اُن کی کس نیکی کا صلہ تھا-

پھر وہ دن بھی بہت خاص تھا جب اُس نے اُن کی انگلی تھام کر پہلا قدم زمین پر رکھا- وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھیں- وہ بہت ایکٹیو اور تیز بچہ تھا- بہت

جلدی چلنے لگ گیا تھا-پھر وہ دوڑنے لگا- وہ سارا دن اُس کے پیچھے رہتیں مگر وہ ہاتھ نہ آتا- وہ اُن کو جان بوجھ کر تنگ کرنے کے لیے شرارتیں کرتا اور وہ اُس کی ننھی ننھی معصوم شرارتوں پر فدا ہو جاتیں- اُن کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر وہ اُس سے اتنا پیار کیوں کرتی تھیں- دانش بھی تو تھا مگر جو فیلنگز جو محبت آکاش کے لیے اُن کے دل میں تھی وہ دانش کے لیے نہیں تھی- وہ گھنٹوں اُس کو چومتی رہتیں- اس بات کا ادراک تو اب ہو رہا تھا کہ اُس کی عمر ہی اتنی تھوڑی تھی- زندگی بھر کا پیار وہ اُن چند سالوں میں ہی لے گیا تھا-انسان کو جس چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے ناجانے وہی کیوں اُس سے چھن جاتی ہے- آکاش سے بھی اُن کو بہت پیار تھا ہر چیز سے زیادہ پیار تھا- اور وہ ہی اُن سے دور ہو گیا تھا-

وہ جب دانش کو ہوم ورک کرواتیں تو وہ بھی پاس بیٹھ جاتا وہ دانش کو جو پڑھاتیں اُس میں سے کافی کچھ اُس نے بھی ساتھ ساتھ سیکھ لیا- وہ بلا کا ذہین تھا- ہر بات کو بہت جلد میمورائز کر لیتا- کتنی ساری چیزیں اُس نے سکول جانے سے پہلے ہی سیکھ لیں- ڈھائی سال کی عمر میں اُنہوں نے اُس کا اسکول میں ایڈمیشن کروا دیا- وہ بہت شوق سے دانش کے ساتھ ہی اسکول جاتا-ہر کلاس میں ہمیشہ اُس کی فرسٹ

پوزیشن ہوتی تھی- جب وہ پی ٹی ایم پہ اسکول جاتیں تو ہر ٹیچر اُسکی تعریف کرتا اور اُن کو سن کر ہمیشہ بہت اچھا لگتا تھا-

پھر وہ سکول سے کالج میں آگیا- وہاں بھی اُس نے اپنا تعلیمی ریکارڈ شاندار رکھا- وہ ہر معاملے میں ہی آگے ہوتا تھا- تعلیمی سرگرمیوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی اُسے بہت لگاؤ تھا- اُس کو شروع سے ہی آرمی میں جانے کا جنون تھا جو وقت کے ساتھ بڑھتا گیا-جس دن اُس کا پی ایم اے میں سلیکشن ہوا وہ دن اُس کی زندگی کا سب سے اچھا دن تھا- اُس دن وہ بے تحاشہ خوش تھا- اُس کے چہرے کی وہ مسکراہٹ وہ چمک اُن کو آج بھی یاد تھی-

وہ رو رہی تھیں- اُس کی ہر بات اُن کو یاد تھی- اُس کے ساتھ گزرے وہ سارے لمحے اُن کی زندگی کے خوبصورت ترین لمحے تھے -

کاش وہ پل واپس آسکتے کاش اُن کا کاشی واپس آسکتا- وہ اُس کو پھر سے دیکھ سکتیں۔۔۔۔گلے سے لگا کر چوم سکتیں- اُسے ہمیشہ کے لیے کہیں چھپا لیتیں- اُس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتیں- مگر کچھ کاش بہت جان لیوا ہوتے ہیں- وہ کبھی پورے نہیں ہوتے ہمیشہ انسان کو اندر سے دیمک کی طرح چاٹتے رہتے ہیں-

آکاش ہمیشہ اُن سے کہتا تھا کہ وہ شادی کے بعد اُن کو اپنے ساتھ رکھے گا- وہ اُن سے وعدے لیتا کہ وہ دانش کے ساتھ نہیں بلکہ اُس کے ساتھ رہیں گی مگر وہ تو خود ہی سارے وعدے بھول گیا- اُس نے سارے وعدے توڑ دیے- وہ اُن کو ساتھ لیے بغیر اکیلا ہی اُن سے دور چلا گیا- بھلا ایسے کوئی کسی کے ساتھ کرتا ہے- اُن کا دل چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر پوچھیں کہ کاشی تم نے ایسا کیوں کیا- کیوں تم ہمیں چھوڑ کر چلے گیے- تمہیں پتہ تھا نہ کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی پھر بھی تم چلے گیے- ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میرا کیا ہو گا۔۔۔میں کیسے رہوں گی۔۔۔تمہیں دیکھے بغیر کیسے میری آنکھوں کو قرار آئے گا۔۔۔تم سے ملے بغیر تمہیں گلے لگائے بغیر کیسے میرے دل کو سکون ملے گا۔۔۔وہ یہ سب اُس سے کہنا چاہتی تھیں مگر ہلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی- اگر نکلتی بھی تو پھر بھی شاید کوئی فائدہ نہیں ہونا تھا کیونکہ سننے والا منوں مٹی تلے جا سویا تھا-کوئی آواز ۔۔۔کوئی پکار اب اُس تک نہیں پہنچنی تھی-

"کاشی تو اپنے سارے وعدے بھول گیا۔۔۔ہمیں اپنے ساتھ رکھنے کی بجائے ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ گیا مگر کاشی مجھے تیرے ساتھ رہنا ہے۔۔۔تیرے ساتھ سونا ہے"- وہ بڑبڑا رہی تھیں-

جب آکاش کو دفنایا گیا تھا تو اُن لوگوں آرمی سے ریکوسٹ کی تھی کہ آکاش کے ساتھ اُن کی اور ڈاکٹر ربانی کی قبر کی جگہ رکھ دی جائے- پہلے پہل تو آرمی والوں نے انکار کر دیا کیونکہ یہ اُن کے رولز کے خلاف تھا مگر پھر ایک دن جب وہ اُس کی قبر پر آئیں تو وہاں آرمی کی طرف سے بورڈ لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا-

"This place is reserved for akash's parents".

یہ دیکھ کر اُن کو بہت تسلی ہوئی- وہ اُس کے ساتھ سو سکتی تھیں- کیا ہوا اگر زندگی نے اُن کو ساتھ رہنے کی مہلت نہیں دی تھی وہمرنے کے بعد تو اُس کے پاس رہ سکتی تھیں نہ۔۔۔اُن کو اب شدت سے اُس دن کا انتظار تھا جب وہ آکاش سے دوبارہ مل پاتیں-ایک ایسا دن جسے لوگ قیامت کہتے ہیں- جس دن سب لوگ پھر سے زندہ ہونگے اور اُن میں اُن کا کاشی بھی ہو گا-

"کاشی جنت کا تصور اس لیے خوبصورت نہیں لگتا کہ وہاں سب نعمتیں ہونگی بلکہ اس لیے لگتا ہے کہ وہاں موت نہیں ہو گی- ویاں کسی ماں کا بیٹا اُس سے نہیں بچھڑے گا-کاشی تو بھی میرے ساتھ ہو گا اوروہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔کیونکہ وہاں کبھی کسی کے درمیان جدائی نہیں آئے گی۔۔۔"- اُنہوں نے تصور میں اُس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا-

****

وہ پچھلے دو گھنٹے سے ایک ہی جگہ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی- کیونکہ اُس جگہ سے نظریں ہٹانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا- دو سال گزر گیے تھے اِس بات کو مگر یقین تھا کہ آج بھی نہیں آتا تھا- یہ دو سال اُس کے لئے دو صدیوں کے برابر تھے کیونکہ دن گزرے نہیں تھے بلکہ اُس نے گزارے تھے- کتنی تکلیف میں کتنی بے بسی میں کتنے درد میں یہ سب بس وہی جانتی تھی- وہ اپنی زندگی کو جی نہیں رہی تھی بلکہ کھینچ رہی تھی- زندگی بھی عجیب ہے کبھی کبھی انسان کا اتنا سخت امتحان لیتی ہے کہ انسان کی ذات کو توڑ کر اتنے ذروں میں تقسیم کر جاتی ہے کہ وہ ساری زندگی بھی اگر چنتا رہے تب بھی کچھ نہیں ہوتا- سانسیں رک جاتی ہیں مگر ٹوٹا ہوا انسان پھر کبھی نہیں جڑتا- وہ بھی ٹوٹ گئی تھی، بکھر گئی تھی- اُس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں تھا- اُس کے جینے کی کوئی وجہ نہیں تھی مگر وہ پھر بھی زبردستی جی رہی تھی -

کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کہ وہ زندہ کیسے ہے- اُس کو موت کیوں نہیں آجاتی- اُس کے امتحان اُس کی آزمائشیں ختم کیوں نہیں ہو جاتیں- ہر پل اذیت میں گزرتا تھا- ہر دن وہ تکلیف سہتی تھی- اتنی برداشت آخر آ کہاں سے جاتی تھی-

اُس نے اپنی زندگی کے پچھلے چھ سالوں پر نظر دوڑائی- اِن چھ سالوں میں سب کچھ بدل گیا تھا- کبھی کبھی تو یقین کرنا ہی مشکل ہو جاتا تھا اُس کے لیے کہ وہ وہی فریال حسن تھی نہ جو یہ سوچتی تھی کہ زندگی ہمیشہ خوشحال ہی ہوتی ہے انسان اُس کو خود دشوار بناتا ہے- جب کہ ان چھ سالوں میں اُس نے زندگی کا ہر روپ دیکھا تھا- کیا محبت انسان کی زندگی کی کایا پلٹ دیتی ہے اُس کو اتنا بدل دیتی ہے یہ سب وہ باتیں تھی جو وہ آج کل سوچتی رہتی تھی-

اُس نے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیے- کتنے ہی لمحے یونہی بیت گیے- اُس نے دائیں ہاتھ سے زمین پر کچھ لکھا اور پھر کتنی ہی دیر اُس کو دیکھتی رہی- آنکھوں سے انسوؤں کے قطرے نکل کر اُس جگہ گرنے لگے جہاں وہ نام لکھا گیا تھا-اگر وہ انسان اُس کے سامنے ہوتا تو دیکھتا کہ وہ کس طرح اپنے جزبے مٹی میں رول رہی تھی- اُس نے ایک نظر پھر سامنے دیکھا جہاں وہ قبر تھی- اُس میں سونے والا شخص اُس کی نیندیں اپنے ساتھ لے کر چلا گیا تھا- اُس کو ہمیشہ کے لیے اندھیروں کی نذر کر گیا تھا- خود تو وہ ایک ستارہ تھا- ایک ایسا ستارہ جو جب زندہ تھا تب صرف اکیلا ہی چمکتا تھا مگر مرنے کے بعد وہ کہکشاں بن گیا تھا- اُس نے تاقیامت چمکتے ہی رہنا تھا -

"پتر آخر ایسا کیا ہے اس قبر کے میں جو تم گھنٹوں آکر اِس کے پاس بیٹھی رہتی ہو۔۔۔؟"- وہ اپنے خیالوں میں تھی جب کسی کی آواز پر چونکی- پیچھے مڑ کر دیکھا تھا تو وہ کوئی بوڑھے بابا جی تھے- حلیے سے کوئی ملنگ ٹائپ لگ رہے تھے- عمر شاید نوے کے لگ بگ تھی-وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آئے اور اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیے -

"میں پچھلے کچھ دنوں سے روز یہاں آتا ہوں اپنے بیٹے کی قبر پر پھول ڈالنے اور تمہیں روز ہی یہاں بیٹھا دیکھتا ہوں- دل میں کئی بار خیال آیا تھا کہ تم سے بات کروں مگر ہمیشہ جھجک سی محسوس ہوتی تھی آج بھی بہت ہمت کر کہ پوچھ رہا ہوں- کیا ہے آخر اس قبر کے نیچے۔۔۔؟"- اُنہوں نے اُسے خاموش پاکر کچھ دیر بعد دوبارہ کہا -

فریال کتنی ہی دیر اُن کی طرف دیکھتی رہی-

"میرے خواب۔۔۔میری خواہشیں۔۔۔میری حسرتیں۔۔۔میری زندگی سب کچھ ہے دفن ہے اس قبر میں۔۔۔"- اُس نے ایک نظر پھر قبر کی جانب دیکھا-

"قبروں میں جانے والے کبھی واپس نہیں لوٹتے۔۔۔"- وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے-

"جانتی ہوں۔۔۔"- فریال نے دھیرے سے جواب دیا-

"پھر یہاں کیوں آتی ہو۔۔۔؟"- وہ سیاہ چادر کے ہالے میں مقید اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولے-

"پتہ نہیں لیکن یہاں آکر سکون سا ملتا ہے۔۔۔"- وہ سر جھکا گئی-

"سکون اُن لوگوں میں تلاش کرو جو زندہ ہیں اور تمہارے آس پاس رہتے ہیں ۔۔۔۔"- وہ کافی دیر بعد بولے- فریال اب کی بار خاموش رہی تھی -

"میں چلتا ہوں بہت دیر ہو گئی ہے۔۔۔۔"- وہ مزید کچھ بولے بغیر اُٹھ کر چلے گیے- فریال نے حیرت سے اُن کو دیکھا -

اُن کی بات ناجانے کیوں اُسے عجیب سی لگی تھی -

وہ اُٹھ گئی- زمین پہ رکھا ہوا وہ شاپر اُٹھایا جس میں سرخ گلابوں کی پتیاں تھیں- اُس نے آگے بڑھ کہ وہ ساری پتیاں قبر پہ بکھیر دیں- ہر طرف پھولوں کی مہک پھیل گئی- فضا جیسے معطر ہو گئی تھی -

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قبرستان کے بیرونی گیٹ کی جانب بڑھی- دروازے میں رک کر اُس نے ایک آخری نگاہ پیچھے ڈالی- کئی موتی ٹوٹ کر آنکھوں سے بکھرے تھے- جنہیں چننے کی اُس نے زحمت نہیں کی تھی- پھر وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی

وہاں سے چلی گئی- دل میں اس بات کا مصمم ارادہ تھا کہ آئیندہ کبھی وہ یہاں نہیں آئے گی- اپنی زندگی کا وہ باب اُس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تھا-

****

ہماری خاک سے خوشبو وطن کی آئے گی
ہمارا خون اس مٹی کے رنگ میں شامل ہے

6 سپتمبر 2015 کے موقع پر جب کیپٹن آکاش افتاب ربانی کی فیملی کو جی ایچ او راولپنڈی بلایا گیا تو اُس ماں جس کا دل کرچی کرچی ہوا تھا اُسے اسٹیج پر بلایا گیا اور کہا گیا کہ وہ اپنے جزبات کا اظہار کریں -

وہ تھکے تھکے قدم اُٹھاتیں اپنے ٹوٹے بکھرے وجود کو کھینچ کر سٹیج تک گئیں-

سارے لوگ اُن کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے- اُن کا دل چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر کہیں کہ یہ دہشت گردی کا ناسور کب ختم ہو گا-ہمارے حکمرانوں کی پالیسیاں سہی ہونگی کہ ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ ہو سکے- وہ دہشت گردی جس کو ختم کرنے کے لیے آکاش اور اُس جیسے دوسرے جوانوں نے اپنی قیمتی جانیں اور اپنی خوبصورت جوانیاں قربان کیں- آخر کب تک یہ دہشت گرد ہمارے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرتے رہیں گے اور اُن سے لڑنے کے لیے ناجانے کئی آکاش قربان ہوتے

رہیں گے- کئی مائیں اپنے جوان بیٹوں کی لاشوں پر روتی رہیں گی۔۔۔اُن سے ملنے اُن کو دیکھنے کے لیے ترستی رہیں گے- کئی بہنیں اپنے بھائیوں کی جدائی میں انسو بہاتی رہیں گی۔۔۔کئی بیویاں بیوہ ہونگی۔۔۔آخر کب تک چلے گا یہ سب۔۔۔کب ختم ہو گا یہ ظلم کا اندھیرا۔۔۔کب پھیلے گا اِس ملک میں امن کا اجالا۔۔۔کب غروب ہو گا دہشت گردی کا سورج۔۔۔

وہ یہ سب کہنا چاہتی تھیں مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی- یہ سارے الفاظ اُن کے ہلق میں ہی دم توڑ گیے-

اُنہوں نے بہت ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنے بیٹے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا- آکاش کی ہمت اُس کا جزبہ اُس کی لگن اُس کے بلند حوصلوں کے بارے میں بتایا-

کس طرح اُس نے ہر مشکل کا سامنا کیا تھا- ہر رکاوٹ کو پار کیا تھا-

جب کسی انسان کے ارادے پختہ ہوں تو وہ پہاڑوں سے بھی ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا ہے اس کی راہ میں آنے والے وہ تمام پتھر جن کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے-

راستے پر قدم جتنے مضبوطی سے جمائے ہوں اتنا ہی منزل تک پہنچنے کے چانسز زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ اس راستے میں آنے والی رکاوٹیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔۔۔۔۔ بہادر لوگ طوفانوں کو اپنے پیروں کی ٹھوکروں پر رکھتے ہیں وہ ان سے ڈر کے بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ان کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں -جب طوفان آتا ہے تو ہمیشہ کمزور درخت زمین بوس ہوتے ہیں کیونکہ ان کی جڑیں اتنی گہری نہیں ہوتی اس لئے طوفان ان کو ایک ہی جھٹکے سے اکھاڑ دیتا ہے اور زمین بوس کر دیتا ہے ۔۔۔مگر جو درخت مضبوطی سے زمین میں اپنی جڑیں جمائے کھڑے ہوتے ہیں وہی طوفان ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے وہ طوفان کے جھٹکوں سے لڑ کھڑاتے ضرور ہیں مگر گرتے نہیں ہیں بلکہ اپنے قدم اور مضبوطی سے جما لیتے ہیں ،اس طرح جب کسی کمزور ارادے والے انسان پر مصیبت آتی ہے تو وہ اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے خود کو جھکا لیتا ہے۔۔۔۔اس کا مقابلہ نہیں کرتا ایسے لوگوں کو مصیبتوں کا ایک ہی طوفان ختم کر دیتا ہے ،مگر وہ انسان جن کے ارادے پختہ ہوتے ہیں وہ اسی مصیبت کا ڈٹ کر سامنا کرتے ہیں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کھڑے رہتے ہیں کبھی ہار نہیں مانتے اور نا ہی اس کے سامنے ہتھیار ڈال کے بے موت مرتے ہیں بلکہ اپنے اندر مزید ہمت اور حوصلہ پیدا کرتے ہیں-

وقت کسی کے لئے نہیں رکتا مگر لوگ وقت کے ساتھ رک جاتے ہیں۔۔۔وہ تھک کر آرام کی خاطر ستانے بیٹھ جاتے ہیں اور ایسے میں وقت بہت آگے نکل جاتا ہے اور ان کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے زندگی اسی مسلسل جدوجہد کا نام ہے جو اس کے ساتھ چلتا رہا کامیاب ہوا اور جو رک گیا وہ ناکام ہو گیا۔"

مسز ربانی کی خوبصورت آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا ہر کوئی تقریباً سانس روکے ان کی باتوں کو سن رہا تھا۔وہ کچھ دیر سانس لینے کو رکی تھیں۔

"حالات ہی انسان کو کمزور بناتے ہیں اور حالات ہی انسان کو مظبوط بناتے ہیں۔ اگر حالات پر انسان کی گرفت کمزور ہوتو وہ ہار جاتا ہے اس کے اندر زندگی سے لڑنے کی طاقت ختم یو جاتی ہے۔لیکن اگر حالات پر گرفت مضبوط ہو تو زہر اگلنے والے بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔انسان بڑے سے بڑے طوفان کا بڑی بہادری سے مقابلہ کر سکتا ہے اس کے بلند حوصلے اسے کبھی بھی شکست نہیں کھانے دیتے۔ زندگی میں ہمیشہ آگے کی جانب دیکھو۔اس کی فکر کرو جو ہونے جا رہا ہے اس کی فکر میں مت گھلتے رہو جو ہو چکا ہے اور پیچھے گزر گیا۔پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے والوں کو اور جو ہو چکا اس کی فکر کرنے والوں کو زمانہ بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔جو شکار

چھوٹ گیا اس کا غم نا کرو بلکہ جو سامنے ہے اس پر فوکس رکھو کیونکہ وہ آج ہے اور جو گزر گیا وہ کل تھا اور کل کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔۔۔اگر انسان گزرے ہوئے کو دیکھتا رہے تو ہو سکتا ہے کہ جو آج ہے وہ بھی گزر جائے اور ایسا کرنے والے انسان ہمیشہ خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔۔۔ان کے ہاتھ ناکامی اور ہار کے سوا کبھی کچھ نہیں آتا "- وہ خاموش ہوئیں تو پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا-

اُن کی آنکھوں کے سامنے آکاش کا چہرہ بار بار آرہا تھا- اُس کے وہ الفاظ ذہن میں گردش کر رہے تھے-

وہ بڑی تمکنت اور وقار سے سب کا شکریہ ادا کرتی ہوئی اسٹیج سے نیچے اتری - کئی لوگوں نے رشک بھری نگاہوں سے ان کا پیچھا کیا مگر وہ بنا کسی کی طرف دیکھے اپنی نشست پر آن بیٹھی-

"اماں جب میں شہید ہو جاؤں گا نہ تو آپ ایک پراؤڈ مدر ہونگی۔۔۔"- وہ واقعی پراؤڈ مدر تھیں لوگ اُن پر رشک کر رہے تھے کیونکہ وہ کیپٹن آکاش ربانی شہید کی ماں تھیں -

ہر کسی کی نگاہوں میں اُن کے لیے احترام تھا- آکاش کی کہی ساری باتیں سچ ہو رہی تھیں-

"مگر کاشی میں نے تو یہ سب نہیں مانگا تھا میں نے تو تمہاری لمبی زندگی کی دعائیں مانگی تھیں۔۔۔۔تمہارا فرشتوں جیسا چہرہ دیکھ کر میں ہمیشہ یہی دعا مانگتی تھی کہ کاشی تو ہزاروں سال جیے۔۔۔مگر کاشی مجھے کہاں پتہ تھا اُس وقت کہ میری یہ دعائیں ایسے قبول ہو جائیں گی۔۔۔۔تو شہید ہو گیا اور شہید تو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں"۔ اُنہوں نے دل ہی دل میں اُس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اُن کا بیٹا ایک ستارہ تھا جو اب کہکشاں بن گیا تھا اور اُس نے ہزاروں سال اب چمکتے رہنا تھا۔

میرے مالک نے مجھ کو

بھری بزم میں

اس طرح سے چنا

غازیوں کی طویل ایک فہرست میں

فرطِ رحمت سے روشن کر دیا

اک ستارہ تھا میں

کہکشاں ہو گیا

اسی کے ساتھ یہ داستانِ وفا۔۔۔داستانِ محبت۔۔۔داستانِ شہید ختم ہوتی ہے مگر ایسی ہزاروں اور داستانیں جنم لے رہی ہیں اور لیتی رہیں گی

****